www.KitaboSunnat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام

قرآن نے جن انبیاء کو اولوالعزم کہا ہے ان میں موسیٰ علیہ السلام کی شخصیت نمایاں ہے۔ قرآن کی چھتیس سورتوں میں ان کا ذکر آیا ہے۔ موسیٰؑ کی شخصیت ایک معجزانہ شخصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ لاڈلا پیغمبر قدم قدم پر تائید الٰہی سے بہرہ ور ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ چونکہ ان کی دعوتی ذمہ داریاں منفرد نوعیت کی تھیں اس لیے تائید ایزدی کے تجربے بھی اسی نوعیت کے تھے۔ یوں تو تمام انبیاء کارِ دعوت میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ کا مرکز رہے ہیں لیکن حضرت موسیٰؑ کو اس توجہ کا کچھ زیادہ ہی حصہ نصیب ہوا۔ ان کی ذاتی زندگی اور ان کے کارِ دعوت میں نصیحت و ہدایت کا بڑا سامان موجود ہے۔

تاریخی پس منظر

حضرت موسیٰؑ کی شخصیت اور ان کے کام کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس تاریخی پس منظر کو سامنے رکھا جائے جس میں وہ پروان چڑھے اور اپنا کام شروع کیا۔ موسیٰؑ کا تعلق بنی اسرائیل کے ایک خاندان سے تھا اور ہم نے یوسفؑ کے ضمن میں پڑھا ہے کہ ان کا پورا کنبہ مصر میں آباد ہوا تھا۔ قرآن نے اشارۃً صرف اتنا کہا ہے کہ یوسفؑ نے اپنے والد اور خاندان کو خوش آمدید کہتے ہوئے فرمایا:

ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ (۱)

چلو اب شہر میں چلو، اللہ نے چاہا تو امن چین سے رہو گے۔

لیکن بائبل نے زیادہ تفصیلات دی ہیں:

> تب فرعون نے یوسف سے کہا کہ تیرا باپ اور تیرے بھائی تمہارے پاس آئے ہیں۔ مصر کی زمین تیرے آگے ہے اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو اس سرزمین کے ایک مقام پر جو سب سے بہتر ہے، بسا، جشن کی زمین میں ان کو رہنے دے اور اگر تو جانتا ہے کہ ان میں سے کچھ فعال ہیں تو ان کو میرے مواشی پر مختار بنا دے۔ (۲)

اس سے پہلے یہ بیان کیا گیا کہ حضرت نے فرعون سے کہا کہ میرے خاندان کے لوگ اپنا سب اثاثہ لے کر جشن کے علاقہ میں پہنچ گئے ہیں اور خاندان کے پانچ افراد کو اس کے سامنے پیش کیا۔ فرعون سے سوال و جواب کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلے میں انہوں نے ایسی سرزمین میں آباد ہونے کی درخواست کی تھی جس کے جواب میں فرعون نے حضرت یوسفؑ کو اجازت دی تھی۔ (۳)

بائبل ہمیں مزید بتاتی ہے کہ:

اور یوسف نے اپنے باپ اور بھائیوں کو مصر کی بہترین زمین میں جو رعمیسس کی زمین ہے، جیسا کہ فرعون نے حکم دیا تھا، آباد کیا اور انہیں اس کا مالک بنایا۔ اور یوسف اپنے باپ، اپنے بھائیوں اور اپنے باپ کے پورے گھرانے کی، ان کے افراد کے مطابق روٹی سے پرورش کی۔ (۴)

اور اسرائیل نے مصر کی زمین میں جشن کے علاقے میں سکونت اختیار کی اور وہ وہاں ملکیتیں رکھتے تھے اور وہ بڑھے اور بہت زیادہ ہوئے اور یعقوب مصر کی سرزمین میں سترہ برس جیے۔ سو یعقوب کی کل عمر ایک سو سنتالیس برس کی ہوئی۔ (۵)

حضرت یعقوبؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنی اولاد کو اکٹھا کیا اور سب کے لئے دعا کی (۶) اور یوسفؑ کے دونوں بیٹوں کو پیار کیا، ان کے لیے دعا کی اور چھوٹے بیٹے افرائیم کے لئے خصوصی دعا کی۔ (۷)

قرآن کا بیان ہے:

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ. قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ. (۸)

پھر کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب اس دنیا سے رخصت ہو رہا تھا؟ اس نے مرتے وقت اپنے بیٹوں سے پوچھا: میرے بعد تم کس کی بندگی کرو گے؟" سب نے جواب دیا: ہم اس ایک خدا کی بندگی کریں گے جسے آپ نے اور آپ کے بزرگوں ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق نے خدا مانا ہے۔ ہم اسی کے تابعدار ہیں۔

یعقوبؑ کی وفات کے بعد بھی ان کی اولاد یوسفؑ کی سرپرستی میں سرزمین مصر میں مقیم رہی۔ بائبل حضرت یوسفؑ کی وفات کا ذکر کرتی ہے اور ان کی عمر اور ان کی نسل کے بارے میں بھی معلومات مہیا کرتی ہے:

اور یوسفؑ اور اس کے باپ کے گھرانے نے مصر میں سکونت اختیار کی اور یوسفؑ ایک سو دس برس جئے۔ اور یوسف نے افرائیم کے لڑکے جو تیسری پشت میں تھے دیکھے اور منسی کے بیٹے کیمر کے بیٹے بھی یوسف کے گھٹنوں پر پالے گئے۔ اور یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا میں مرتا ہوں اور خدا یقیناً تم کو یاد کرے گا اور تم کو اس زمین سے باہر اس زمین میں جس کی بابت اس نے ابراہام اور اسحاق اور یعقوب سے قسم کی ہے لے جائے گا۔ اور یوسفؑ نے بنی اسرائیل سے قسم لے کر کہا خدا یقیناً تم کو یاد کرے گا اور تم میری ہڈیوں کو یہاں سے لے جائیو۔ سو یوسفؑ ایک سو دس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برس کے بوڑھے ہو کر فوت ہوئے۔ اور انہوں نے اس میں خوشبو بھری اور اسے مصر میں صندوق میں رکھا۔ (۹)

حضرت یوسفؑ کی وصیت کے مطابق ان کی اولاد نے ان کے جسم کو حنوط کر کے تابوت میں محفوظ کر دیا اور جب حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں بنی اسرائیل مصر سے ہجرت کر کے چلے تو یوسفؑ کی وصیت پورا کرنے کے لئے ان کا تابوت بھی ساتھ لے گئے اور انبیاء کی سرزمین میں لا کر دفن کر دیا۔

بائبل میں ہے:

اور موسیٰؑ نے یوسفؑ کی ہڈیاں ساتھ لیں کیونکہ اس نے بنی اسرائیل کو تاکیداً قسم دے کر کہا تھا کہ خدا یقیناً تمہاری خبر گیری کرے گا۔ تم یہاں سے میری ہڈیاں ساتھ لے جاؤ۔ (۱۰)

بہر کیف بنی اسرائیل حضرت یوسفؑ کے زمانے میں مصر آئے تھے اور حضرت موسیٰؑ کے عہد تک وہاں مقیم رہے۔ اس دوران ان پر اچھے اور بُرے وقت آئے۔ بائبل کے مطابق حضرت یوسفؑ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل پھلے پھولے لیکن کچھ عرصہ بعد حالات تبدیل ہوئے اور بنی اسرائیل کے لئے مشکلات پیدا ہوئیں۔ بائبل کہتی ہے:

اور بنی اسرائیل بارآور تھے لہٰذا ان کی تعداد بہت بڑھی اور وہ کئی گنا ہو گئے اور طاقتور بن گئے اور سرزمین ان سے بھر گئی۔ تب مصر میں ایک نیا بادشاہ ہوا جو یوسف کو نہیں جانتا تھا اور اس نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ دیکھو اسرائیل ہم سے زیادہ قوی ہو گئے ہیں سو آؤ ہم ان کے ساتھ حکمت سے پیش آئیں ایسا نہ ہو کہ جب وہ اور زیادہ ہو جائیں اور اس وقت جنگ چھڑ جائے تو ہمارے دشمنوں سے مل کر ہم سے لڑیں اور ملک سے نکل جائیں۔ اس لئے انہوں نے ان پر بیگار لینے والے مقرر کئے جو ان سے سخت کام لے کر انہیں ستاتے سو انہوں نے فرعون کے لئے ذخیرے کے شہر پتوم اور رعمسیس بنائے۔ لیکن وہ انہیں جتنا ستاتے اتنا ہی ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا اور وہ کئی گنا بڑھتے اور مصری اسرائیلیوں کی بڑھتی ہوئی آبادی سے پریشان تھے اور مصریوں نے بنی اسرائیل پر تشدد کر کے ان سے کام کرایا اور انہوں نے ان سے سخت محنت سے گارا اور اینٹ بنوا بنوا کر اور کھیت میں ہر قسم کی خدمت لے کر ان کی زندگی تلخ کی۔ ان کی سب خدمتیں جو وہ ان سے کراتے تھے تشدد کی تھیں۔ تب مصر کے بادشاہ نے عبرانی دائیوں سے بات کی جن میں سے ایک کا نام شفراہ اور دوسری کا پواہ تھا۔ اس نے کہا کہ جب عبرانی عورتوں کے تم بچہ جناؤ اور ان کو پتھر کی بیٹھکوں پر بیٹھا دیکھو تو اگر بیٹا ہو تو مار ڈالنا اور اگر بیٹی ہو تو وہ جیتی رہے۔ (۱۱)

بائبل ہمیں مزید بتاتی ہے کہ دائیوں نے خدا کے خوف کی وجہ سے بادشاہ کا حکم نہ مانا اور اسرائیلی بچوں کی جان بچائی۔ بادشاہ نے انہیں بلا کر وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ اسرائیلی عورتیں طاقت ور اور فعال ہیں اور ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی بچوں کو جنم دے کر فارغ ہو جاتی ہیں۔ اس طرح خدا نے دائیوں کی رہنمائی کی اور اسرائیلی آبادی بڑھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وہ لوگ مضبوط ہوئے۔ (۱۲) کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ فرعون نے حکم دیا:

پیدا ہونے والے ہر بچے کو دریا میں ڈال دو اور ہر بچی کو زندہ رکھو۔ (۱۳)

قرآن مجید نے بنی اسرائیل کی اس مصیبت اور ذلت وخواری کا تذکرہ مختلف مقامات پر کیا ہے۔ مثلاً:

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَآءَ هُمْ وَيَسْتَحْيِ نِسَآءَ هُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ. (۱۴)

واقعہ یہ ہے کہ فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اس کے باشندوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ ان میں سے ایک گروہ کو وہ ذلیل کرتا تھا۔ اس کے لڑکوں کو قتل کرتا اور اس کی لڑکیوں کو جیتا رہنے دیتا۔ فی الواقع وہ مفسد لوگوں میں سے تھا۔

سورہ بقرہ میں ہے:

وَإِذْ نَجَّيْنٰكُم مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَ كُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَ كُمْ وَفِيْ ذٰلِكُم بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ. (۱۵)

اور یاد کرو جب کہ ہم نے تم کو آل فرعون کے قبضہ سے چھڑایا۔ وہ تمہیں برے عذاب چکھاتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی ہی آزمائش تھی۔

موسیٰؑ نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے انعامات یاد کراتے ہوئے اس مصیبت سے نجات دلانے کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا:

وَإِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنْجٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَ كُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَ كُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ. (۱۶)

اور یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا" اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے۔ اس نے تم کو فرعون والوں سے چھڑایا جو تم کو سخت تکلیفیں دیتے تھے۔ تمہارے لڑکوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ بچا رکھتے تھے۔ اس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہاری بڑی آزمائش تھی۔

لڑکوں کے قتل کی یہ مہم کس بنا پر تھی اس کی وضاحت میں دو طرح کے اقوال ہیں۔ ایک جسے ہمارے مفسرین نے اسرائیلی روایات اور خصوصاً تلمود سے نقل کردہ قول کہ فرعون نے کوئی خوفناک خواب دیکھا تھا یا کسی نجومی نے اسے بتایا تھا کہ اسرائیلیوں میں سے ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جس کے ہاتھوں فرعونی اقتدار کا خاتمہ ہوگا لہٰذا اس خطرے کے سدباب کے لئے اس نے اسرائیلی لڑکوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ دوسرا یہ کہ بنی اسرائیل کی بڑھتی ہوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آبادی اسے خطرناک لگی لہٰذا آبادی کی منصوبہ بندی کا ایک طریقہ نکالا گیا۔ جیسا کہ بائبل میں ہے اسے ڈر تھا کہ بڑی تعداد کے لوگ اگر حملہ آور سے مل گئے تو اس کے اقتدار کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں وہ نوٹ نقل کر دیا جائے جو سید مودودیؒ سورہ قصص کی آیت نمبر ۴ کی وضاحت میں کتاب خروج سے اقتباس نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یوسفؑ کا دور گزر جانے کے بعد مصر میں ایک قوم پرستانہ انقلاب ہوا تھا اور قبطیوں کے ہاتھ میں جب دوبارہ اقتدار آیا تو نئی قوم پرست حکومت نے بنی اسرائیل کا زور توڑنے کی پوری کوشش کی تھی۔ اس سلسلے میں صرف اتنے پر ہی اکتفا نہ کیا گیا کہ اسرائیلیوں کو ذلیل وخوار کیا جاتا اور انہیں ادنیٰ درجے کی خدمات کے لئے مخصوص کر لیا جاتا بلکہ اس سے آگے بڑھ کر یہ پالیسی اختیار کی گئی کہ بنی اسرائیل کی تعداد گھٹائی جائے اور ان کے لڑکوں کو قتل کر کے صرف ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جائے تاکہ رفتہ رفتہ ان کی عورتیں قبطیوں کے تصرف میں آتی جائیں اور ان سے اسرائیل کے بجائے قبطیوں کی نسل پیدا ہو۔"

تلمود اس کی مزید تفصیل یہ دیتی ہے کہ حضرت یوسفؑ کی وفات پر ایک صدی سے کچھ زیادہ مدت گزر جانے کے بعد یہ انقلاب ہوا تھا۔ وہ بتاتی ہے کہ نئی قوم پرست حکومت نے پہلے تو بنی اسرائیل کو ان کی زرخیز زمینوں اور ان کے مکانات اور جائیدادوں سے محروم کیا۔ پھر انہیں حکومت کے تمام مناصب سے بے دخل کیا۔ اس کے بعد بھی جب قبطی حکمرانوں نے محسوس کیا کہ بنی اسرائیل اور ان کے ہم مذہب مصری کافی طاقتور ہیں تو انہوں نے اسرائیلیوں کو ذلیل وخوار کرنا شروع کیا اور ان سے سخت محنت کے کام قلیل معاوضوں پر یا بلا معاوضہ لینے لگے۔ یہ تفسیر ہے قرآن کے اس بیان کی کہ مصر کی آبادی کے ایک گروہ کو وہ ذلیل کرتا تھا اور سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی کہ آل فرعون بنی اسرائیل کو سخت عذاب دیتے تھے (یسو مونکم سوء العذاب)

مگر بائبل اور قرآن دونوں اس ذکر سے خالی ہیں کہ فرعون سے کسی نجومی نے یہ کہا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جس کے ہاتھوں فرعونی اقتدار کا تختہ الٹ جائے گا اور اسی خطرے کو روکنے کے لیے فرعون نے اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ یا فرعون نے کوئی خوفناک خواب دیکھا تھا اور اس کی تعبیر یہ دی گئی تھی کہ ایک لڑکا بنی اسرائیل میں ایسا اور ایسا پیدا ہونے والا ہے۔ یہ افسانہ تلمود اور دوسری اسرائیلی روایات سے ہمارے مفسرین نے نقل کیا ہے۔ (۱۷)

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ فرعونیوں کے اس عمل کی وجہ سے بنی اسرائیل میں مردوں کی شدید کمی واقع ہو رہی تھی اس لئے قبطیوں کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ انہیں وہ سب کام کرنے پڑیں گے جو اب تک بنی اسرائیل کے مرد کر رہے ہیں، فرعون کو مشورہ دیا گیا کہ اس پروگرام میں کچھ تخفیف کی جائے لہٰذا اس نے یہ حکم دیا کہ ایک سال قتل ابناء کے منصوبے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر عمل کیا جائے اور دوسرے سال عملدرآمد روک دیا جائے۔ چنانچہ حضرت ہارونؑ کی پیدائش اسی سال ہوئی جب عمل درآمد رکا ہوا تھا اور حضرت موسیٰؑ کی پیدائش عمل درآمد کے سال میں ہوئی تھی۔ (۱۸) بنی اسرائیل کی اس ناگفتہ بہ حالت پر اللہ تعالیٰ کو رحم آیا اور اس نے ان کی نجات کی تدبیر کی۔

تدبیر الٰہی

قرآن مجید نے اسی پس منظر میں اللہ تعالیٰ کی تدبیر کا ذکر کیا ہے جس کا مرکزی کردار موسیٰؑ تھے۔ قرآن مجید نے حضرت موسیٰؑ کی پیدائش کے ذکر سے پہلے مشیت الٰہی کا خصوصی ذکر کیا ہے جس کا تعلق بنی اسرائیل کی نجات سے ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ. (۱۹)

اور ہم یہ ارادہ رکھتے تھے کہ مہربانی کریں ان لوگوں پر جو زمین میں ذلیل کر کے رکھے گئے تھے اور انہیں اپنا پیشوا بنا دیں اور انہی کو وارث بنائیں اور زمین میں ان کو اقتدار بخشیں اور ان سے فرعون وہامان اور ان کے لشکروں کو وہی کچھ دکھلا دیں جس کا انہیں ڈر تھا۔

مولانا اصلاحی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"مطلب یہ ہے کہ فرعون اور اس کے اعیان تو یہ ظلم و ستم ڈھائے ہوئے تھے اور ان کی پوری کوشش یہ تھی کہ بنی اسرائیل کو کسی طرح ابھرنے نہ دیں لیکن ہمارا ارادہ یہ تھا کہ ہم مظلوموں پر احسان کریں، ان کو پیشوائی کا منصب بخشیں اور ظالموں کو مٹا کر مظلوموں کو وراثت وخلافت عطا کریں۔ "**نجعلهم ائمة**" سے اشارہ اس دینی پیشوائی کی طرف ہے جو حضرت موسیٰؑ کی بعثت کے بعد بنی اسرائیل کو حاصل ہوئی اور "**نجعلهم الوارثين**" سے خلافت وحکومت مراد ہے جو ان کو ارض فلسطین میں ملی اور حضرت سلیمانؑ کے عہد میں جس کے حدود نہایت وسیع ہوگئے۔ یہاں تک کہ مصر کی حکومت ان کی باجگزار ریاست بن گئی۔ (۲۰)

وہ مزید لکھتے ہیں:

"**ما كانوا يحذرون**" سے اشارہ فرعون اور اس کے اعیان کے اسی اندیشہ کی طرف ہے...... کہ وہ بنی اسرائیل کی تعداد میں روز افزوں اضافہ سے بہت خائف تھے کہ اگر یہ قوت پکڑ گئے تو یا تو وہ خود ملک پر قابض ہو جائیں گے یا باہر کے دشمنوں سے مل کر یہاں کے قبطیوں کو بے دخل کر دیں گے۔ اس خطرے کے سدباب کے لئے ان احمقوں نے بنی اسرائیل کے ذکور کے قتل کی اسکیم بنائی تھی...... لیکن اللہ تعالیٰ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسکیم کے مقابلے میں ان کی ساری اسکیمیں اور پیش بندیاں بالکل بے کار ثابت ہوئیں۔ ارادہ الٰہی مظلوموں کے حق میں پورا ہو کے رہا اور ان کے دشمن تمام زور وسطوت اور تمام تدبیر وتدبر کے باوجود پامال ہوئے۔ (۲۱)

حضرت موسیٰؑ کی پیدائش

مشیت الٰہی کی اسکیم میں حضرت موسیٰؑ کی شخصیت کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ اس نے اسی سال جو اسرائیلی بچوں کے قتل کا سال تھا حضرت موسیٰؑ کی پیدائش کا انتظام کیا۔ ان کی حفاظت کی اور اپنی نگرانی میں انہیں ان لوگوں کے پاس پہنچایا جو قتل کی منصوبہ بندی کرنے والے تھے اور انہیں سے پرورش کا انتظام کرایا۔ بائبل اور قرآن دونوں میں پیدائش اور پرورش کے یکساں واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ البتہ قرآن نے بعض تصحیحات کے ساتھ اہم اشارے بھی کئے ہیں جو بائبل میں مفقود ہیں۔ ہم سب سے پہلے بائبل کا بیان نقل کرتے ہیں اس کے بعد قرآن کا۔ بائبل میں موسیٰؑ کی پیدائش کا ذکر کچھ اس طرح ہے:

"اور لاوی کے گھرانے کے ایک شخص نے جا کر لاوی کی نسل کی ایک عورت سے بیاہ کیا۔ وہ عورت حاملہ ہوئی اور اس کے بیٹا ہوا۔ اس نے یہ دیکھ کر کہ بچہ خوبصورت ہے تین مہینے تک اسے چھپا کر رکھا۔ اور جب اسے اور زیادہ چھپا نہ سکی تو اس نے سرکنڈوں کا ایک ٹوکرا لیا اور اس پر چکنی مٹی اور رال لگا کر لڑکے کو اس میں رکھا اور اسے دریا کے کنارے جھاؤ میں چھوڑ آئی۔ اور اس کی بہن دور کھڑی رہی تاکہ دیکھے کہ اس کے ساتھ کیا ہوتا ہے اور فرعون کی بیٹی دریا پر غسل کرنے آئی اور اس کی سہیلیاں دریا کے کنارے کنارے ٹہلنے لگیں۔ تب اس نے جھاؤ میں وہ ٹوکرا دیکھ کر اپنی سہیلی کو بھیجا کہ اسے اٹھا لائے۔ جب اس نے اسے کھولا تو لڑکے کو دیکھا۔ وہ بچہ رو رہا تھا۔ اسے اس پر رحم آیا اور کہنے لگی یہ کسی عبرانی کا بچہ ہے۔ تب اس کی بہن نے فرعون کی بیٹی سے کہا کیا میں جا کر عبرانی عورتوں میں سے ایک دائی تیرے پاس بلا لاؤں جو تیرے لیے اس بچے کو دودھ پلایا کرے؟ فرعون کی بیٹی نے اسے کہا تو اس بچے کو لے جا کر میرے لیے دودھ پلا۔ میں تجھے تیری اجرت دیا کروں گی۔ وہ عورت اس بچے کو دودھ پلانے لگی۔ جب بچہ کچھ بڑا ہوا تو وہ اسے فرعون کی بیٹی کے پاس لے گئی اور وہ اس کا بیٹا ٹھہرا اور اس نے اس کا نام موسیٰ یہ کہہ کر رکھا کہ میں نے اسے پانی سے نکالا۔ (۲۲)

قرآن پاک نے موسیٰؑ کے پیدائش کے سلسلے میں ابتدائی تفصیلات بیان نہیں کیں۔ تلمود میں موسیٰؑ کے والد کا نام عمرام بتایا گیا ہے۔ قرآن اسی کا تلفظ عمران کرتا ہے۔ موسیٰؑ کی پیدائش سے پہلے ان کے ہاں دو بچے ہو چکے تھے۔ سب سے بڑی لڑکی مریم (Miriam) نامی تھی جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ ان سے چھوٹے حضرت ہارون تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غالباً یہ فیصلہ کہ بنی اسرائیل کے ہاں جو بیٹا پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے، حضرت ہارون کی پیدائش کے زمانے میں نہیں ہوا تھا، اس لیے وہ بچ گئے۔ پھر یہ قانون جاری ہوا اور اسی خوفناک زمانے میں تیسرے بچے کی پیدائش ہوئی۔ (۲۳) قرآن اپنے بیان کا آغاز ام موسیٰ کی طرف وحی الٰہی سے کرتا ہے کہ جب بچے کے بارے میں خطرہ محسوس ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا۔ یعنی پیدا ہوتے ہی دریا میں ڈال دینے کا حکم نہ تھا بلکہ ارشاد یہ ہوا کہ جب تک خطرہ نہ ہو بچے کو دودھ پلاتی رہو جب راز فاش ہوتا نظر آئے اور اندیشہ ہو کہ بچے کی آواز سن کر یا اور کسی طرح دشمنوں کو اس کی پیدائش کا علم ہو جائے گا، یا خود بنی اسرائیل ہی میں سے کوئی کمینہ آدمی مخبری کر بیٹھے گا، تو بے خوف وخطرہ اسے ایک تابوت میں رکھ کر ڈال دینا۔ بائبل ہی میں ہے کہ پیدائش کے بعد تین مہینے تک حضرت موسیٰ کی والدہ ان کو چھپائے رہیں۔ (۲۴) تلمود اس پر اضافہ کرتی ہے کہ فرعون کی حکومت نے اس زمانے میں جاسوس عورتیں چھوڑ رکھی تھیں جو اسرائیلی گھروں میں اپنے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچے لے جاتی تھیں اور وہاں کسی نہ کسی طرح ان بچوں کو رُلا دیتی تھیں تاکہ اگر کسی اسرائیلی نے اپنے ہاں کوئی بچہ چھپا رکھا ہو تو وہ دوسرے بچے کی آواز سن کر رونے لگے۔ اس نئے طرزِ جاسوسی سے حضرت موسیٰ کی والدہ پریشان ہو گئیں اور انہوں نے اپنے بچے کی جان بچانے کے لئے پیدائش کے تین مہینے بعد اسے دریا میں ڈال دیا۔ اس حد تک دونوں کتابوں کا بیان قرآن کے مطابق ہے اور دریا میں ڈالنے کی کیفیت بھی انہوں نے وہی بتائی ہے جو قرآن میں بتائی گئی۔ سورہ طہٰ میں ارشاد ہوا ہے **اقذفیہ فی التابوت فاقذفیہ فی الیم** (بچے کو تابوت میں رکھ کر دریا میں ڈال دے)۔ اس کی تائید بائبل اور تالمود بھی کرتی ہیں۔ لیکن سب سے بڑی بات جو قرآن میں بیان کی گئی ہے اس کا کوئی ذکر اسرائیلی روایات میں نہیں ہے یعنی یہ کہ حضرت موسیٰ کی والدہ نے یہ کام اللہ تعالیٰ کے اشارے پر کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی ان کو یہ اطمینان دلا دیا تھا کہ اس طریقے پر عمل کرنے میں نہ صرف یہ کہ تمہارے بچے کی جان کو کوئی خطرہ نہیں ہے بلکہ ہم بچے کو تمہارے پاس ہی پلٹا لائیں گے اور یہ کہ تمہارا یہ بچہ آگے چل کر ہمارا رسول ہونے والا ہے۔ (۲۵) اس ساری صورت حال کو قرآن کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ. فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ o فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ o وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ o وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا. اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِىْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ o وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ o وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نٰصِحُوْنَ ○ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰی اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ○ (۲۶)

"ہم نے موسیٰؑ کی ماں کو اشارہ کیا کہ اس کو دودھ پلا، پھر جب تجھے اس کی جان کا خطرہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور کچھ خوف اور غم نہ کر، ہم اسے تیرے ہی پاس واپس لے آئیں گے اور اس کو پیغمبروں میں شامل کریں گے۔ آخر کار فرعون کے گھر والوں نے اسے دریا سے نکال لیا تا کہ وہ ان کا دشمن اور ان کے لیے سبب رنج بنے۔ واقعی فرعون اور ھامان اور ان کے لشکر (اپنی تدبیر میں) بڑے غلط کار تھے۔ فرعون کی بیوی نے (اس سے) کہا، یہ میرے اور تیرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو کیا عجب کہ یہ ہمارے لئے مفید ثابت ہو، یا ہم اسے بیٹا ہی بنالیں۔ اور وہ (انجام) سے بے خبر تھے۔ ادھر موسیٰؑ کی ماں کا دل اڑا جا رہا تھا۔ وہ اس کا راز فاش کر بیٹھتی اگر ہم اس کی ڈھارس نہ بندھا دیتے تا کہ وہ (ہمارے وعدے پر) ایمان لانے والے میں سے ہو۔ اس نے بچے کی بہن سے کہا:" اس کے پیچھے پیچھے جا چنانچہ وہ الگ سے اس کو دیکھتی رہی کہ (دشمنوں کو) اس کا پتہ نہ چلا اور ہم نے بچے پر پہلے ہی دودھ پلانے والیوں کی چھاتیاں حرام کر رکھی تھیں (یہ حالت دیکھ کر) اس لڑکی نے ان سے کہا" میں تمہیں ایسے گھر کا پتہ بتاؤں جس کے لوگ اس کی پرورش کا ذمہ لیں اور خیر خواہی کے ساتھ اسے رکھیں؟ اس طرح ہم موسیٰؑ کو اس کی ماں کے پاس پلٹا لائے تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا تھا مگر اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو اپنے احسانات یاد کراتے ہوئے پیدائش کا واقعہ بیان کیا اور اس میں بعض اشارے سورہ قصص کے بیان سے زیادہ ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓی○ اِذْ اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّكَ مَا یُوْحٰٓی ○ اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ وَاَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ○ اِذْ تَمْشِیْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی مَنْ یَّكْفُلُهٗ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓی اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّیْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا فَلَبِثْتَ سِنِیْنَ فِیْٓ اَهْلِ مَدْیَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰی قَدَرٍ یّٰمُوْسٰی. (۲۷)

" ہم نے پھر ایک مرتبہ تجھ پر احسان کیا۔ (۲۸) یاد کرو وہ جبکہ ہم نے تیری ماں کو اشارہ کیا، ایسا اشارہ جو وحی کے ذریعہ ہی سے کیا جاتا ہے کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ دے، اور صندوق کو دریا میں چھوڑ دے...... دریا اسے ساحل پر پھینک دے گا اور اسے میرا اور اس بچے کا دشمن اٹھا لے گا۔ میں نے اپنی طرف سے تجھ پر محبت طاری کر دی اور ایسا انتظام کیا کہ تو میری نگرانی میں پالا جائے۔ یاد کر جبکہ تیری بہن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چل رہی تھی، پھر جا کر کہتی ہے " میں تمہیں اس کا پتہ دوں جو اس بچے کی پرورش اچھی طرح کرے؟"
اس طرح ہم نے تجھے پھر تیری ماں کے پاس پہنچا دیا تا کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ رنجیدہ نہ ہو۔

قرآن کے بیان میں دو باتوں کا خصوصی ذکر ہے۔ایک حضرت موسیٰؑ کی شخصیت کی جاذبیت اور دوسرے ربانی نگرانی کا اظہار۔مولانا اصلاحی نے ان نکات کی وضاحت بہت عمدہ کی ہے۔ہم اسے یہاں نقل کرتے ہیں۔وہ فرعون کے ہاں موسیٰؑ کے بھیجے جانے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> " پھر یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور حضرت موسیٰؑ دونوں کے دشمن سے حضرت موسیٰؑ کی پرورش کرائی بلکہ اس کی تدبیر وحکمت کا یہ بھی ایک کرشمہ ہے کہ اس نے فرعون سے اس کے اور اس کی قوم کے سب سے بڑے دشمن کی پرورش کرائی۔اور فرعون کے خود اپنے ہی ہاتھوں اس خطرے کا سامان کیا جس سے بچنے کے لئے اس نے نہ جانے کیا کیا جتن کیے۔

والقيت عليك محبة مني ۔یہ وہ خدائی تدبیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو اپنے اور ان کے، دونوں کے دشمن کی نگاہوں میں محبوب بنا دینے کے لیے فرمائی۔ارشاد ہوا کہ ہم نے تم پر اپنی محبت کا ایک پرتو ڈال دیا۔بچہ تو یوں ہی موہنا ہوتا ہے۔ہر سلیم الفطرت انسان کے اندر اس کو دیکھ کر شفقت پیدا ہوتی ہے اور حضرت موسیٰؑ تو، تورات کی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ نہایت خوبصورت بھی تھے۔(۲۹) پھر مزید لطف خداوندی یہ ہوا کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا ایک پرتو ڈال دیا۔کون اندازہ کر سکتا ہے کہ اس بچے کے موہنے پن کا کہ جس پر محبت الٰہی کا پرتو ہو! ایک ایسا موہنا بچہ جب وہ سرکنڈوں کی ایک ٹوکری میں، دریا کی موجوں کا پھینکا ہوا، یکہ و تنہا، معصومیت و دل آویزی کی مورت بنا ہوا پڑا ہو تو آخر کس کا دل اس کو دیکھ کر تڑپ نہیں جائے گا! فرعون آخر فرعون ہی تھا کوئی پتھر تو نہیں تھا! چنانچہ یوں ہوا کہ فرعون اور اس کی بیوی نیل کے کنارے سیر کو نکلے، ان کی نظر ٹوکرے پر پڑ گئی۔اس میں انہوں نے ایک چاند سے بچے کو دیکھا۔سمجھ گئے کہ یہ کسی اسرائیلی کا بچہ ہے جس کو غالباً اس کے ماں باپ نے، اس کے قتل کے اندیشہ سے، تن بہ تقدیر، دریا کی موجوں کے حوالہ کر دیا ہے کہ شاید اسی راہ سے اس کے بچاؤ کی کوئی شکل پیدا ہو جائے ۔بچہ کو دیکھ کر ان کے دل میں رحم پیدا ہو گیا۔اس رحم میں بھی زیادہ دخل فرعون کی بیوی کا تھا۔(۳۰) عورتیں یوں بھی فطرتاً بچوں کے معاملے میں بڑی رحم دل ہوتی ہیں اور فرعون کی یہ بیوی تو، جیسا کہ سورہ تحریم کی آیت ۱۱ سے ثابت ہے کہ نہایت خدا ترس اور رحم دل بی بی تھیں۔بہر حال اس خدائی تدبیر سے دریائے نیل میں پھینکے ہوئے حضرت موسیٰؑ اسی فرعون کے محل میں پرورش کے لیے پہنچ گئے جس کے ڈر سے ان کی ماں نے اپنے آغوش سے جدا کر کے ان کو دریا کی آغوش میں دیا تھا۔

ولتصنع على عيني یہاں حرف عطف بر بنائے قرینہ دلیل ہے کہ اس کا معطوف علیہ محذوف ہے......اس کو کھول دیجئے تو پوری بات یوں ہوگی کہ ہم نے تم پر اپنی محبت کا پرتو اس لیے ڈالا کہ تم سے تمہارے دشمن محبت کریں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تمہاری پرورش خاص ہماری نگرانی میں، ہماری آنکھوں کے سامنے ہو۔ظاہر ہے کہ اللہ کی محبت کا یہ پرتو ہی تھا جو حضرت موسیٰؑ کا محافظ بنا اور اس محافظ نے اس طرح ان کو محفوظ کر دیا کہ ان کو نہ صرف کہ کہ اپنے جانی دشمن سے کوئی خطرہ نہیں رہا بلکہ وہ دشمن ان کا گرویدہ بن گیا۔اس محافظ محبت کو اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنی آنکھ سے تعبیر فرمایا ہے گویا اپنی محبت کا پرتو ڈال کر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر اپنی حفاظت کا پہرہ بٹھا دیا۔[۳۱]

فرعون کی بیوی کا کردار

قرآن نے تابوت کے پکڑے جانے کی تفصیلات بیان نہیں کیں۔ بائبل کے مطابق فرعون کی بیٹی کو اس کی سہیلیوں نے تابوت نکال کر دیا۔اس کا بھی امکان ہے کہ فرعون اور اس کی بیوی سیر کر رہے ہوں اور انہوں نے اس ٹوکرے کو دیکھا ہو اور نکلوایا ہو یا محل کے عملے نے دریا سے نکال کر پیش کیا ہو اور قتل کا بھی مشورہ دیا ہو۔ یہ سب محض امکانات ہیں، یقینی بات اتنی ہے کہ فرعون کی بیوی کو بچے کو دیکھنے کے بعد اس کی موہنی صورت کی وجہ سے بے اختیار پیار آیا۔اس لیے اس سے نہ رہا گیا اور اس نے کہا کہ اسے قتل نہ کرو بلکہ لے کر پال لو۔ یہ جب ہمارے ہاں پرورش پائے گا اور ہم اسے اپنا بیٹا بنا لیں گے تو اسے کیا خبر ہوگی کہ میں اسرائیلی ہوں۔ یہ اپنے آپ کو آل فرعون کا ایک فرد سمجھے گا اور اس کی قابلیتیں بنی اسرائیل کی بجائے ہمارے کام آئیں گی۔ بائبل اور تلمود کا بیان ہے کہ وہ عورت جس نے حضرت موسیٰؑ کو پالنے اور بیٹا بنانے کے لئے کہا تھا فرعون کی بیٹی تھی لیکن قرآن صاف الفاظ میں اسے "امراۃ فرعون" (فرعون کی بیوی) کہتا ہے اور ظاہر ہے کہ صدیوں بعد مرتب کی ہوئی زبانی روایت کے مقابلہ میں براہ راست اللہ تعالیٰ کا بیان ہی قابل اعتماد ہے۔کوئی وجہ نہیں کہ اسرائیلی روایات سے خواہ مخواہ مطابقت پیدا کرنے کی خاطر عربی محاورہ کے خلاف "امراۃ فرعون" کے معنی" فرعون کے خاندان کی عورت" کیے جائیں۔[۳۲]

مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی کا خیال ہے کہ مورخین اس اختلاف کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ یہ ہوسکتا ہے کہ پانی میں بہتے ہوئے صندوق کو فرعون کی بیٹی نے اٹھایا ہو اور بیٹا بنانے کی آرزو اور فرعون سے اس بچہ کو قتل نہ کرنے اور خود پالنے کی خواہش کا اظہار اور فرعون سے سفارش فرعون کی بیوی (آسیہ) نے کی ہو۔[۳۳]

مولانا سیوہاروی نے قرآن کے انداز بیان کو اس رائے کے حق میں بطور استدلال بیان کیا ہے کیونکہ قرآن نے صندوق اٹھانے والوں کے لئے "آل فرعون" اور قتل نہ کرنے کی سفارش کرنے والے کے لئے "امراۃ فرعون" کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔[۳۴] لیکن بائبل کا پورا بیان پڑھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہاں فرعون کی بیوی کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ اس کے آخر میں ہے کہ ام موسیٰ اسے فرعون کی بیٹی کے پاس لائی اور وہ اسی کا بیٹا قرار پایا۔[۳۵]

سید مودودیؒ کی رائے زیادہ صائب ہے کہ براہ راست وحی الٰہی کا بیان زبانی روایات پر مبنی بیان سے زیادہ قابل اعتبار ہے اس لیے فرعون کی بیوی ہی کے مثبت رویہ کے باعث ہی موسیٰؑ کی جان بچی اور شاہی محل میں پرورش پانے کے مستحق بنے۔مشیت الٰہی کی تدبیر میں فرعون کی بیوی کا کردار طے شدہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سورہ تحریم میں اس کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. (۳۶)

اور اللہ ایمان والوں کے لئے مثال بیان کرتا ہے فرعون کی بیوی کی۔ جب کہ اس نے دعا کی: اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا اور مجھ کو نجات دے فرعون سے اور اس کے عمل سے اور مجھے نجات دے ظالموں کی قوم سے۔

بچے کا اپنی ماں کے پاس لوٹنا

مشیت الٰہی کی تدبیر میں صرف حضرت موسیٰؑ کو بچانا ہی نہ تھا بلکہ اسے ماں کے پاس لوٹانا بھی تھا کیونکہ اس کے بغیر مقاصد الٰہیہ کی تکمیل ممکن نہ تھی۔ اس عمر کے بچے کا ماں سے چھن جانا ایک ناقابل برداشت صدمہ ہے اور اگر ارادہ الٰہیہ کا فعال تصرف نہ ہوتا تو سارا منصوبہ الٹ سکتا تھا۔ ام موسیٰؑ کا حال یہ تھا کہ انہوں نے ایماء خداوندی سے دریا میں تو ڈال دیا لیکن غم سے کلیجہ پھٹا جا رہا تھا۔ ان کا دل صبر و قرار سے بالکل خالی ہو گیا قریب تھا کہ بے صبری میں ان سے کوئی ایسی بات صادر ہو جائے جس سے راز فاش ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو سنبھال لیا تاکہ جس دولت ایمان سے وہ بہرہ مند تھیں اس پر اس آزمائش میں بھی وہ ثابت قدم رہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ۭ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰي قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ. (۳۷)

اور موسیٰ کی ماں کا دل بالکل بے چین ہو گیا۔ قریب تھا کہ وہ اس راز کو ظاہر کر دیتی اگر ہم اس کے دل کو نہ سنبھالتے کہ وہ اہل ایمان میں سے بنی رہے۔

اس کے لیے دو تدابیر کی گئیں ایک تو ام موسیٰؑ نے اپنی بیٹی کو اس تابوت کی نگرانی پر مامور کیا اور دوسرے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر تمام عورتوں کا دودھ ممنوع کر دیا۔ یہی دو تدابیر بچے کو اپنی ماں کے پاس لانے کا باعث بنیں۔ پہلی تدبیر کے بارے میں قرآن کا بیان ہے:

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۡ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ. (۳۸)

اور اس نے اس کی بہن سے کہا کہ تو اس کے پیچھے پیچھے جا۔ تو وہ اس کو دور سے دیکھتی رہی اور ان لوگوں کو اس کی خبر نہ ہونے پائی۔

چنانچہ حضرت موسیٰؑ کی بہن لوگوں کی نظریں بچا کر ان کو دیکھتی رہی۔ بالآخر ان کو معلوم ہو گیا کہ صندوق فرعون کے محل کے پاس پہنچا اور وہاں دریا نے اس کو کنارے پر ڈال دیا اور فرعون اور اس کی بیوی نے بچے کو اٹھا لیا۔ دوسری تدبیر کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ۔ (۳۹)

اور ہم نے بچے پر پہلے ہی دودھ پلانے والوں کی چھاتیاں حرام کر رکھی تھیں۔

حضرت موسیٰؑ کی بہن جو نگرانی کر رہی تھیں وہ فرعون کے محل میں پہنچیں۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ بچے کو کسی دایہ کا دودھ پلانے کی کوشش کی جا رہی ہے لیکن بچہ مچلا ہوا ہے، وہ کسی کے چھاتی سے منہ ہی نہیں لگا تا۔ حضرت موسیٰؑ کی بہن نے فرعون کی بیوی کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ اگر آپ لوگ کہیں تو میں ایک ایسے گھر والوں کا پتہ دے سکتی ہوں جو اس بچے کی نہایت اچھی دیکھ بھال کریں گے اور بچے کو مانوس کر لیں گے۔ چونکہ حضرت موسیٰؑ کے دودھ نہ پینے کے سبب فرعون اور اس کے گھر والوں کو نہایت پریشانی تھی اس وجہ سے یہ تجویز مان لی گئی اور اس طرح حضرت موسیٰؑ پھر اپنی ماں کی آغوش میں پہنچ گئے۔ (۴۰) بائبل میں اسے ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

" تب اس کی بہن نے فرعون کی بیٹی سے کہا کہ کہیے تو میں جا کر عبرانی عورتوں میں سے ایک دائی تمہارے پاس لے آؤں تا کہ وہ تمہارے لیے اس لڑکے کو دودھ پلائے۔ فرعون کی بیٹی نے اس سے کہا کہ جا، وہ لڑکی گئی اور لڑکے کی ماں کو بلایا۔ فرعون کی بیٹی نے اس سے کہا کہ اس لڑکے کو لے اور اسے میرے لیے دودھ پلا، میں تجھے اجرت دوں گی۔ اس عورت نے لڑکے کو دودھ پلایا۔ (۴۱)

حضرت موسیٰؑ کی بہن نے نہ صرف اس تابوت پر نظر رکھی بلکہ مناسب موقع پر ایسی تجویز دی جو موسیٰؑ کی واپسی کا باعث بنی۔ ہمارے پاس تفصیلات موجود نہیں جس سے اندازہ کیا جا سکے کہ اس نے یہ تجویز کب اور کس وقت دی۔ سید مودودیؒ سورہ قصص کی آیت ۱۲ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "اس سے معلوم ہوا کہ فرعون کے محل میں بھائی کے پہنچ جانے کے بعد بہن گھر نہیں بیٹھ گئی بلکہ وہ اپنی اسی ہوشیاری کے ساتھ محل کے آس پاس چکر لگاتی رہی۔ پھر جب اسے پتہ چلا کہ بچہ کسی کا دودھ نہیں پی رہا اور ملکہ عالیہ پریشان ہیں کہ کوئی ایسی انا ملے جو بچے کو پسند آئے تو وہ ذہین لڑکی سیدھی محل میں پہنچ گئی اور جا کر کہا کہ میں ایک اچھی انا کا پتہ بتاتی ہوں جو اس بچے کو بڑے شفقت سے پالے گی۔ اس مقام پر یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ قدیم زمانے میں ان ممالک کے بڑے خاندانی لوگ بچوں کو اپنے ہاں پالنے کے بجائے عموماً اناؤں کے سپرد کر دیتے تھے اور وہ اپنے ہاں ان کی پرورش کرتی تھیں...... یہی طریقہ مصر میں بھی تھا اسی بنا پر حضرت موسیٰؑ کی بہن نے یہ نہیں کہا کہ میں ایک اچھی انا لا کر دیتی ہوں بلکہ یہ کہا کہ میں ایسے گھر کا پتہ بتاتی ہوں جس کے لوگ اس کی پرورش کا ذمہ لیں گے اور اسے خیر خواہی کے ساتھ پالیں گے۔" (۴۲)

مولانا اصلاحی نے سورہ طٰہٰ کی آیت ۴۰ کی تفسیر میں جو نکتہ بیان کیا ہے وہ اس کی عمدہ وضاحت ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

یہاں " اذ تمشی اختک فتقول " میں صیغے مضارع کے استعمال ہوئے ہیں۔ اس سے ذہن اس طرف جاتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی بہن کو بار بار فرعون کی بیوی کو مطمئن کرنے کے لئے ان کے پاس آنا جانا پڑا تب وہ اپنی تجویز پر ان کو راضی کرنے میں کامیاب ہوئیں اس طرح حضرت موسیٰؑ دوبارہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی ماں کے پاس پہنچے اور ماں کا کلیجہ ٹھنڈا ہوا۔ (۴۳)

ابتدائی زندگی

اس کے بعد کے حالات کے بارے میں کوئی تفصیلات مہیا نہیں۔ بائبل اتنا بتاتی ہے کہ حضرت موسیٰؑ جب کچھ بڑے ہوئے تو ام موسیٰؑ انہیں فرعون کی بیٹی کے سپرد کر گئیں کہ یہ اس کا بیٹا ہے اور چونکہ انہیں پانی سے نکالا گیا تھا اس لیے اس کا نام موسیٰ رکھا گیا (۴۴) قرآن نے حضرت موسیٰؑ کی پرورش اور فرعون کے ہاں واپسی کے بارے میں کچھ بیان نہیں کیا۔ البتہ یہ واضح ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی پرورش شاہی خاندان میں ہوئی اور ظاہر ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت میں وہ تمام طریقے اختیار کئے گئے ہوں گے جو شاہزادوں کی تعلیم و تربیت میں اختیار کئے جاتے ہیں۔ عہد نامہ جدید کی کتاب "اعمال" میں ہے کہ: موسیٰؑ نے مصریوں کے تمام علوم کی تعلیم پائی اور وہ کام اور کلام میں قوت والا تھا۔" (۴۵) تلمود کا بیان ہے کہ موسیٰؑ فرعون کے گھر میں ایک خوبصورت جوان بن کر اٹھے۔ شاہزادوں کا لباس پہنتے، شاہزادوں کی طرح رہتے اور لوگ ان کی نہایت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ وہ اکثر جشن کے علاقے میں جاتے جہاں اسرائیلیوں کی بستیاں تھیں اور ان تمام سختیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے جو ان کی قوم کے ساتھ قبطی حکومت کے ملازمین کرتے تھے۔ ان ہی کی کوششوں سے فرعون نے اسرائیلیوں کے لیے ہفتہ میں ایک دن کی چھٹی مقرر کی۔ انہوں نے فرعون سے کہا کہ دائما مسلسل کام کرنے کی وجہ سے یہ لوگ کمزور ہو جائیں گے اور حکومت ہی کا نقصان ہوگا۔ ان کی قوت بحال کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انہیں ہفتے میں ایک دن آرام کا دیا جائے۔ اسی طرح اپنی دانائی سے انہوں نے اور بہت سے ایسے کام کیے جن کی وجہ سے تمام ملک مصر میں ان کی شہرت ہوگئی۔ (۴۶) قرآن صرف ان کی عمر کی پختگی اور خدائی عطیہ علم و حکمت کی بات کرتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ. (۴۷)

اور جب موسیٰؑ اپنی پوری جوانی کو پہنچ گئے اور ان کا نشو و نما مکمل ہو گیا تو ہم نے اسے حکم اور علم عطا کیا۔ ہم نیک لوگوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔

قرآن یہاں ان کے ذہنی نشو و نما کی تکمیل کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ حکم سے مراد حکمت، دانائی، فہم و فراست اور قوت فیصلہ ہے اور علم سے مراد دینی اور دنیوی دونوں علوم ہیں۔ کیونکہ والدین کے ساتھ ربط ضبط قائم رہنے کی وجہ سے ان کو اپنے باپ دادا، (حضرت یوسفؑ، یعقوبؑ، اسحاقؑ اور ابراہیمؑ) کی تعلیمات سے بھی واقفیت حاصل ہوگئی تھی اور بادشاہ وقت کے ہاں شاہزادے کی حیثیت سے پرورش پانے کے باعث ان کو وہ تمام دنیوی علوم بھی حاصل ہوئے جو اس زمانے کے اہل مصر میں متداول تھے۔ اس حکم اور علم کے عطیہ سے مراد نبوت کا عطیہ نہیں ہے کیونکہ حضرت موسیٰؑ کو نبوت تو اس کے کئی سال بعد عطا فرمائی جیسا کہ آگے آ رہا ہے اور اس سے پہلے سورہ شعراء میں بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان ہو چکا ہے۔ (۴۸)

مولانا اصلاحی کے بقول جب حضرت موسیٰؑ جسمانی اعتبار سے جوانی کو اور عقلی و مزاجی اعتبار سے اعتدال و توازن کی عمر کو پہنچے۔ یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ جوانی بجائے خود کوئی بڑی وقیع چیز نہیں ہے، اگر اس کے ساتھ عقلی و مزاجی اعتدال کا جمال نہ ہو.....فرمایا جب حضرت موسیٰؑ جوانی کو پہنچے اور ان کی عقل اور ان کے مزاج میں اعتدال و توازن آ گیا تو ہم نے ان کو حکمت و معرفت سے نوازا۔ وکذلک نجزی المحسنین جو لوگ خوب کار ہوتے ہیں ہم ان کو اسی طرح صلہ دیا کرتے ہیں۔ محسنین سے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو ان کے صحیح مصرف میں صحیح طریقہ پر استعمال کرتے ہیں۔ (۴۹)

قرآن نے پوری جوانی اور نشو و نما کی تکمیل یا مزاج کے اعتدال و توازن کا ذکر کیا ہے لیکن عمر کا تعین نہیں کیا۔ یہودی روایات میں ان کی عمر ۱۸ سال بیان کی گئی ہے۔ کسی نے ۲۰ سال لکھی ہے اور عہد نامہ جدید میں ۴۰ سال بیان کی گئی ہے۔ (۵۰) ان کی زندگی کا یہی مرحلہ ہے جہاں ایک خاص واقعہ پیش آتا ہے اور زندگی نیا موڑ مڑتی ہے۔

قبطی کا قتل اور حضرت موسیٰؑ کا مصر سے خروج

بائبل اور قرآن مجید دونوں نے اس واقعہ کو اپنے اپنے انداز سے بیان کیا ہے۔ ہم پہلے بائبل کا بیان نقل کرتے ہیں:

جب موسیٰ بڑا ہوا تو باہر اپنے بھائیوں کے پاس گیا اور ان کی مشقتوں پر اس کی نظر پڑی اور اس نے دیکھا کہ ایک مصری اس کے ایک عبرانی بھائی کو مار رہا ہے۔ پھر اس نے ادھر ادھر نگاہ کی اور جب دیکھا کہ وہاں کوئی دوسرا آدمی نہیں ہے تو اس مصری کو جان سے مار کر اسے ریت میں چھپا دیا۔ پھر دوسرے دن وہ باہر گیا اور دیکھا کہ دو عبرانی آپس میں مار پیٹ کر رہے ہیں۔ تب اس نے اسے جس کا قصور تھا کہا کہ تو اپنے ساتھی کو مارتا ہے۔ اس نے کہا تجھے کس نے ہم پر حاکم یا منصف مقرر کیا؟ کیا جس طرح تو نے اس مصری کو مار ڈالا مجھے بھی مار ڈالنا چاہتا ہے؟ تب موسیٰ یہ سوچ کر ڈرا کہ بلا شک یہ بھید فاش ہو گیا۔ جب فرعون نے یہ سنا تو چاہا کہ موسیٰؑ کو قتل کرے پر موسیٰؑ فرعون کے حضور سے بھاگ کر ملک مدیان میں جا بسا۔ وہاں وہ ایک کنوئیں کے نزدیک بیٹھا تھا۔ اور مدیان کے کاہن کی سات بیٹیاں تھیں۔ وہ آئیں اور پانی بھر بھر کر کٹھروں میں ڈالنے لگیں تا کہ اپنے باپ کی بھیڑ بکریوں کو پلائیں۔ اور گڈریے آ کر ان کو بھگانے لگے لیکن موسیٰ کھڑا ہو گیا اور اس نے ان کی مدد کی اور ان کی بھیڑ بکریوں کو پانی پلایا۔ اور جب وہ اپنے باپ رعوایل کے پاس لوٹیں تو اس نے پوچھا کہ آج تم اس قدر جلد کیسے آ گئیں؟ انہوں نے کہا کہ ایک مصری نے ہم کو گڈریوں کے ہاتھ سے بچایا اور ہمارے بدلے پانی بھر بھر کر بھیڑ بکریوں کو پلایا۔ اس نے اپنی بیٹیوں سے کہا کہ وہ آدمی کہاں ہے؟ تم اسے کیوں چھوڑ آئیں؟ اسے بلا لاؤ کہ روٹی کھائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور موسیٰؑ اس شخص کے ساتھ رہنے کو راضی ہو گیا۔ تب اس نے اپنی بیٹی صفورہ موسیٰؑ کو بیاہ دی اور اس کے ایک بیٹا ہوا اور موسیٰؑ نے اس کا نام جیرسوم یہ کہہ کر رکھا کہ میں اجنبی ملک میں مسافر ہوں۔ (۵۱)

اس واقعہ کو قرآن مجید نے سورہ قصص میں مفصل اور سورہ طٰہٰ میں اشارۃً بیان کیا ہے۔ سورہ طٰہٰ میں اسلوب بیان مختلف ہے کیونکہ وہاں اللہ کے انعامات کا تذکرہ ہو رہا ہے اور حضرت موسیٰؑ کو یاد کرایا جا رہا ہے کہ کس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی نگرانی اور اس کی رحمتوں کے سائے میں پلے بڑھے ہیں۔ فرمایا:

وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى. (۵۲)

اور تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا تو ہم نے تم کو غم سے نجات دی اور ہم نے تم کو خوب خوب پرکھا۔ پھر کئی سال اہل مدین میں رہے۔ پھر خاص اندازہ کئے ہوئے وقت پر تم یہاں پہنچے۔

سورہ قصص میں واقعہ کا تفصیلی بیان کچھ یوں ہے:

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ○ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَغَفَرَلَهٗ اِنَّهٗ هُوَالْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ○ فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ○ فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًام بِالْاَمْسِ. اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ○ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ○ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ○ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ○ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ○ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ○ قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ. فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ○ (۵۳)

(ایک روز) وہ شہر میں ایسے وقت میں داخل ہوا جبکہ اہل شہر غفلت میں تھے وہاں اس نے دیکھا کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں۔ ایک اس کی اپنی قوم کا تھا اور دوسرا دشمن قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی قوم کے آدمی نے دشمن قوم والے کے خلاف اسے مدد کے لیے پکارا۔ موسیٰؑ نے اس کو ایک گھونسا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا (یہ حرکت سرزد ہوتے ہی) موسیٰؑ نے کہا "یہ شیطان کی کارفرمائی ہے وہ سخت دشمن اور کھلا گمراہ کن ہے" پھر وہ کہنے لگا" اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کر ڈالا، میری مغفرت فرما دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی وہ غفور رحیم ہے۔ موسیٰؑ نے عہد کیا کہ "اے میرے رب یہ احسان تو نے مجھ پر کیا ہے اس کے بعد میں اب کبھی مجرموں کا مددگار نہ بنوں گا۔ دوسرے روز وہ صبح سویرے ڈرتا اور ہر طرف سے خطرہ بھانپتا ہوا شہر میں جا رہا تھا کہ یکا یک کیا دیکھتا ہے کہ وہ شخص جس نے کل اسے مدد کے لئے پکارا تھا آج پھر اسے پکار رہا ہے۔ موسیٰؑ نے کہا تو بڑا ہی بہکا ہوا آدمی ہے۔ پھر جب موسیٰؑ نے ارادہ کیا کہ دشمن قوم کے اس آدمی پر حملہ کرے تو وہ پکار اٹھا" کیا آج تو مجھے اسی طرح قتل کرنے لگا ہے جس طرح کل ایک شخص کو قتل کر چکا ہے، تو اس ملک میں جبار بن کر رہنا چاہتا ہے اصلاح کرنا نہیں چاہتا۔" اس کے بعد ایک آدمی شہر کے پرلے سرے سے دوڑتا ہوا آیا اور بولا "موسیٰ سرداروں میں تیرے قتل کے مشورے ہو رہے ہیں، یہاں سے نکل جا، میں تیرا خیر خواہ ہوں۔" یہ خبر سنتے ہی موسیٰ ڈرتا اور سہتا نکل کھڑا ہوا اور اس نے دعا کی کہ " اے میرے رب مجھے ظالموں سے بچا" (مصر سے نکل کر) جب موسیٰؑ نے مدین کا رخ کیا تو اس نے کہا "امید ہے کہ میرا رب مجھے ٹھیک راستے پر ڈال دے گا، اور جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان سے الگ ایک طرف دو عورتیں اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں۔ موسیٰؑ نے ان عورتوں سے پوچھا" تمہیں کیا پریشانی ہے"؟ انہوں نے کہا ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں جب تک یہ چرواہے اپنے جانور نہ نکال لے جائیں اور ہمارے والد ایک بہت بوڑھے آدمی ہیں۔ یہ سن کر موسیٰؑ نے ان جانوروں کو پانی پلا دیا۔ پھر ایک سائے کی جگہ جا بیٹھا اور بولا "پروردگار، جو خیر بھی تو مجھ پر نازل کر دے میں اس کا محتاج ہوں۔" (کچھ دیر نہ گزری تھی) کہ ان دونوں عورتوں میں سے ایک شرم و حیا کے ساتھ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی اور کہنے لگی "میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ آپ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے لیے جانوروں کو پانی جو پلایا ہے اس کا اجر آپ کو دیں۔ موسیٰؑ جب اس کے پاس پہنچا اور اپنا سارا قصہ اسے سنایا تو اس نے کہا" کچھ خوف نہ کرو، اب تم ظالم لوگوں سے بچ نکلے ہو۔" ان دونوں عورتوں میں سے ایک نے اپنے باپ سے کہا" ابا جان، اس شخص کو نوکر رکھ لیجیے۔ بہترین آدمی جسے آپ ملازم رکھیں وہی ہوسکتا ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو۔ اس کے باپ نے موسیٰؑ سے کہا" میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں بشرطیکہ تم آٹھ سال تک میرے ہاں ملازمت کرو۔ اور اگر دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری مرضی ہے۔ میں تم پر سختی نہیں کرنا چاہتا۔ تم ان شاء اللہ مجھے نیک آدمی پاؤ گے۔ موسیٰؑ نے جواب دیا" یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہوگئی۔ ان دونوں مدتوں میں سے جو بھی میں پوری کروں اس کے بعد پھر کوئی زیادتی مجھ پر نہ ہو، اور جو کچھ قول وقرار ہم کر رہے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے۔

قرآن مجید کا بیان واضح اور پیغمبر کے شایان شان اور مشیت الٰہی کی اسکیم کے عین مطابق ہے۔ حضرت موسیٰؑ کو اگلے مرحلے کے لیے راستہ مہیا کیا جارہا ہے۔ تاہم قرآن مجید کی بعض آیات اور واقعہ میں بیان کردہ بعض مقامات کی توضیح کتب تفسیر میں موجود ہے۔ ہم یہاں بعض مقامات کی وضاحت تدبر قرآن اور تفہیم القرآن کی تشریحات سے کرنا چاہیں گے۔ اس طرح حضرت موسیٰؑ کی حیات مبارکہ کا یہ حصہ اور زیادہ واضح ہو جائے گا۔ قرآنی بیان کی ابتداء میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰؑ لوگوں کی بے خبری میں شہر میں داخل ہوئے۔ مولانا اصلاحی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> مدینہ سے مراد اصل شہر ہے جو شرفاء و اعیان کا مرکز اور حکومت کا مستقر تھا۔ بنی اسرائیل کی حیثیت چونکہ غلاموں اور خدمت گاروں کی تھی اسی وجہ سے ان کی بستی اصل شہر سے الگ بسائی گئی تھی۔ وہ صرف مزدوروں اور خدمت گاروں کی طرح کام کے اوقات میں شہر جایا کرتے تھے۔ موسیٰؑ جب جوان ہوئے ...... تو وہ وقتاً فوقتاً شہر میں اپنے مظلوم بھائیوں کا حال دیکھنے کے لیے جانے لگے۔ (۵۴) جب موسیٰؑ شہر گئے تو ہوسکتا ہے وہ صبح سویرے کا وقت ہو یا گرمی میں دوپہر کا، یا سردیوں میں رات کا بہر حال مراد یہ ہے کہ جب سڑکیں سنسان تھیں اور شہر میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ (۵۵) قرآن کے مطابق موسیٰؑ نے غیر ارادی قتل پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور پروردگار نے معاف فرمایا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کے معافی مانگنے پر یہ نہیں فرمایا کہ تم بے قصور ہو، قبطی ظالم آدمی تھا، بلکہ ان کو غلطی کا مرتکب قرار دیتے ہوئے معافی دی تو اس سے وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ معلوم ہوتا ہے میں نے مظلوم کی حمایت کرنی چاہی لیکن معاملہ تحقیق نہ کرنے کے سبب سے مجھ سے ظالم کی حمایت صادر ہوگئی اس وجہ سے آئندہ کے لیے آپ نے یہ عہد فرمایا کہ اب میں بلا تحقیق کسی کی حمایت نہ کروں گا۔ بلکہ صرف اس کی حمایت کروں گا جس کا مظلوم ہونا معلوم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو۔ (۵۶)

حضرت موسیٰؑ کا یہ عہد کہ " اس کے بعد میں کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا۔" ایک اہم بیان ہے جس کی تفسیر میں قدیم و جدید مفسرین نے توجہ کی ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس پر ایک جامع نوٹ لکھا ہے جس سے نہ صرف حضرت موسیٰؑ کے مزاج کا پتہ چلتا ہے بلکہ دعوت کے کارکن کے لیے ایک رہنما اصول بھی مستنبط ہوتا ہے۔ سید مودودیؒ لکھتے ہیں:

" حضرت موسیٰؑ کا یہ عہد بہت وسیع الفاظ میں ہے۔ اس سے مراد صرف یہی نہیں ہے کہ میں کسی مجرم فرد کا مددگار نہیں بنوں گا، بلکہ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ میری امداد واعانت کبھی ان لوگوں کے ساتھ نہ ہوگی جو دنیا میں ظلم و ستم کرتے ہیں۔ ابن جریر اور متعدد دوسرے مفسرین نے اس کا یہ مطلب بالکل ٹھیک لیا ہے کہ اس روز حضرت موسیٰ نے فرعون اور اس کی حکومت سے قطع تعلق کر لینے کا عہد کر لیا، کیونکہ وہ ایک ظالم حکومت تھی اور اس نے خدا کی زمین پر ایک مجرمانہ نظام قائم کر رکھا تھا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ کسی ایمان دار آدمی کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ ایک ظالم سلطنت کا کل پرزہ بن کر رہے اور اس کی حشمت و طاقت میں اضافے کا موجب بنے۔

علماء نے بالعموم حضرت موسیٰؑ کے اس عہد سے یہ استدلال کیا ہے کہ ایک مومن کو ظالم کی اعانت سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے، خواہ وہ ظالم فرد ہو، یا گروہ، یا حکومت و سلطنت، مشہور تابعی عطاء بن ابی رباح سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ میرا بھائی بنی امیہ کی حکومت میں کوفے کے گورنر کا کاتب (سیکرٹری) ہے۔ معاملات کے فیصلے کرنا اس کا کام نہیں ہے البتہ جو فیصلے کیے جاتے ہیں وہ اس کے قلم سے جاری ہوتے ہیں۔ یہ نوکری وہ نہ کرے تو مفلس ہو جائے۔ حضرت عطاء نے جواب میں یہی آیت پڑھی اور فرمایا: تیرے بھائی کو چاہیے کہ اپنا قلم پھینک دے، رزق دینے والا اللہ ہے۔

ایک اور کاتب نے عامر شعبی سے پوچھا: اے ابوعمرو، میں بس احکام لکھ کر جاری کرنے کا ذمہ دار ہوں فیصلے کرنے کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ کیا یہ رزق میرے لیے جائز ہے؟ انہوں نے کہا" ہوسکتا ہے کہ کسی بے گناہ کے قتل کا فیصلہ کیا جائے اور وہ تمہارے قلم سے جاری ہو۔ ہوسکتا ہے کہ کسی کا مال ناحق ضبط کیا جائے یا کسی کا گھر گرانے کا حکم دیا جائے اور وہ تمہارے قلم سے جاری ہو۔ پھر امام موصوف نے یہ آیت پڑھی جسے سنتے ہی کاتب نے کہا: آج کے بعد میرا قلم بنی امیہ کے احکام جاری کرنے میں استعمال نہ ہوگا۔" امام نے کہا:" پھر اللہ بھی تمہیں رزق سے محروم نہ فرمائے گا۔ ضحاک کو تو عبدالرحمٰن بن مسلم نے صرف اس خدمت پر بھیجنا چاہا تھا کہ وہ بخارا کے لوگوں کی تنخواہیں جا کر بانٹ آئیں مگر انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ ان کے دوستوں نے کہا آخر اس میں کیا حرج ہے؟ انہوں نے کہا۔ میں ظالموں کے کسی کام میں مددگار نہیں بننا چاہتا (روح المعانی، ۲۰/۴۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابوحنیفہؒ کا یہ واقعہ ان کے تمام مستند سوانح نگاروں، الموفق المکی، ابن البزاز الکروری، ملا علی قاری وغیرھم نے لکھا ہے کہ انہی کی تلقین پر منصور کے کمانڈر انچیف حسن بن قحطبہ نے یہ کہہ کر اپنے عہدے سے استعفیٰ دیا تھا کہ آج تک میں نے آپ کی سلطنت کی حمایت کے لیے جو کچھ کیا ہے یہ اگر خدا کی راہ میں تھا تو میرے لیے بس اتنا ہی کافی ہے لیکن اگر یہ ظلم کی راہ میں تھا تو میں اپنے نامہ اعمال میں مزید جرائم کا اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔ (۵۷)

حضرت موسیٰؑ نے دوسرے دن اس اسرائیلی کو قبطی سے لڑتے ہوئے دیکھا اور اس نے مدد کے لیے پکارا تو انہوں نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا کہ تو بہکا ہوا آدمی ہے۔ تاہم قبطی کو پکڑنے کی کوشش کی تو اسرائیلی نے گھبراہٹ کے عالم میں شور مچایا اور گزشتہ روز کے قتل کا راز فاش کر دیا۔ بائبل کا بیان یہاں قرآن کے بیان سے مختلف ہے۔ بائبل کہتی ہے کہ دوسرے دن جھگڑا دو اسرائیلیوں کے درمیان تھا لیکن قرآن کہتا ہے کہ یہ جھگڑا بھی اسرائیلی اور مصری کے درمیان ہی تھا۔ قرین قیاس بھی یہی دوسرا بیان معلوم ہوتا ہے کیونکہ پہلے دن کے قتل کا راز فاش ہونے کی جو صورت آگے بیان ہو رہی ہے وہ اسی طرح رونما ہوسکتی تھی کہ مصری قوم کے ایک شخص کو اس واقعہ کی خبر ہو جاتی۔ ایک اسرائیلی کے علم میں اس کے آجانے سے یہ امکان کم تھا کہ اپنی قوم کے پشتی بان شہزادے کے اتنے بڑے قصور کی اطلاع پاتے ہی وہ جا کر فرعونی حکومت میں اس کی مخبری کر دیتا۔ (۵۸)

راز افشا ہونے کے بعد فرعونیوں کی آتش غضب پوری طرح ان کے خلاف بھڑک اٹھی اور وہ ان کے قتل کے منصوبے بنانے لگے تو ایک خاص شخص کو اس کا علم ہوا اور وہ بھاگا ہوا حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا اور انہیں مشورہ دیا کہ یہاں سے نکل جانے میں ہی خیر ہے۔ اس شخص سے متعلق یہاں تفصیل نہیں ہے لیکن سورہ مومن میں ایک مومن آل فرعون کا ذکر بڑی تفصیل سے آیا ہے۔ ان کا تعلق شاہی خاندان سے تھا۔ یہ ابتداء ہی سے حضرت موسیٰؑ کے خیر خواہوں میں سے تھے...... انہوں نے اعیان حکومت کے سامنے حضرت موسیٰؑ کی بڑی پُرزور حمایت کی۔ ان وجوہ سے ظن غالب یہ ہے کہ یہ اشارہ بھی انہی کی طرف ہے۔ (۵۹) حضرت موسیٰؑ وہاں سے مدین کی طرف جاتے ہیں۔ قرآن کے اسلوب کلام سے یہ بات نکلتی ہے کہ حضرت موسیٰؑ جس وقت مصر سے نکلے ہیں اس وقت انہوں نے اپنے سفر کی منزل متعین نہیں کی تھی۔ یہ فیصلہ انہوں نے بعد میں کیا کہ انہیں مدین کی طرف جانا چاہیے اور مدین کے معاملے میں بھی یہ بات ان کے ذہن میں واضح نہیں تھی کہ انہیں کس کے پاس اور کس مقام پر جانا چاہیے بلکہ بغیر کسی تعین کے مدین کی سمت کو اس امید کے ساتھ چل کھڑے ہوئے کہ رب کریم وکارساز سیدھی راہ کی طرف راہنمائی فرمائے گا اور کسی مستقر پر پہنچائے گا۔ (۶۰)

بائبل کا بیان اس امر میں قرآن سے متفق ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے مصر سے نکل کر مدین کا رخ کیا تھا لیکن تلمود یہ بے سروپا قصہ بیان کرتی ہے کہ حضرت موسیٰؑ مصر سے بھاگ کر حبش چلے گئے اور وہاں بادشاہ کے مقرب ہو گئے اور پھر اس کے مرنے پر لوگوں نے ان کو اپنا وارث بنا لیا اور اس کی بیوہ سے ان کی شادی کر دی۔ ۴۰ سال گزر جانے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد اس عورت نے حبش کے باشندوں سے شکایت کی کہ اس شخص نے آج تک نہ تو مجھ سے زن وشو کا تعلق رکھا ہے اور نہ کبھی حبش کے دیوتاؤں کی پرستش کی ہے اس پر امرائے سلطنت نے انہیں معزول کر کے اور بہت سا مال دے کر ملک سے باحترام رخصت کر دیا۔ تب وہ حبش سے مدین پہنچے اور وہ واقعات پیش آئے جو آگے بیان ہو رہے ہیں۔ اس وقت ان کی عمر ۶۷ سال تھی۔ اس قصے کے بے سروپا ہونے کی ایک کھلی دلیل یہ ہے کہ اس قصے میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ اس زمانے میں اسیریا (شمالی عراق) پر حبش کی حکومت تھی، اور اسیریا والوں کی بغاوتیں کچلنے کے لیے حضرت موسیٰؑ نے بھی اور ان کے پیش رو بادشاہ نے بھی فوجی چڑھائیاں کی تھیں۔ اب جو شخص بھی تاریخ جغرافیہ سے کوئی واقفیت رکھتا ہو وہ نقشے پر ایک نگاہ ڈال کر دیکھ سکتا ہے کہ اسیریا پر حبش کا تسلط اور حبش فوج کا حملہ یا تو اس صورت میں ہو سکتا تھا کہ مصر اور فلسطین وشام پر اس کا قبضہ ہوتا یا پورا ملک عرب اس کے زیر نگیں ہوتا، یا حبش کا بیڑا ایسا زبردست ہوتا کہ وہ بحر ہند اور خلیج فارس کو عبور کر کے عراق فتح کر لیتا۔ تاریخ اس ذکر سے خالی ہے کہ کبھی حبشیوں کو ان ممالک پر تسلط حاصل ہوا ہو۔ یا ان کی بحری طاقت اتنی زبردست رہی ہو۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کا علم خود اپنی تاریخ کے بارے میں کتنا ناقص تھا اور قرآن ان کی غلطیوں کی تصحیح کر کے صحیح واقعات کیسی منقح صورت میں پیش کرتا ہے۔ لیکن عیسائی یہودی مستشرقین کو یہ کہتے ذرا شرم نہیں آتی کہ قرآن نے یہ قصے بنی اسرائیل سے نقل کر لیے ہیں۔ (۶۱)

واضح رہے کہ اس زمانہ میں مدین فرعون کی سلطنت سے باہر تھا۔ مصر کی حکومت پورے جزیرہ نمائے سینا پر نہ تھی بلکہ صرف اس کے مغربی اور جنوبی علاقے تک محدود تھی۔ خلیج عقبہ کے مشرقی اور مغربی سواحل جن پر بنی مدیان آباد تھے، مصری اثر واقتدار سے بالکل آزاد تھے۔ اسی بنا پر حضرت موسیٰ نے مصر سے نکلتے ہی مدین کا رخ کیا تھا کیونکہ قریب ترین آزاد اور آباد علاقہ وہی تھا۔ لیکن وہاں جانے کے لیے انہیں گزرنا بہرحال مصر کے مقبوضہ علاقوں ہی سے تھا اور مصر کی پولیس اور فوجی چوکیوں سے بچ کر نکلنا تھا۔ اسی لیے انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے ایسے راستے پر ڈال دے جس سے میں صحیح وسلامت پہنچ جاؤں۔ (۶۲)

مدین میں ورود

حضرت موسیٰؑ مدین پہنچے تو اس کے کنویں یا چشمے پر بیٹھ گئے۔ یہ مقام جہاں حضرت موسیٰؑ پہنچے تھے عربی روایات کے مطابق خلیج عقبہ کے غربی ساحل پر مقنا سے چند میل بجانب شمال واقع تھا۔ سید مودودیؒ کے بقول "آج کل اسے البدع کہتے ہیں اور وہاں ایک چھوٹا سا قصبہ آباد ہے میں نے دسمبر ۱۹۵۹ء میں تبوک سے عقبہ جاتے ہوئے اس جگہ کو دیکھا ہے۔ مقامی باشندوں نے مجھے بتایا کہ ہم باپ دادا سے یہی سنتے چلے آئے ہیں کہ مدین اسی جگہ واقع تھا۔" (۶۳) وہاں انہوں نے دیکھا کہ چرواہوں کی ایک بھیڑ اپنے اپنے گلوں کو پانی پلا رہی ہے اور دو عورتیں اپنے گلے روکے ہوئے ان سے پرے کھڑی ہیں۔ لفظ "تـــــذودان" سے یہ بات نکلتی ہے کہ ان کا گلہ تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھاٹ پر پہنچ کر پانی پینے کی خاطر آگے بڑھنے کے لیے زور لگا رہا ہے لیکن ان بے چاریوں کو زبردستی اس کو پیچھے ہٹانا پڑ رہا ہے۔ انہوں نے ان سے پوچھا کہ تمہارے سامنے کیا مشکل ہے؟ یہاں آکر تم اپنے گلے کو کیوں روکے کھڑی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے باپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ گلے کی دیکھ بھال ہمیں کرنی پڑ رہی ہے اور ہمارے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ اس بھیڑ کے اندر گھس کر اپنے گلے کو پانی پلا سکیں اس وجہ سے ہمیں چرواہوں کے واپس ہونے تک انتظار کرنا پڑتا ہے۔ جب تک وہ اپنے گلے ہٹا نہ لیں ہم اپنے گلے کو پانی نہیں پلا سکتے۔ ان شریف زادیوں کی یہ بات سن کر حضرت موسیٰؑ کا جذبہ حمایت ضعیف بھڑک اٹھا۔ وہ اٹھے اور ان کی بکریوں کو انہوں نے پانی پلایا۔ اور پانی پلا کر پھر اسی سایہ میں آکر بیٹھ گئے جس کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے اور دعا فرمائی: (۶۴)

رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر۔ (۶۵)

اے رب جو چیز بھی تو میرے لیے نازل فرمائے اس کا محتاج ہوں۔

بائبل کا بیان مختلف ہے اس کے مطابق بیبیوں نے حوض کو پانی سے بھر لیا تھا مگر دوسرے لوگوں نے زبردستی ان کو ہٹا کر اپنے جانوروں کو پانی پلانا شروع کر دیا، یہ دیکھ کر موسیٰؑ کو غصہ آیا۔ اسی طرح بائبل میں ہے کہ شیخ مدین کی سات بیٹیاں تھیں۔ (۶۶)

شیخ مدین کے ہاں حاضری

جیسا کہ بائبل میں ہے اس روز صاحبزادیاں چونکہ معمول کے خلاف وقت سے پہلے فارغ ہو کر گھر پہنچ گئیں اس لیے والد نے ان سے پوچھا کہ آج تم اتنی جلدی کیسے چلی آئیں؟ اس پر انہوں نے بتایا کہ آج ایک مصری نے ہم پر احسان کیا کہ اس نے ہماری بکریوں کو خود بھر کر پانی پلا دیا۔ والد نے ان سے فرمایا تم نے ان کو چھوڑ کیوں دیا؟ جا کر ان کو بلا لاؤ کہ ہمارے ہاں روٹی کھائیں۔ (۶۷) حضرت موسیٰؑ ابھی سایہ میں بیٹھے ہی تھے کہ ان میں سے ایک صاحبزادی لجاتی شرماتی ہوئی آئیں اور بولیں آپ کو ہمارے والد ماجد بلاتے ہیں کہ آپ نے ہماری بکریوں کو جو پانی پلایا ہے اس کا آپ کو صلہ دیں۔ حضرت موسیٰؑ اس وقت اس طرح کی کسی مدد کے نہایت محتاج تھے۔ اس کو انہوں نے تائید غیبی سمجھا اور فوراً اس کے ساتھ ہو لیے۔ (۶۸) قرآن نے اس بی بی کے آنے کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

فَجَآءَتۡهُ اِحۡدٰىهُمَا تَمۡشِىۡ عَلَى اسۡتِحۡيَآءٍ (۶۹)

یعنی ان دونوں عورتوں میں سے ایک شرم وحیا کے ساتھ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی۔

وہ حضرت موسیٰؑ کو بلانے آئیں تو شرماتی ہوئی آئیں یعنی یہ نہیں کیا کہ آکر بے دھڑک حضرت موسیٰؑ کے سامنے کھڑی ہو جائیں بلکہ سمٹی سمٹائی، کپڑوں کو سنبھالے اور اپنی احتیاط کی جگہوں کو محفوظ کیے ہوئے آئیں۔ (۷۰)

حضرت عمرؓ نے اس فقرے کی یہ تشریح کی ہے:

جاءت تمشی علی استحیاء قائلة بثوبها علی وجهها لیست بسلفع من النساء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلاجة ولاجة خراجة

وہ شرم وحیاء کے ساتھ چلتی ہوئی اپنا منہ گھونگھٹ سے چھپائے ہوئے آئی۔ان بے باک عورتوں کی طرح مردانہ وار نہیں چلی آئی جو ہر طرف نکل جاتی اور ہر جگہ جا گھستی ہیں۔

اس مضمون کے متعدد روایات سعید بن منصور، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن المنذر نے معتبر سندوں کے ساتھ حضرت عمرؓ سے نقل کی ہیں۔اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے عہد میں حیاداری کا اسلامی تصور جو قرآن اور نبی کریم ﷺ کی تعلیم وتربیت سے ان بزرگوں نے سمجھا تھا، چہرے کو اجنبیوں کے سامنے کھولے پھرنے اور گھر سے باہر بے باکانہ چلت پھرت دکھانے کے قطعاً خلاف تھا۔(۷۱) مولانا اصلاحی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اب سوال یہ ہے کہ واقعہ کی یہ جزئیات قرآن نے اس جزرسی کے ساتھ کیوں بیان فرمائی ہیں؟اس کا جواب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ قرآن یہ قوم پر یہ نمایاں کرنا چاہتا ہے کہ شریفانہ زندگی کے عادات واطوار کیا ہیں اور شریف بی بی کو مردوں کے معاملے میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیئے۔یہی شریفانہ عادات واطوار ہیں جن کو قرآن نے ایک ضابطہ کی صورت میں سورہ نور اور سورہ احزاب میں ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔(۷۲) حضرت موسیٰؑ شیخ مدین کی دعوت پرا ن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو اپنی ساری داستان سنائی۔انہوں نے سارا ماجرا سن کر فرمایا:

لا تخف نجوت من القوم الظالمين

اب تم کوئی خوف نہ کرو خدا نے تمہیں ظالموں سے نجات دی۔

یہ بشارت حضرت موسیٰؑ کی دعا کا جواب تھی جو انہوں نے بدیں الفاظ مانگی تھی:

رب نجني من القوم الظالمين

پروردگار مجھے ان ظالموں کے شر سے نجات دے۔

شیخ سے رشتہ مصاہرت

مولانا اصلاحی نے احدهما کے اعادے سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ شیخ کی دوسری صاحبزادی نے والد سے سفارش کی کہ انہیں ملازم رکھ لیا جائے۔اور ملازم کی صفات بیان کرتے ہوئے القوى الامين کے الفاظ استعمال کیے۔صاحبزادی نے حضرت موسیٰؑ کی مروت، بے نیازی اور پاکیزہ نگاہی کا تجربہ تو خود ہی کر لیا تھا پھر ان کی فتوت کی وہ سرگزشت جو حضرت موسیٰؑ نے سنائی تھی اس سے ان پر یہ حقیقت بالکل واضح ہوگئی کہ اس عزم وہمت کے آدمی کے اندر اگر امانت ودیانت نہ ہوگی تو بھلا کس میں ہوگی۔(۷۳)

مولانا سیوہاروی کے مطابق شیخ مدین اور حضرت موسیٰؑ کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی کہ بیٹی نے سفارش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی۔ (۷۴) جبکہ سید مودودیؒ کے بقول: "ضروری نہیں کہ یہ بات لڑکی نے اپنے باپ سے حضرت موسیٰؑ کی پہلی ملاقات کے وقت ہی کہہ دی ہو۔ اغلب یہ ہے کہ اس کے والد نے اجنبی مسافر کو ایک دوروز اپنے پاس ٹھہرالیا ہوگا اور اس دوران میں کسی وقت بیٹی نے باپ کو یہ مشورہ دیا ہوگا۔ اس مشورے کا مطلب یہ تھا کہ آپ کی کبرسنی کے باعث مجبوراً ہم لڑکیوں کا کام کے لئے نکلنا پڑتا ہے۔ ہمارا کوئی بھائی نہیں ہے کہ باہر کے کام کو سنبھالے۔ آپ اس شخص کو ملازم رکھ لیں۔ مضبوط آدمی ہے ہر طرح کی مشقت کرلے گا بھروسے کے قابل آدمی ہے محض اپنی شرافت کی بنا پر اس نے ہم عورتوں کو بے بس کھڑا دیکھ کر ہماری مدد کی اور کبھی ہماری طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ بیٹی کی بات سنتے ہی باپ نے فوراً حضرت موسیٰؑ سے یہ بات کہہ دی ہو۔ قیاس چاہتا ہے کہ انہوں نے بیٹی کے مشورے پر غور کرنے کے بعد یہ رائے قائم کی ہوگی کہ آدمی شریف سہی مگر جوان بیٹیوں کے گھر میں ایک جوان، تندرست و توانا آدمی کو یونہی ملازم رکھ چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔ جب یہ شریف، تعلیم یافتہ، مہذب اور خاندانی آدمی ہے (جیسے کہ حضرت موسیٰؑ کا قصہ سن کر انہیں معلوم ہو چکا ہوگا) تو کیوں نہ اسے داماد بنا کر ہی گھر میں رکھا جائے۔ اس رائے پر پہنچنے کے بعد انہوں نے کسی مناسب وقت پر حضرت موسیٰؑ سے بات کہی ہوگی۔ (۷۵)

شیخ نے حضرت موسیٰؑ کے سامنے یہ پیش کش کی کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح اس شرط کے ساتھ تمہارے ساتھ کردوں کہ تم آٹھ سال میری خدمت کرو اور اگر تم نے دس سال پورے کردیئے تو یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ میں اس معاملے میں تم پر کوئی بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا۔ ویسے انشاءاللہ تم مجھے بھلے آدمیوں میں سے پاؤ گے۔ یہ پیش کش اشارہ غیبی پر فرمائی گئی ہوگی اور ان کا یہ ارشاد کہ ما ارید ان اشق علیک حضرت موسیٰؑ کو معاملہ پر غور کرکے فیصلہ کرنے کے لیے ایک مہلت تھی کہ وہ اس شرط پر اچھی طرح غور کرکے فیصلہ کریں، ان کے دباؤ میں آکر مجبوراً کوئی فیصلہ نہ کریں۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ پیش کش اور یہ شرط دونوں منظور کرلیں۔ فرمایا کہ ان دونوں مدتوں میں سے جو مدت بھی میں پوری کرسکا مجھے اس کا اختیار حاصل رہے گا۔ اور اس وقت ہم جو قول و قرار کررہے ہیں اس پر ہم اللہ کو گواہ ٹھہراتے ہیں۔ (۷۶)

یہاں پھر بنی اسرائیل کی ایک کرم فرمائی ملاحظہ ہو جو انہوں نے اپنے جلیل القدر نبی، اپنے سب سے بڑے محسن اور قومی ہیرو پر کی ہے۔ تلمود میں کہا گیا ہے کہ موسیٰؑ رعویل کے ہاں رہنے لگے، اور وہ اپنے میزبان کی بیٹی صفورہ پر نظر عنایت رکھتے تھے، یہاں تک کہ آخر کار انہوں نے اس سے بیاہ کرلیا۔" ایک اور یہودی روایت جو جیوئش انسائیکلو پیڈیا میں نقل کی گئی ہے، یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے جب یتھرو کو اپنا سارا ماجرا سنایا تو اس نے سمجھ لیا کہ یہی وہ شخص ہے جس کے ہاتھوں فرعون کی سلطنت تباہ ہونے کی پیشن گوئیاں کی گئی تھیں اس لیے اس نے فوراً حضرت موسیٰؑ کو قید کرلیا تاکہ انہیں فرعون کے حوالہ کرکے انعام حاصل کرے۔ سات یا دس سال تک وہ اس کی قید میں رہے۔ ایک تاریک تہہ خانہ تھا جس میں وہ بند تھے مگر یتھرو کی بیٹی زفورا (یا صفورا) جس سے کنویں پر ان کی پہلی ملاقات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی تھی، چپکے چپکے ان سے قید خانہ میں ملتی رہی اور انہیں کھانا پانی بھی پہنچاتی رہی۔ ان دونوں میں شادی کی خفیہ قرارداد ہو چکی تھی۔ سات یا دس سال کے بعد زفورا نے اپنے باپ سے کہا کہ اتنی مدت ہوئی آپ نے ایک شخص کو قید میں ڈال دیا تھا اور پھر اس کی خبر تک نہ لی۔ اب تک اسے مرجانا چاہئے تھا لیکن اگر وہ اب بھی زندہ ہو تو ضرور کوئی خدارسیدہ آدمی ہے۔ یتھرو اس کی یہ بات سن کر جب قید خانے میں گیا تو حضرت موسیٰؑ کو زندہ دیکھ کر اسے یقین آ گیا کہ وہ معجزے سے زندہ ہیں۔ تب اس نے زفورا سے اس کی شادی کر دی۔ جو مستشرقین قرآنی قصوں کے مآخذ ڈھونڈتے پھرتے ہیں انہیں کہیں یہ کھلا فرق بھی نظر آتا ہے جو قرآن کے بیان اور اسرائیلی روایات میں پایا جاتا ہے۔ (۷۷)

شیخ مدین کا تعین

مفسرین نے شیخ مدین کے تعین کے سلسلے میں کئی اقوال نقل کیے ہیں۔ مولانا سیوہاروی نے ابن کثیر سے پانچ اقوال نقل کیے ہیں۔ (۷۸) زیادہ مشہور یہ ہے کہ وہ شعیبؑ ہی ہیں۔ یہی حسن بصری سے منقول ہے۔ مولانا اصلاحی نے اپنی تفسیر میں شعیب ہی کا نام استعمال کیا ہے۔ مولانا سیوہاروی لکھتے ہیں:

"ان پانچ اقوال کی نقل کے بعد ہمارے نزدیک راجح اور صحیح مسلک وہی معلوم ہوتا ہے جو ابن جریر اور ابن کثیر جیسے جلیل القدر محدثین ومفسرین نے اختیار کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نام کی تصریح کے بارے میں کوئی روایت صحت کو نہیں پہنچتی اور جو روایات نقل کی گئی ہیں وہ قابل احتجاج نہیں ہیں، اس لیے جس طرح تصریح کیے بغیر قرآن عزیز نے ان کا ذکر کیا ہے اسی طرح ہم بھی ان کے نام کی تصریح کو خدا کے حوالہ کر دیں۔ ابن کثیر کی عبارت یہ ہے:

قال ابو جعفر وهذا مما لا يدرك علمه، الا بخبر ولا خبر بذلك تجب حجة فلا قول في ذلك اولى بالصواب مما قاله الله جل شانه. (۷۹)

ابوجعفر طبری نے کہا ہے کہ نام کی تصریح کا یہ معاملہ خبر اور اطلاع کے بغیر طے نہیں ہو سکتا۔ اور اس سلسلے میں کوئی خبر (روایت) ایسی موجود نہیں جو حجت اور دلیل بن سکے۔ پس سب سے بہتر قول اس سلسلے میں وہی ہے جو قرآن میں اللہ جل شانہ نے اختیار فرمایا ہے۔ یعنی نام کی تصریح نہیں کی۔ معاصر مفسرین میں سے سید مودودیؒ نے اس پر مفصل نوٹ لکھا ہے۔ ذیل میں اسے نقل کیا جاتا ہے:

"ان خواتین کے والد کے متعلق ہمارے ہاں کی روایات میں یہ بات مشہور ہو گئی ہے کہ وہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے لیکن قرآن مجید میں اشارۃً وکنایۃً بھی کوئی ایسی بات نہیں کہی گئی جس سے یہ سمجھا جا سکے کہ وہ حضرت شعیب ہی تھے حالانکہ شعیبؑ کی شخصیت قرآن میں ایک معروف شخصیت ہے۔ اگر ان خواتین کے والد وہی ہوتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ یہاں اس کی تصریح نہ کر دی جاتی۔ بلاشبہ بعض احادیث میں ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نام کی تصریح ملتی ہے لیکن علامہ ابن جریر اور ابن کثیر دونوں اس پر متفق ہیں کہ ان میں سے کسی کی سند بھی صحیح نہیں ہے۔ اسی لیے ابن عباس، حسن بصری، ابوعبیدہ اور سعید بن جبیر جیسے اکابر مفسرین نے بنی اسرائیل کی روایات پر اعتماد کر کے ان بزرگ کے وہی نام بتائے ہیں جو تلمود وغیرہ میں آئے ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اگر نبیؐ سے اسم شعیب کی تصریح منقول ہوتی تو یہ حضرات کوئی دوسرا نام نہ لے سکتے تھے۔ بائبل میں ایک جگہ ان بزرگ کا نام رعوایل اور دوسری جگہ یتھرو بیان کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ مدین کے کاہن تھے۔ (خروج ۲/۱۶۔۱۸، ۳/۱، ۱۸/۵) تلمودی لٹریچر میں رعوایل، یتھرو اور حوباب تین مختلف نام بتائے گئے ہیں۔ موجودہ زمانے کے علمائے یہود کا خیال ہے کہ یتھرو ہزایکسی لنسی کا ہم معنی لقب تھا اور اصل نام رعوایل یا حوباب تھا۔ اسی طرح لفظ کاہن (Kohen Midious) کی تشریح میں بھی علماء یہود کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض اس کو پروہت (Priest) کا ہم معنی بتاتے ہیں اور بعض رئیس یا امیر (Prince) کا۔ (۸۰)

ایفاءِ مدت

حضرت موسیٰؑ اپنے خسر کے ہاں مدت اجارہ پوری کرنے کے لیے مقیم رہے۔ مفسرین نے متعدد روایات کی بنا پر کہا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے دس سال پورے کیے۔ ابن عباس کی روایت کے مطابق حضور اکرمؐ نے فرمایا: **قـضـی اکثر هـمـا و اطیبهما** (۸۱) یعنی وہ مدت پوری کی جو زیادہ تھی اور ان کے لیے بہت خوشگوار تھی۔ گویا حضرت موسیٰؑ نے دس سال کی مدت پوری کی اور اپنے عہد کو بطریق احسن نبھایا۔ حسن بن علیؓ سے بھی منقول ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے آٹھ سال کے بجائے دس سال پورے کیے۔ بائبل کے مطابق حضرت موسیٰؑ نے یہ عرصہ شیخ مدین کی خدمت میں گزارا۔ شیخ کی بیٹی سے ان کی شادی ہوئی اور اس سے ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام جرشوم رکھا کیونکہ وہ ایک اجنبی ملک میں مسافر تھے۔ (۸۲) اس دوران مصر میں بنی اسرائیل کے حالات کیسے تھے؟ اس کے بارے میں بائبل کا بیان ہے:

> اور ایک مدت بعد یوں ہوا کہ مصر کا بادشاہ مر گیا اور بنی اسرائیل اپنی غلامی کے سبب سے آہ بھرنے لگے اور روئے اور ان کا رونا جو ان کی غلامی کے باعث تھا خدا تک پہنچا۔ اور خدا نے ان کا کراہنا سنا اور خدا نے اپنے عہد کو جو ابراہام اور اضحاق اور یعقوب کے ساتھ تھا یاد کیا۔ اور خدا نے بنی اسرائیل پر نظر کی اور ان کے حال کو معلوم کیا۔ (۸۳)

قرآن کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مدت پوری ہونے کے بعد حضرت موسیٰؑ مصر کے لئے روانہ ہوئے جبکہ بائبل کا بیان ہے کہ نبوت ملنے کے بعد وہ مصر کے لئے روانہ ہوئے۔ بائبل کے الفاظ میں:

> تب موسیٰؑ روانہ ہوا اور اپنے سسر یتھرو کے پاس گیا اور اسے کہا کہ میں تیری منت کرتا ہوں کہ مجھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رخصت دے کہ اپنے بھائیوں کے پاس جو مصر میں ہیں جاؤں اور دیکھوں کہ وہ ابھی تک زندہ ہیں؟
اور یتھرو نے موسیٰؑ سے کہا کہ امن وسلامتی سے جاؤ۔ (۸۴)

مولانا سیوہاروی کی رائے میں قرآن سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ مدت ختم ہوتے ہی چل نکلے۔"معالم التنزیل" کی یہ بات کہ مدت ختم ہونے کے فوراً بعد ہی حضرت موسیٰؑ مصر کو روانہ ہو گئے اور ان کے خسر نے روانگی کے سال میں بکریوں نے جس قدر بچے دیئے تھے ان کے حوالے کر دیئے اور وہ اپنی بیوی اور اس ریوڑ کو لے کر چل پڑے۔ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: شاید ان کا یہ قول اس آیت کے پیش نظر ہو:

فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا. (۸۵)

پس موسیٰؑ نے جب مدت پوری کر دی اور اپنے اہل کو لے کر چل دیا تو طور کی جانب آگ کو محسوس کیا۔

ان حضرات نے مدت کے ایفاء اور روانگی کے بیان میں جو قربت ہے اس سے یہ اندازہ کر لیا کہ وہ فوراً ہی روانہ ہو گئے حالانکہ جب تک خاص قرینہ موجود نہ ہو اس وقت تک واؤ نہ تعقیب پر دلالت کرتی ہے اور نہ ترتیب پر اور" معالم التنزیل " میں ہے کہ "حضرت موسیٰؑ وفاء مدت کے بعد دس سال مزید اپنے خسر کے یہاں مقیم رہے۔"(۸۶) تورات اس قول کی تائید کرتی ہے کہ موسیٰؑ مدت ختم ہونے پر فوراً ہی مصر روانہ نہیں ہو گئے تھے بلکہ بکریاں چراتے ہوئے بھولے بھٹکے جب "وادی مقدس" میں پہنچ کر خدا کا حکم ملا کہ بنی اسرائیل کو غلامی سے رہا کراؤ اور مصر جا کر فرعون کے ظلم سے ان کو نجات دلاؤ تب وہ مصر روانہ ہوئے۔ (۸۷)

بہتر یہی ہے کہ حقیقت حال کو علم الٰہی کے ہی سپرد کر دیا جائے۔" واللہ اعلم بحقیقۃ الحال " تاہم قرآن حکیم کا اسلوب بیان یہ ضرور رہنمائی کرتا ہے کہ عام کتب تفسیر میں جو یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی یہ روانگی جو طہٰ اور قصص میں مذکور ہے فلما قضی موسی الا جل و سارباھلہ مصر کے لیے تھی، غالباً صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگر موسیٰؑ گھر کے ارادہ سے چلے تھے تو جب وادی مقدس میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان سے کہا گیا کہ ظالم فرعون اور اس کی قوم کی طرف جاؤ اور ان کو سمجھاؤ تو حضرت موسیٰؑ جواب میں یہ نہ فرماتے:

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ. (۸۸)

موسیٰؑ نے کہا اے پروردگار میں نے ان کے ایک آدمی کو قتل کیا ہے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے۔

وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ. (۸۹)

اور مجھ پر ان کے ہاں ایک جرم کا الزام بھی ہے اس لیے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

یہ جواب خود بول رہا ہے کہ اس گفتگو کے وقت قتل والے معاملے کی وجہ سے حضرت موسیٰؑ کو مصر جانے کا حوصلہ نہیں تھا، البتہ جب خدائے تعالیٰ کی عطا و بخشش نے ان کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا اور اس وقت مصر جانے کا حکم ملا تو حضرت موسیٰؑ اللہ تعالیٰ سے اپنا اطمینان حاصل کر کے یہیں سے مصر روانہ ہو گئے اور حکم الٰہی کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامنے خسر کے پاس جا کر اجازت لینے کی بھی پروانہ کی۔ (۹۰)

اس کے برعکس مولانا اصلاحی اور سید مودودی اسے مصر کا سفر ہی قرار دیتے ہیں۔ مولانا اصلاحی لکھتے ہیں:

" حضرت موسیٰ موعودہ مدت پوری کرنے کے بعد اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مصر کے لیے روانہ ہوئے۔ اس بات کی تصریح قرآن یا تورات میں نہیں ہے کہ انہوں نے آٹھ سال کی مدت پوری کی یا وہاں دس سال گزارے البتہ تورات سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ بیوی کے سوا آپ کے دو بچے بھی تھے۔ (۹۱)

سید مودودیؒ زیادہ وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں اور اس میں مولانا سیوہاروی کے خوف والے اعتراض کا جواب ایک طرح سے آ گیا ہے:

" اس سفر کا رخ طور کی جانب ہونے سے یہ خیال ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ اپنے اہل وعیال کو لے کر مصر ہی جانا چاہتے ہوں گے۔ اس لیے کہ طور اس راستے پر ہے جو مدین سے مصر کی طرف جاتا ہے۔ (۹۲) غالباً حضرت موسیٰ نے خیال کیا ہوگا کہ دس سال گزر چکے ہیں۔ وہ فرعون بھی مر چکا ہے جس کی حکومت کے زمانے میں وہ مصر سے نکلے تھے۔ اب اگر خاموشی کے ساتھ وہاں چلا جاؤں اور اپنے خاندان والوں کے ساتھ رہ پڑوں تو شاید کسی کو میرا پتہ بھی نہ چلے۔ بائبل کا بیان یہاں واقعات کی ترتیب میں قرآن کے بیان سے بالکل مختلف ہے۔ وہ کہتی ہے کہ حضرت موسیٰ اپنے خسر کی بکریاں چراتے ہوئے بیاباں کی پرلی طرف سے خدا کے پہاڑ" خواب کے نزدیک" آ نکلے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام کیا اور انہیں رسالت کے منصب پر مامور کر کے مصر جانے کا حکم دیا پھر وہ اپنے خسر کے پاس واپس آ گئے اور ان سے اجازت لے کر اپنے بال بچوں کے ساتھ مصر روانہ ہو گئے۔ (خروج، ۳/ ۱۔۴، ۴/ ۱۸) اس کے برعکس قرآن کہتا ہے کہ حضرت موسیٰ مدت پوری کرنے کے بعد اپنے اہل وعیال کو لے کر مدین سے روانہ ہوئے اور اس سفر میں اللہ تعالیٰ کی مخاطبت اور منصب نبوت پر تقرر کا معاملہ پیش آیا۔ بائبل اور تالمود دونوں کا متفقہ بیان ہے کہ حضرت موسیٰ کے زمانہ قیام مدین میں وہ فرعون مر چکا تھا جس کے ہاں انہوں نے پرورش پائی تھی اور اب ایک دوسرا فرعون مصر کا فرمانروا تھا۔ (۹۳)

مولانا سیوہاروی کے استدلال میں وزنی بات حضرت موسیٰ کے اس خوف کی ہے کہ کہیں وہ لوگ انہیں قبطی کے قتل کی وجہ سے مار نہ دیں۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو اس کا تعلق نمایاں طرز زندگی (High Profile) سے تھا۔ چونکہ موسیٰ کو یہ حکم مل رہا تھا کہ فرعون کے خدائی اختیار کو چیلنج کر و اس لیے انہیں ڈر تھا کہ ان کے خلاف ہر خفیہ و علانیہ تدبیر اختیار کی جائے گی۔ جہاں تک ایک عام شہری کی حیثیت سے "Low Profile" میں رہنے کا تعلق ہے تو شاید اس میں اتنا خطرہ نہ تھا اس لیے انہوں نے مدت پوری کرنے کے بعد ایک عام آدمی کی حیثیت سے جانے کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارادہ کیا ہوگا۔

بعثت

حضرت موسیٰؑ کی شخصیت چونکہ مشیت ایزدی کی اسکیم کا بنیادی کردار ہے۔اس لیے ان کی زندگی کے ہر مرحلے کا تعین بھی اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔وہ اپنے طور پر ایک اقدام کرتے ہیں لیکن قدرت اسے ایک نیا رخ دیتی ہے جو ان کے اگلے مرحلے کی تیاری سے متعلق ہوتا ہے۔قرآن کے مطابق وہ موعودہ مدت پوری کرنے کے بعد واپس مصر جارہے ہوتے ہیں اور بائبل کے مطابق وہ بکریاں چرانے گئے ہوتے ہیں کہ انہیں رات ہوجاتی ہے اور اندھیرے میں رستہ کا پتہ نہیں چلا۔اسی دوران انہیں آگ دکھائی دیتی ہے۔وہ قریب جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے شرف مخاطبت حاصل ہوتا ہے۔ذیل میں ہم سب سے پہلے بائبل اور پھر قرآن کا بیان دیں گے۔

> اب موسیٰؑ اپنے خسر یترو کی جو مدیان کا کاہن تھا، بھیڑ بکریاں چراتا تھا، ان بھیڑ بکریوں کو ہنکاتا ہوا بیاباں کی پرلی طرف سے خدا کے پہاڑ حورب کے نزدیک لے آیا۔اور خداوند کا فرشتہ ایک جھاڑی میں سے آگ کے شعلہ میں اس پر ظاہر ہوا۔اس نے نگاہ کی اور کیا دیکھتا ہے کہ ایک جھاڑی میں آگ لگی ہوئی ہے پر وہ جھاڑی بھسم نہیں ہوتی۔تب موسیٰؑ نے کہا میں اب ذرا ادھر کترا کر اس بڑے منظر کو دیکھوں کہ یہ جھاڑی کیوں نہیں جل جاتی۔جب خداوند نے دیکھا کہ وہ دیکھنے کو کترا کر آرہا ہے تو خدا نے اسے جھاڑی میں سے پکارا اور کہا اے موسیٰؑ! اے موسیٰ! اس نے کہا میں حاضر ہوں۔تب اس نے کہا ادھر پاس مت آ۔اپنے جوتے اتار کیونکہ جس جگہ تو کھڑا ہے وہ مقدس زمین ہے۔پھر اس نے کہا کہ میں تیرے باپ کا خدا یعنی ابراہام کا خدا اور اضحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا ہوں۔موسیٰؑ نے اپنا منہ چھپایا کیونکہ وہ خدا پر نظر کرنے سے ڈرتا تھا۔اور خداوند نے کہا میں نے اپنے لوگوں کی تکلیف جو مصر میں ہیں، خوب دیکھی اور ان کی فریاد جو بیگار لینے والوں کے سبب سے ہے سنی اور میں ان کے دکھوں کو جانتا ہوں۔اور میں اترا ہوں کہ ان کو مصریوں کے ہاتھ سے چھڑاؤں اور اس ملک سے نکال کر ان کو ایک اچھے اور وسیع ملک میں جہاں دودھ اور شہد بہتا ہے یعنی کنعانیوں اور حتیوں اور اموریوں اور فرزیوں اور حویوں اور یبوسیوں کے ملک میں پہنچاؤں۔دیکھ بنی اسرائیل کی فریاد مجھ تک پہنچی ہے اور میں نے وہ ظلم بھی جو مصری ان پر کرتے ہیں دیکھا ہے۔سو اب میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں کہ تو میری قوم بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لائے۔موسیٰؑ نے خدا سے کہا میں کون ہوں جو فرعون کے پاس جاؤں اور بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لاؤں۔؟ اس نے کہا میں ضرور تیرے ساتھ رہوں گا اور اس بات کا کہ میں نے تجھے بھیجا ہے تیرے لیے یہ نشان ہوگا کہ جب تو ان لوگوں کو مصر سے نکال لائے گا تو تم اس پہاڑ پر خدا کی عبادت کروگے۔تب موسیٰؑ نے خدا سے کہا جب میں بنی اسرائیل کے پاس جا کر ان کو کہوں کہ تمہارے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باپ دادا کے خدا نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے اور وہ مجھے کہیں کہ اس کا نام کیا ہے؟ تو میں ان کو کیا بتاؤں؟۔ خدا نے موسیٰ سے کہا میں جو ہوں سو میں ہوں۔ سو تو بنی اسرائیل سے یوں کہنا کہ میں نے، جو بھی میں ہوں تمہیں ان کے پاس بھیجا ہے۔ پھر خدا نے موسیٰ سے یہ بھی کہا کہ تو بنی اسرائیل سے یوں کہنا کہ خداوند تمہارے باپ دادا کے خدا ابراہام کے خدا اور اضحاق کے خدا اور یعقوب کے خدا نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ ابد تک میرا یہی نام ہے اور سب نسلوں میں اسی سے میرا ذکر ہوگا۔ جا کر اسرائیلی بزرگوں کو ایک جگہ جمع کر اور ان کو کہہ کہ خداوند تمہارے باپ دادا کے خدا ابرہام اور اضحاق اور یعقوب کے خدا نے مجھے دکھائی دے کر یہ کہا ہے کہ میں نے تم کو بھی اور جو کچھ برتاؤ تمہارے ساتھ مصر میں کیا جا رہا ہے اسے بھی خوب دیکھا ہے۔ اور میں نے کہا ہے کہ میں تم کو مصر کے دکھ میں سے نکال کر کنعانیوں اور حتیوں اور اموریوں اور فرزیوں اور حویوں اور یبوسیوں کے ملک میں لے چلوں گا جہاں دودھ اور شہد بہتا ہے۔ اور وہ تیری بات مانیں گے اور تو اسرائیلی بزرگوں کو ساتھ لے کر مصر کے بادشاہ کے پاس جانا اور اس سے کہنا کہ خداوند عبرانیوں کے خدا کی ہم سے ملاقات ہوئی۔ اب تو ہم کو تین دن کی منزل تک بیاباں میں جانے دے تاکہ ہم خداوند اپنے خدا کے لیے قربانی کریں۔ اور میں جانتا ہوں کہ مصر کا بادشاہ تم کو نہ یوں جانے دے گا نہ بڑے زور سے۔ سو میں اپنا ہاتھ بڑھاؤں گا اور مصر کو ان سب عجائب سے جو میں اس میں کروں گا مصیبت میں ڈال دوں گا۔ اس کے بعد وہ تم کو جانے دے گا۔ اور میں ان لوگوں کو مصریوں کی نظر میں عزت بخشوں گا اور یوں ہوگا کہ جب تم نکلو گے تو خالی ہاتھ نہ نکلو گے۔ بلکہ تمہاری ایک ایک عورت اپنی اپنی پڑوسن سے اور اپنے اپنے گھر کی مہمان سے سونے چاندی کے زیور اور لباس مانگ لے گی۔ ان کو تم اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو پہناؤ گے اور مصریوں کو لوٹ لو گے۔

تب موسیٰ نے جواب دیا لیکن وہ تو میرا یقین ہی نہیں کریں گے، نہ میری بات سنیں گے۔ وہ کہیں گے خداوند تجھے دکھائی نہیں دیا۔ اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ اس نے کہا لاٹھی۔ پھر اس نے کہا اسے زمین پر ڈال دے۔ اس نے اسے زمین پر ڈالا اور وہ سانپ بن گئی اور موسیٰ اس کے سامنے سے بھاگا۔ تب خداوند نے موسیٰ سے کہا ہاتھ بڑھا کر اس کی دم پکڑ لے (اس نے ہاتھ بڑھایا اور اسے پکڑ لیا۔ وہ اس کے ہاتھ میں لاٹھی بن گیا) تاکہ وہ یقین کریں کہ خداوند ان کے باپ دادا کا خدا ابرہام کا خدا، اضحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا تجھ کو دکھائی دیا۔ پھر خداوند نے اسے یہ بھی کہا کہ تو اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر ڈھانک لے۔ اس نے اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر اسے ڈھانک لیا اور جب اس نے اسے نکال کر دیکھا تو اس کا ہاتھ کوڑھ سے برف کی مانند سفید تھا۔ اس نے کہا کہ تو اپنا ہاتھ پھر اپنے سینہ پر رکھ کر ڈھانک لے (اس نے پھر اسے سینہ پر رکھ کر ڈھانک لیا۔ جب اس نے اسے سینہ پر سے باہر نکال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیکھا تو وہ پھر اس کے باقی جسم کی مانند ہو گیا۔)اور یوں ہوگا کہ اگر وہ تیرا یقین نہ کریں اور پہلے معجزہ کو بھی نہ مانیں تو وہ دوسرے معجزہ کے سبب سے یقین کریں گے اور اگر وہ ان دونوں معجزوں کے سبب سے بھی یقین نہ کریں اور تیری بات نہ سنیں تو تو دریا کا پانی لے کر خشک زمین پر چھڑک دینا اور وہ پانی جو تو دریا سے لے گا خشک زمین پر خون ہو جائے گا۔ تب موسیٰ ؑ نے خداوند سے کہا اے خداوند! میں فصیح نہیں۔ نہ تو پہلے ہی تھا اور نہ جب سے تو نے اپنے بندے سے کلام کیا بلکہ رک رک کر بولتا ہوں اور میری زبان کند ہے۔ تب خداوند نے اسے کہا کہ آدمی کا منہ کس نے بنایا ہے؟ اور کون گونگا یا بہرا یا بینا یا اندھا کرتا ہے؟ کیا میں ہی جو خداوند ہوں یہ نہیں کرتا۔ سو اب تو جا اور میں تیری زبان کا ذمہ لیتا ہوں اور تجھے سکھاتا رہوں گا کہ تو کیا کیا کہے۔ تب اس نے کہا کہ اے خداوند میں تیری منت کرتا ہوں کسی اور کے ہاتھ سے جسے تو چاہے یہ پیغام بھیج۔ تب خداوند کا قہر موسیٰ ؑ پر بھڑکا اور اس نے کہا کیا لاویوں میں سے ہارون تیرا بھائی نہیں ہے؟ میں جانتا ہوں کہ وہ فصیح ہے اور وہ تیری ملاقات کو بھی آ رہا ہے اور تجھے دیکھ کر دل خوش ہوگا۔ سو تو اسے سب کچھ بتانا اور یہ سب باتیں اسے سکھانا اور میں تیری اور اس کی زبان کا ذمہ لیتا ہوں اور تم کو سکھاتا رہوں گا کہ تم کیا کیا کرو۔ اور وہ تیری طرف سے لوگوں سے باتیں کرے گا اور وہ تیرا منہ بنے گا اور تو اس کے لیے گویا خدا ہوگا اور تو اس لاٹھی کو اپنے ہاتھ میں لیے جا اور اسی سے ان معجزوں کو دکھانا۔

تب موسیٰ ؑ لوٹ کر اپنے خسر یترو کے پاس گیا اور اسے کہا کہ مجھے ذرا اجازت دے کہ اپنے بھائیوں کے پاس جو مصر میں ہیں جاؤں اور دیکھوں کہ وہ اب تک جیتے ہیں یا نہیں۔ یترو نے موسیٰ ؑ سے کہا سلامت جا۔

اور خداوند نے مدیان میں موسیٰ ؑ سے کہا کہ مصر کو لوٹ جا کیونکہ وہ سب جو تیری جان کے خواہاں تھے مر گئے۔ تب موسیٰ ؑ اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں کو لے کر اور ان کو ایک گدھے پر چڑھا کر مصر کو لوٹا اور موسیٰ ؑ نے خدا کی لاٹھی اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور خداوند نے موسیٰ ؑ سے کہا کہ جب تو مصر میں پہنچے تو دیکھ وہ سب کرامات جو میں نے تیرے ہاتھ میں رکھی ہیں۔ فرعون کے آگے دکھانا لیکن میں اس کے دل کو سخت کروں گا اور وہ ان لوگوں کو جانے نہیں دے گا۔ اور تو فرعون سے کہنا کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پہلوٹھا ہے۔ اور میں تجھے کہہ چکا ہوں کہ میرے بیٹے کو جانے دے تا کہ وہ میری عبادت کرے اور تو نے اب تک اسے جانے دینے سے انکار کیا ہے۔ سو دیکھ میں تیرے بیٹے کو بلکہ تیرے پہلوٹھے کو مار ڈالوں گا۔ اور راستہ میں منزل پر خداوند اسے ملا اور چاہا کہ اسے مار ڈالے۔ تب صفورہ نے چقماق کا ایک پتھر لے کر اپنے بیٹے کی کھلڑی کاٹ ڈالی اور اسے موسیٰ ؑ کے پاؤں پر پھینک کر کہا تو بے شک میرے لیے خونی دلہا ٹھہرا۔ تب اس نے اسے چھوڑ دیا۔ پس اس نے کہا کہ ختنہ کے سبب سے تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خونی دلہا ہے۔

اور خداوند نے ہارون سے کہا کہ بیاباں میں جا کر موسیٰؑ سے ملاقات کرو۔ وہ گیا اور خدا کے پہاڑ پر اس سے ملا اور اسے بوسہ دیا۔ اور موسیٰؑ نے ہارون کو بتایا کہ خدا نے کیا کیا باتیں کہہ کر اسے بھیجا اور کون کون سے معجزے دکھانے کا اسے حکم دیا ہے۔ تب موسیٰؑ اور ہارون نے جا کر بنی اسرائیل کے سب بزرگوں کو ایک جگہ جمع کیا۔ اور ہارون نے سب باتیں جو خداوند نے موسیٰؑ سے کہی تھیں ان کو بتائیں اور لوگوں کے سامنے معجزے پیش کیے۔ تب لوگوں نے ان کا یقین کیا اور یہ سن کر کہ خداوند نے بنی اسرائیل کی خبر لی اور ان کے دکھوں پر نظر کی انہوں نے اپنے سر جھکا کر سجدہ کیا۔

قرآن مجید نے بعثت وعطاء نبوت کے تجربے کو اپنے معجزانہ انداز سے بیان کیا ہے۔ چونکہ موسیٰؑ کا واقعہ کئی مقامات پر آیا ہے اور ہر مقام کا اسلوب سیاق وسباق سے متعلق ہوتا ہے اس لیے انداز بیان کے تھوڑے سے اختلاف کے باوجود نفس مضمون میں کوئی اختلاف نہیں۔ مدین سے واپسی پر جب وہ اپنی بیوی بچوں کے ساتھ وادی طور کے پاس پہنچے تو شب کا وقت تھا۔ راستہ کا بھی کچھ اندازہ نہیں ہو رہا تھا اور معلوم ہوتا ہے سردی بھی سخت تھی۔ اتنے میں ایک سمت سے ایک شعلہ سا نظر آیا۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ تم لوگ یہیں ٹھہرو، مجھے ایک شعلہ سا دکھائی دیا ہے، میں وہاں جاتا ہوں یا تو وہاں سے تمہارے تاپنے کے لیے، جیسا کہ سورہ قصص میں تصریح ہے، کوئی انگارہ لاؤں گا یا وہاں کچھ لوگ ہوئے تو ان سے راستہ معلوم کرلوں گا اور ہمارا سفر جاری رہ سکے گا۔ جب حضرت موسیٰؑ اس مقام پر پہنچے جہاں ان کو شعلہ نظر آیا تو ان کو آواز آئی کہ اے موسیٰؑ یہ تو میں تمہارا رب ہوں۔ تم جوتے اتار دو(۹۶) کہ تم اس وقت طویٰ کے مقدس وادی میں ہو۔ تمہارے منصب نبوت ورسالت کے لیے منتخب کیا ہے اور تم پر جو کچھ وحی کی جارہی ہے اس کو غور سے سنو۔(۹۷) اس کے بعد دعوت کے بنیادی اصول عطا کیے گئے۔

قرآن مجید نے اس تجربے کو مختلف مقامات پر بیان کیا ہے۔ الفاظ کے تھوڑے بہت فرق کے ساتھ نفس مضمون یکساں ہے۔ حضرت موسیٰؑ کو وادی مبارک کے کنارے سے، جو مبارک خطہ میں تھی، ایک خاص درخت سے جو آواز آئی اور جہاں انہیں آگ نظر آئی اس کے بارے میں قرآن عزیز میں ہے:

وَهَلْ اَتٰـکَ حَدِیْثُ مُوْسٰی ۝ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْکُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْکُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَی النَّارِ هُدًی ۝ فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰی ۝ اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ۝ وَاَنَا اخْتَرْتُکَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی ۝ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ ۝ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَکَادُ اُخْفِیْهَا لِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰی ۝ فَلَا یَصُدَّنَّکَ عَنْهَا مَنْ لَّا یُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ فَتَرْدٰی ۝ وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی ۝ (۹۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تمہیں کچھ موسیٰؑ کی خبر بھی پہنچی ہے؟ جب کہ اس نے ایک آگ دیکھی اور اپنے گھر والوں سے کہا کہ "ذرا ٹھہرو، میں نے ایک آگ دیکھی ہے شاید کہ تمہارے لیے ایک آدھ انگارا لے آؤں، یا اس آگ پر مجھے راستے کے متعلق کوئی رہنمائی مل جائے، وہاں پہنچا تو پکارا گیا" اے موسیٰ" میں ہی تیرا رب ہوں، جوتیاں اتار دے۔(۹۹) تو وادی مقدس طویٰ میں ہے اور میں نے تجھ کو چن لیا ہے، سن جو کچھ وحی کیا جاتا ہے۔ میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی خدا نہیں، پس تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔ قیامت کی گھڑی ضرور آنے والی ہے۔ میں اس کا وقت مخفی رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر متنفس اپنی سعی کے مطابق بدلہ پائے۔ پس کوئی ایسا شخص جو اس پر ایمان نہیں لاتا اور اپنی خواہش کا بندہ بن گیا ہے تجھ کو اس گھڑی کی فکر سے نہ روک دے، ورنہ تو ہلاکت میں پڑ جائے گا۔

إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا سَآتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ آتِيكُم بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ○ فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَن بُورِكَ مَن فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ يَا مُوسَىٰ إِنَّهُ أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۱۰۰)

(انہیں اس وقت کا قصہ سناؤ) جب موسیٰؑ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھے ایک آگ سی نظر آئی ہے، میں ابھی یا تو وہاں سے کوئی خبر لے کر آتا ہوں یا کوئی انگارہ چن لاتا ہوں تاکہ تم لوگ گرم ہو سکو۔ وہاں جو پہنچا تو ندا آئی کہ مبارک ہے وہ جو اس آگ میں ہے اور جو اس کے ماحول میں ہے۔ پاک ہے اللہ، سب جہانوں والوں کا پروردگار۔ اے موسیٰ یہ میں ہوں اللہ زبردست اور دانا۔

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ آنَسَ مِن جَانِبِ الطُّورِ نَارًا قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّي آتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ○ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِن شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَن يَا مُوسَىٰ إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (۱۰۱)

جب موسیٰؑ نے مدت پوری کر دی اور وہ اپنے اہل و عیال کو لے کر چلا تو طور کی جانب سے اس کو ایک آگ نظر آئی اس نے اپنے گھر والوں سے کہا۔ ٹھہرو، میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید میں وہاں سے کوئی خبر لے آؤں یا اس آگ سے کوئی انگارہ ہی اٹھا لاؤں جس سے تم تاپ سکو، وہاں پہنچا تو وادی کے داہنے کنارے پر مبارک خطے میں ایک درخت سے پکارا گیا کہ اے موسیٰؑ میں ہی اللہ ہوں، سارے جہان والوں کا مالک۔

دعوت کا موضوع

مشیت ایزدی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جس مقصد کے لیے تیار کیا تھا اب انہیں اس کے حصول کی راہ پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈالا جا رہا ہے۔ انہیں آزمائش کے (۱۰۲) مختلف مراحل سے گزار کر براہ راست خطاب سے نواز کر نبوت و رسالت کے منصب پر سرفراز فرمایا۔ ہم دیگر انبیاءؑ کے سلسلے میں دیکھ چکے ہیں کہ ان کی دعوت دو نوعیتوں کی ہوتی ہے ایک عمومی اور دوسرا خصوصی۔ عمومی دعوت میں وہ تمام اصول ہوتے ہیں جو تمام انبیاء کی دعوت کا مشترکہ اثاثہ ہیں اور خصوصی دعوت میں اس مشن کی تکمیل یا اصلاح کا خصوصی پہلو پایا جاتا ہے جس کا تعلق اس قوم یا اس وقت کے حالات سے ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی عمومی دعوت میں توحید، آخرت اور عبادت کا تذکرہ ہے جبکہ خصوصی دعوت میں فرعون اور قوم کی اصلاح اور بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانا ہے۔ قرآن مجید کے بیان میں دعوت کے عمومی و خصوصی موضوعات باہم دگر اس طرح متعلق اور مربوط ہیں کہ دونوں کا نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے اور وہ ہے بندگی رب، جو ہر نبی کی دعوت کا بنیادی نکتہ ہے۔

دعوتِ عمومی

توحید الٰہی:

دعوت عمومی میں توحید الٰہی کی حیثیت بنیادی ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کو ربانی آواز میں جو پہلی بات سنائی دی وہ توحید الٰہی کی صدا تھی۔ ارشاد باری ہے:

اِنِّیٓ اَنَا رَبُّکَ .... وَاَنَا اخْتَرْتُکَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی. (۱۰۳)

میں تمہارا رب ہوں.......... میں نے تم کو برگزیدہ کیا تو جو وحی کی جا رہی ہے اسے غور سے سنو۔

حضرت موسیٰؑ کو یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ تمہارے پروردگار نے تمہیں اپنے کار خاص، فریضہ نبوت و رسالت کے لیے منتخب کیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کو اپنے خاندانی پس منظر کی وجہ سے رب کا تصور تو تھا لیکن رب تعالیٰ کے براہ راست مخاطب ہونے کا تجربہ نیا تھا۔ نیز منصب رسالت پر فائز ہونے کا حکم بھی انوکھا تجربہ تھا۔ نبوت و رسالت ملنے پر پہلی وحی کو غور سے سننے کا حکم ہوا۔ پہلی وحی کے الفاظ ہیں:

اِنَّنِیٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِی (۱۰۴)

بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میری ہی عبادت کرو۔

یٰمُوْسٰٓی اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (۱۰۵)

اے موسیٰؑ یہ میں ہوں اللہ زبردست اور دانا۔

یٰمُوْسٰٓی اِنِّیٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (۱۰۶)

اے موسیٰ میں ہی اللہ ہوں سارے جہان والوں کا مالک۔

سب سے پہلے عقیدہ توحید کی بات کی اس لیے کہ یہ مرکز دین ہے۔ جہاں تک خدا کے ماننے کا تعلق ہے دنیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ہمیشہ خدا کو مانا ہے۔ انکارِ خدا کی حماقت موجودہ زمانے کی پیداوار ہے البتہ شرک کی ضلالت کسی نہ کسی شکل میں انسان پر حملہ آور ہوتی رہی ہے چنانچہ ہر نبی کو سب سے پہلے توحید ہی کی تعلیم دی گئی اور ہر نبی نے سب سے پہلے شرک ہی کے خلاف جہاد کیا۔ (۱۰۷)

عبادتِ رب

دوسری چیز جس کی حضرت موسیٰؑ کو ہدایت ہوئی وہ خدا کی عبادت ہے۔ یہ عبادت اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور یہ حق بلاشرکت غیرے ہے۔ جب وہ معبود ہے تو لازم ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور جب اس کا کوئی شریک نہیں تو یہ بھی لازم ہے کہ یہ عبادت بلاشرکت غیرے ہو۔ عبادت کی اصل روح خدا کے آگے اپنی بندگی اور غلامی کا اقرار اور اس کے ساتھ اپنے عہد اطاعت و وفاداری کی تجدید اور اس کا تذکرہ ہے۔ اس وجہ سے یہ بات خدا کی بندگی کے بالکل منافی ہے کہ تسبیح تو اس کی کی جائے اور شریعت خود تصنیف کی جائے یا کسی دوسرے کے لیے یہ حق تسلیم کیا جائے یہ شرک ہے۔ (۱۰۸)

ارشاد ہوتا ہے:

فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِی (۱۰۹)

میری عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز کا اہتمام رکھو۔

نماز کے لیے اقامت کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے اندر اہتمام کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ نماز کا حکم اللہ کے ذکر کو قائم و دائم رکھنے کے لیے دیا گیا ہے۔ نماز انفرادی ہو یا اجتماعی خدا کے ذکر کی سب سے بڑی محافظ بھی ہے اور اس کا سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ مؤثر مظہر بھی اسی وجہ سے تمام انبیاء کو توحید کی تعلیم کے بعد سب سے پہلے اسی کی ہدایت ہوئی۔ (۱۱۰) یہاں نماز کی اصلی غرض پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ آدمی خدا سے غافل نہ ہو جائے۔ دنیا کے دھوکہ دینے والے مظاہر اس کو اس حقیقت سے بے فکر نہ کر دیں کہ میں کسی کا بندہ ہوں، آزاد و خود مختار نہیں ہوں۔ اس فکر کو تازہ رکھنے اور خدا سے آدمی کا تعلق جوڑے رکھنے کا سب سے بڑا ذریعہ نماز ہے۔ جو ہر روز کئی بار آدمی کو ہنگاموں سے ہٹا کر خدا کی طرف لے جاتی ہے۔ (۱۱۱)

آخرت

توحید کے بعد دوسری حقیقت ہر زمانے میں تمام انبیاء علیہم السلام پر منکشف کی گئی اور جس کی تعلیم دینے پر وہ مامور کیے گئے، یہاں نہ صرف اس حقیقت کو بیان کیا بلکہ اس کے مقصد پر بھی روشنی ڈالی گئی۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَۃٌ اَکَادُ اُخْفِیْهَا لِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍ ۢبِمَا تَسْعٰی ○ فَلَا یَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا یُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ فَتَرْدٰی (۱۱۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیامت کی گھڑی ضرور آنے والی ہے۔ میں اس کا وقت مخفی رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر متنفس اپنی سعی کے مطابق بدلہ پائے۔ پس کوئی ایسا شخص جو اس پر ایمان نہیں لاتا اور اپنی خواہش نفس کا بندہ بن گیا ہے تجھ کو اس گھڑی کی فکر سے نہ روک دے، ورنہ تو ہلاکت میں پڑ جائے گا۔

یہ قیامت کی یاددہانی ہے اور اس کے لیے "آتیہ" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی صرف یہ نہیں ہیں کہ وہ آئے گی، بلکہ یہ فاعل کا صیغہ ہے جس کے اندر زور اور تاکید ہے کہ یہ آ کے رہے گی، یہ شدنی اور اٹل ہے۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ قیامت کے باب میں عام ذہن کبھی انکار صریح کا نہیں بلکہ تعجب اور استبعاد کا رہا ہے۔ اس وجہ سے قرآن نے اس کے اثبات کے پہلو بہ پہلو اس کی قطعیت پر بہت زور دیا ہے۔ **لتجزی کل نفس بما تسعی** میں قیامت کا اصل مقصد بیان ہوا ہے کہ اس کا آنا لابدی ہے کہ ہر جان کو اس کی کمائی کا، نیک ہو یا بد، بدلہ دیا جانا ناگزیر ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ دنیا ایک حکیم کی بنائی ہوئی دنیا نہیں بلکہ ایک کھلنڈرے کا کھیل بن کے رہ جاتی ہے اور یہ بات بالبداہت خلاف عقل ہے۔ **بما تسعی** کے لفظ نے یہ حقیقت بھی واضح کر دی کہ یہ بھی ضروری ہے کہ ہر شخص اپنے عمل ہی کا بدلہ پائے۔ اگر کسی کے اعمال تو ہوں شیطان کے لیکن وہ کسی سعی و سفارش یا اپنے حسب و نسب کے بل پر مرتبہ صالحین وابرار کا حاصل کر لے یا باز پرس سے ہی بری ہو جائے تو اس کے معنی نعوذ باللہ یہ ہوں گے کہ اللہ میاں کے ہاں بھی اصل قدر عمل و کردار کی نہیں بلکہ شفاعت و سفارش اور خاندان و نسب ہی کی ہے۔ (۱۱۳)

توحید، نماز اور آخرت کی تعلیم کوئی نئی بات نہ تھی، حضرت موسیٰؑ کو توحید کی تعلیم کے بعد سب سے پہلے جس چیز کی تاکید ہوئی وہ نماز ہے اور خاص طور پر جس چیز کی یاددہانی کرائی گئی وہ آخرت ہے۔ یہی بات حضرات انبیاء کرام کی تاریخ سے ہم آہنگ بھی ہے لیکن یہود کی بدقسمتی قابل ماتم ہے کہ انہوں نے نماز بھی ضائع کر دی اور آخرت کو بھی بھلا بیٹھے۔ آپ کو سن کر تعجب ہوگا کہ ان کے صحیفوں میں قربانی کا ذکر تو ملتا ہے لیکن نماز کا ذکر بالخصوص ہیکل میں صرف ایک جگہ سفر خامس باب ۲۶ میں ملتا ہے۔ ان کے بعض فقہاء کا خیال تو یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے نماز کا سرے سے حکم دیا ہی نہیں، اگر تورات میں اس کا کہیں ذکر ہے تو وہ بعد کے مرتبوں کی ایجاد ہے۔ رہا آخرت کا معاملہ تو ان کے صدوقی تو حشر بعد الموت کے سرے سے قائل ہی نہیں ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جزا اور سزا جو کچھ ہے سب اسی دنیا میں پوری ہو جاتی ہے۔ ہمارے یہاں مرجیہ نے بھی اپنا عقیدہ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں سے مستعار لیا ہے۔ آخر میں لفظ "**فتردی**" بطور تنبیہ ہے کہ اگر نماز اور یاد آخرت سے غفلت ہوئی تو سمجھ لو کہ بیڑا غرق ہو جائے گا۔ یہی چیزیں ساری دین کی حفاظت کرنے والی اور شیطان کے فتنوں سے امان میں رکھنے والی ہیں۔ جو ان سے غافل ہوا اس نے گویا اپنے آپ کو شیطان کے حوالہ کر دیا۔ (۱۱۴)

معجزات کا عطیہ

انبیاء علیہم السلام کی قرآنی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک شخص کو منصب نبوت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورسالت پر سرفراز کیا جاتا ہے اور اسے عمومی وخصوصی دعوت کا فریضہ سونپا جاتا ہے۔ وہ جب اپنی قوم کو بتاتا ہے کہ وہ رسول ہے اور ان کی اصلاح کے لیے مبعوث ہوا ہے تو قوم کے چیلنج اور ان کے مطالبہ پر اپنی صداقت کے نشان کے طور پر معجزہ دکھاتا ہے اور عام طور پر ایسا اس وقت ہوتا ہے جب کوئی قوم اپنے انجام کو پہنچنے والی ہوتی ہے لیکن حضرت موسیٰؑ کے سلسلے میں نیا قاعدہ ترتیب پاتا ہے۔ انہیں مقابلے کے وقت دیگر معجزات بھی عطا کیے مگر عام معمول سے ہٹ کر سرفرازی نبوت کے ساتھ ہی معجزات سے مسلح کیا گیا۔ مولانا اصلاحی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہمارے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ ایسے سرکش اور جابر حکمران کی طرف رسول بنا کر بھیجے جارہے تھے جو شخصی اور قومی دونوں اعتبار سے حضرت موسیٰ کا جانی دشمن تھا۔ ان کی بات سننا اور سمجھنا تو درکنار اندیشہ اس بات کا تھا کہ یہ علم ہوتے ہی کہ یہ حضرت موسیٰؑ ہیں فوراً ان کے قتل کا حکم دے دیتا۔ بلکہ ان کے قتل کا حکم تو اسی وقت وہ دے چکا تھا جب قبطی کے قتل کا واقعہ پیش آیا تھا۔ لیکن حضرت موسیٰؑ چھپ کر مدین چلے گئے اس وجہ سے وہ اپنے ارادے میں ناکام رہا۔ ایک ایسے منتقم وجبار کے سامنے آ کر حضرت موسیٰؑ ایک رسول کی حیثیت سے انذار کے لیے جاتے تو وہ بھلا ان کی بات سننے کا کب روادار ہوتا۔ وہ تو صرف اسی شکل میں کوئی بات سننے کے لیے تیار ہوسکتا تھا جب حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں کوئی ایسی بات ظاہر ہوتی جو اس کو مرعوب کردیتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے شروع ہی میں ان کو دو ایسے معجزوں سے مسلح کردیا جن کی مدد سے وہ اپنے دشمن کی ہر تعدی سے محفوظ رہے اور انہوں نے فرعون کے سامنے جاتے ہی، جیسا کہ آگے کی روایات سے واضح ہوگا، اپنے ان معجزات کا اظہار بھی کردیا تاکہ وہ خبردار رہے کہ اگر اس نے کوئی غلط اقدام کیا تو وہ بھی خالی ہاتھ نہیں آئے ہیں بلکہ ان کے ہاتھ میں بھی وہ عصا ہے جو ہر کبر وغرور کا سر پاش پاش کردینے کے لیے بالکل کافی ہے۔" (۱۱۵)

قرآن مجید کے مختلف مقامات پر عطیہ معجزات کا ذکر ہے لیکن سورہ طٰہٰ میں جو پیرایہ اظہار ہے وہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی تعلق کو واضح کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ لاڈلا پیغمبر شرف ہم کلامی سے متمتع ہوتا ہے، اپنی مشکلات اور اپنے اندیشے بیان کرتا ہے، اپنی تائید وتقویت کے لیے بھائی کی نبوت کی درخواست کرتا ہے اور اپنے مطالبوں کی تکمیل، اپنی مشکلات کے حل اور اندیشوں کے رفع ہونے کی یقین دہانی کے بعد معجزوں سے مسلح ہو کر فرض کی ادائیگی کے لیے روانہ ہوجاتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

www.KitaboSunnat.com

وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی o قَالَ هِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّؤُا عَلَیْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی o قَالَ اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی o فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَسْعٰی o قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی o وَاضْمُمْ یَدَکَ اِلٰی جَنَاحِکَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ اٰیَةً اُخْرٰی o لِنُرِیَکَ مِنْ اٰیٰتِنَا الْکُبْرٰی (۱۱۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے، اے موسیٰؑ ۔ اس نے کہا، یہ میری لاٹھی ہے۔ میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لیے دوسرے فائدے بھی ہیں ۔ فرمایا، اس کو زمین پر ڈال دو، اے موسیٰؑ ۔ اس نے اس کو ڈال دیا تو دفعتہً وہ ایک رینگتا ہوا سانپ بن گئی ۔ فرمایا اس کو اٹھا لو اور ڈرو نہیں، ہم اس کو پھر اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے اور اپنے ہاتھ کو اپنے بازو کی طرف سکیڑ لو، وہ وہاں سے ایک دوسری نشانی بن کر، چٹا سفید، بغیر کسی مرض کے، برآمد ہوگا تاکہ ہم اپنی بڑی نشانیوں میں سے بعض کا تمہیں مشاہدہ کرائیں۔

سورہ النمل میں ہے:

وَاَلْقِ عَصَاکَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَىَّ الْمُرْسَلُوْنَ o اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّىْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ o وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِىْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ فِىْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ. اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ (۱۱۷)

اور پھینک تو ذرا اپنی لاٹھی، جونہی کہ موسیٰؑ نے دیکھا کہ لاٹھی سانپ کی طرح بل کھا رہی ہے، تو پیٹھ پھیر کر بھاگا اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اے موسیٰؑ ڈرو نہیں۔ میرے سامنے رسول ڈرا نہیں کرتے الا یہ کہ کسی نے قصور کیا ہو، پھر اگر برائی کے بعد اس نے بھلائی سے (اپنے فعل کو) بدل لیا تو میں معاف کرنے والا مہربان ہوں۔ اور ذرا اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں تو ڈالو چمکتا ہوا نکلے گا بغیر کسی تکلیف کے۔ یہ (دو نشانیاں) نو نشانیوں میں سے ہیں۔ فرعون اور اس کی قوم کی طرف دیے جانے کے لیے، وہ بڑے بدکردار لوگ ہیں۔

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ o اُسْلُكْ يَدَكَ فِىْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ. اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۔ (۱۱۸)

اور یہ کہ تم اپنا عصا ڈال دو تو جب اس نے اس کو اس طرح حرکت کرتے دیکھا گویا سانپ ہو تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگا اور پھر مڑ کر نہ دیکھا۔ اے موسیٰ آگے آؤ اور ڈرو نہیں، تم بالکل مامون ہو۔ تم اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو وہ بغیر کسی مرض کے سفید نکلے گا اور سکیڑ لو اپنا بازو جس طرح خوف سے سکیڑ لیتے ہیں ۔ پس یہ تیرے رب کی جانب سے دو نشانیاں ہیں فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس جانے کے لیے۔ بے شک وہ بڑے ہی نافرمان لوگ ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت موسیٰؑ کے لیے یہ تجربہ انوکھا تھا۔ لاٹھی کے سانپ بننے کا منظر دیکھ کر وہ سخت دہشت زدہ ہوئے اور اس طرح پیچھے کو بھاگے کہ اس کی طرف مڑ کر دیکھنے کی جرات نہیں کی۔ اس کیفیت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے نہایت رافت کے ساتھ ان کو اطمینان دلایا کہ اے موسیٰ! آگے بڑھو، اس کو اٹھاؤ اس سے تمہارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہ خطرہ ہے تو تمہارے دشمنوں کے لیے ہے۔ تم ہر قسم کے خطرے سے محفوظ ہو۔

مولانا اصلاحی نے اس تجربہ کی وضاحت میں شاندار نوٹ لکھا ہے جو قابل مطالعہ ہے وہ فرماتے ہیں:

" حضرت انبیائے کرام علیہم السلام کو نبوت کے ابتدائی مشاہدات بالکل بے سان گمان پیش آتے ہیں، نہ ان کے ذہن میں پہلے سے ان کا کوئی تصور ہوتا ہے نہ ارمان، اسی وجہ سے شروع شروع میں وہ ان سے گھبراتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو بالتدریج ان سے مانوس کر دیتا ہے۔ ساحروں، کاہنوں، متنبیوں، مفتریوں کے ذہن میں تو پہلے سے ایک اسکیم ہوتی ہے اور وہ اس کے لیے بہت پاپڑ بیلتے ہیں اور جب ان کو عوام فریبی کے لیے کوئی مشغلہ ہاتھ آ جاتا ہے تو اس کو اپنی بہت بڑی کامیابی سمجھتے ہیں۔ لیکن حضرات انبیاء کرام اس قسم کے وساوس سے بالکل پاک ہوتے ہیں اس وجہ سے ان کو کوئی معجزہ دیا جاتا ہے تو وہ ان کے لیے ایک بالکل انوکھی چیز ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ جس قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجے جانے والے تھے اس کے ساحروں کا سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ وہ اپنی لاٹھیوں اور رسیوں کو سانپ بنا دیتے اور اس فن کو حاصل کرنے کے لیے نہیں معلوم وہ کیا کیا ریاضتیں کرتے۔ اور جب اس میں کامیاب ہو جاتے تو سمجھتے کہ ان کی زندگی کی سب سے بڑی مراد حاصل ہو گئی لیکن حضرت موسیٰؑ کا حال یہ ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی لاٹھی کو سانپ بنا دیا تو وہ اس سے خوفزدہ ہو کر بھاگے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے اس ابتدائی مشاہدہ کے اس پہلو کو خاص طور پر اس لیے نمایاں فرمایا ہے کہ آپ کے جس معجزے کو فرعونیوں نے سحر و ساحری کا کرشمہ قرار دیا اس کو دیے جانے کے وقت حضرت موسیٰؑ پر کیا گزری۔(۱۱۹)

قرآن مجید میں لاٹھی کے سانپ بننے کے لیے **حیہ** (سانپ) اور کسی جگہ **جان** (جو بالعموم چھوٹے سانپ کے لیے بولا جاتا ہے) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور کسی جگہ **ثعبان** کہا جا رہا ہے۔ اس کی توجیہ امام رازی اس طرح کرتے ہیں کہ **حیہ** عربی زبان میں سانپ کی جنس کے لیے مشترک نام ہے۔ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ اور **ثعبان** کا لفظ اس لیے استعمال کیا گیا کہ جسامت کے اعتبار سے وہ اژدھے کی طرح تھا اور **جان** کا لفظ اس بنا پر استعمال کیا گیا کہ اس کی پھرتی اور تیزی سانپ جیسی تھی۔(۱۲۰)

حضرت موسیٰؑ کا دوسرا معجزہ ید بیضا تھا۔ یعنی حضرت موسیٰؑ جب اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالتے تو بغیر کسی مرض کے چٹا سفید نکلتا۔ ابن جریرؒ، ابن کثیرؒ، زمخشریؒ، رازیؒ ابوالسعود عمادیؒ، آلوسیؒ اور دوسرے بڑے بڑے مفسرین اس پر متفق ہیں کہ یہاں بیضا بمعنی روشن اور چمکدار ہے۔ جوں ہی کہ حضرت موسیٰؑ نے بغل سے ہاتھ نکالا یکا یک سارا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماحول جگمگا اٹھا اور یوں محسوس ہوا جیسے سورج نکل آیا ہے۔ (۱۲۱)

بائبل میں ید بیضا کی ایک اور ہی تعبیر کی گئی ہے جو وہاں سے نکل کر ہمارے ہاں کی تفسیروں میں رواج پا گئی۔ وہ یہ کہ حضرت موسیٰؑ نے جب بغل میں ہاتھ ڈال کر باہر نکالا تو پورا ہاتھ برص کے مریض کی طرح سفید تھا، پھر جب دوبارہ بغل میں رکھا تو اصلی حالت پر آ گیا۔ یہی تعبیر اس معجزے کی تلمود میں بھی بیان کی گئی ہے اور اس کی حکمت یہ بتائی گئی ہے کہ فرعون کو برص کی بیماری تھی جسے وہ چھپائے ہوئے تھا۔ اس لیے اس کے سامنے یہ معجزہ پیش کیا گیا کہ دیکھ یوں آناً فاناً برص کا مرض پیدا بھی ہوتا ہے اور کافور بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن اول تو ذوق سلیم اس سے ابا کرتا ہے کہ کسی نبی کو برص کا معجزہ دے کر ایک بادشاہ کے دربار میں بھیجا جائے۔ دوسرے اگر فرعون کو مخفی طور پر برص کی بیماری تھی تو ید بیضا صرف اس کی ذات کے لیے معجزہ ہو سکتا ہے، اس کے درباریوں پر اس معجزے کا کیا رعب طاری ہوتا۔ لہٰذا صحیح بات وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی کہ اس ہاتھ میں سورج کی چمک پیدا ہو جاتی تھی جسے دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہو جاتیں۔ (۱۲۲)

سورہ النمل میں ان معجزات کا ذکر کرتے ہوئے "فی تسع آیات" یعنی نو نشانیوں میں سے کے الفاظ استعمال کیے۔ سورہ اعراف میں ان کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ (۱۲۳) لاٹھی جو اژدھا بن جاتی تھی، ہاتھ جو بغل سے سورج کی طرح چمکتا ہوا نکلتا تھا، جادوگروں کو برسرِ عام شکست دینا، حضرت موسیٰؑ کی پیشگی اعلان کے مطابق سارے ملک میں قحط، طوفان، ٹڈی دل، تمام غلے کے ذخیروں میں سرسریاں اور انسان و حیوان سب میں جوئیں، مینڈکوں کا طوفان اور خون، یہ وہ نو آیات ہیں جو حضرت موسیٰؑ کو عطا کی گئی تھیں۔

دعوتِ خصوصی

شرف ہمکلامی سے نوازنے، دعوت کے عمومی اصول بیان کرنے اور معجزات عطا کرنے کے بعد خصوصی ذمہ داری کی بات کی۔ وہ خصوصی ذمہ داری فرعون کی سرکشی کی اصطلاح تھی۔ ارشاد ہوتا ہے:

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (۱۲۴)

تم فرعون کے پاس جاؤ وہ بڑا سرکش ہو گیا ہے۔

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ٥ قَوْمَ فِرْعَوْنَ اَلَا يَتَّقُوْنَ (۱۲۵)

اور جب پکارا تیرے رب نے موسیٰؑ کو کہ ظالم قوم، قوم فرعون کے پاس جاؤ، کیا وہ ڈریں گے نہیں!

فِیْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ (۱۲۶)

نو نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ، وہ بڑے ہی نافرمان لوگ ہیں۔

فذانک برھانان من ربک الی فرعون وملائه انهم كانوا قوما فسقين (۱۲۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس یہ تیرے رب کی جانب سے دو نشانیاں ہیں فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس جانے کے لیے بے شک وہ بڑے ہی نافرمان لوگ ہیں۔

بنی اسرائیل کی غلامی سے نجات

اس دعوت خصوصی کا اہم پہلو بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانا تھا۔ اس کا اظہار اس وقت ہوتا ہے جب موسیٰ فرعون کے پاس پہنچ گئے۔ قرآن نقل کرتا ہے:

فَأْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّکَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِ یْلَ. وَلَا تُعَذِّبْهُمْ (۱۲۸)

اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم دونوں تیرے رب کے رسول ہیں، تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے اور ان کو عذاب میں مبتلا نہ رکھ۔

قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِ یْلَ (۱۲۹)

میں تم لوگوں کے پاس تمہارے رب کی طرف سے صریح دلیل ماموریت لے کر آیا ہوں لہذا تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے۔

فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَo اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِ یْلَ (۱۳۰)

فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو، ہم کو رب العالمین نے اس لئے بھیجا ہے کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے۔

موسیٰ و ہارونؑ کی دعوت کے دو جزو تھے۔ ایک فرعون کو اللہ کی بندگی کی طرف بلانا، جو تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا اصل مقصود رہا ہے۔ دوسرے، بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نکالنا، جو مخصوص طور پر ان ہی دونوں انبیاء کا مشن تھا۔ قرآن مجید میں کسی جگہ صرف پہلے جزو کا ذکر کیا گیا ہے اور کسی جگہ دوسرے جزو کا۔ دوسرے جزو کو سامنے رکھتے ہوئے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ان کی جدوجہد قومی تھی اور وہ محض بنی اسرائیل کے نجات دہندہ تھے تو یہ بات خلاف واقعہ ہے۔ قرآن نے ان کی دعوت کے دونوں پہلوؤں کو بیان کیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰیo فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰیo وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰی (۱۳۱)

فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے اور اس سے کہو کیا تو اس کے لیے تیار ہے کہ پاکیزگی اختیار کرے اور میں تیرے رب کی طرف تیری رہنمائی کروں تو (اس کا) خوف صرف تیرے اندر پیدا ہو۔

قرآن پاک کے مجموعی بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ صرف بنی اسرائیل کی رہائی کے لیے فرعون کے پاس نہیں بھیجے گئے تھے جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے، بلکہ ان کی بعثت کا پہلا مقصد فرعون اور اس کی قوم کو راہ راست دکھانا تھا اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ اگر وہ راہ راست قبول نہ کریں تو بنی اسرائیل کو (جو اصل میں ایک مسلمان قوم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے) اس کی غلامی سے چھڑا کر مصر سے نکال لائیں۔ یہ بات ان آیات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ ان میں سرے سے بنی اسرائیل کی رہائی کا ذکر ہی نہیں ہے۔ بلکہ حضرت موسیٰؑ کو فرعون کے سامنے صرف حق کی تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان مقامات سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے جہاں حضرت موسیٰؑ نے تبلیغ اسلام بھی کی ہے اور بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ بھی فرمایا ہے۔ (۱۳۲)

موسیٰؑ کے عہد کا فرعون

آگے بڑھنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے عہد کا حکمران کون تھا؟۔ یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ یوسفؑ سے لے کر موسیٰؑ تک مصر پر مختلف خاندان حکمران رہے۔ ان حکمرانوں کا شاہی لقب فرعون تھا اس لیے ہر حکمران فرعون کہلاتا۔ لفظ فرعون کے معنی ہیں " سورج دیوتا کی اولاد " قدیم اہل مصر سورج کو جوان کا مہادیو یا رب اعلیٰ تھا رع کہتے تھے اور فرعون اسی کی طرف منسوب تھا۔ اہل مصر کے اعتقاد کی رو سے کسی فرمانروا کی حاکمیت کے لیے اس کے سوا کوئی بنیاد نہیں ہوسکتی تھی کہ رع کا جسمانی مظہر اور اس کا ارضی نمائندہ ہو، اسی لیے ہر شاہی خاندان جو مصر میں برسر اقتدار آتا تھا، اپنے آپ کو سورج بنسی بنا کر پیش کرتا اور ہر فرمانروا جو تخت نشین ہوتا "فرعون" کا لقب اختیار کر کے باشندگان ملک کو یقین دلاتا کہ تمہارا رب اعلیٰ یا مہادیو میں ہوں۔ (۱۳۳)

یہاں یہ بات جان لینی چاہیے کہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ کے قصے میں دو فرعونوں کا ذکر آتا ہے ایک وہ جس کے زمانہ میں آپ پیدا ہوئے اور جس کے گھر میں آپ نے پرورش پائی۔ دوسرا وہ جس کے پاس اسلام کی دعوت اور بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ لے کر پہنچے اور بالآخر غرق ہوا۔ موجودہ زمانے کے محققین کا عام میلان اس طرف ہے کہ پہلا فرعون "رعمیسس دوم" تھا جس کا زمانہ حکومت ۱۲۹۲ء سے ۱۲۲۵ قبل مسیح تک رہا۔ اور دوسرا فرعون جس کا یہاں ذکر ہو رہا ہے منفتہ یا منفتاح تھا جو اپنے باپ رعمیسس دوم کی زندگی ہی میں شریک حکومت ہو چکا تھا اور اس کے مرنے کے بعد سلطنت کا مالک ہوا۔ یہ قیاس بظاہر اس لحاظ سے مشتبہ معلوم ہوتا ہے کہ اسرائیلی تاریخ کے حساب سے حضرت موسیٰؑ کی تاریخ وفات ۱۲۷۲ قبل مسیح ہے۔ لیکن بہر حال یہ تاریخی قیاسات ہی ہیں اور مصری، اسرائیلی اور عیسوی جنتریوں کے تطابق سے بالکل صحیح تاریخوں کا حساب لگانا مشکل ہے۔ (۱۳۴)

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے نجار کی قصص الانبیاء کے حوالے سے احمد یوسف احمد آفندی کے مضمون سے طویل اقتباس نقل کیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کا فرعون رعمیسس ثانی کا بیٹا منفتاح ہے جس کا دور حکومت ۱۲۹۲ ق م سے شروع ہو کر ۱۲۲۵ ق م پر ختم ہوتا ہے۔ مصری عجائب خانہ میں یہ نعش آج بھی محفوظ ہے اور قرآن عزیز کے اس کلام بلاغت نظام کی تائید کر رہی ہے۔ (۱۳۵)

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً (۱۳۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب تو ہم صرف تیری لاش ہی کو بچائیں گے تاکہ تو بعد کی نسلوں کے لیے نشان عبرت بنے۔

سید مودودیؒ کے بقول "اگر یہ ڈوبنے والا وہی فرعون منفتہ ہے جس کو زمانہ حال کی تحقیق نے فرعون موسیٰؑ قرار دیا ہے تو اس کی لاش آج تک قاہرہ کے عجائب خانے میں موجود ہے۔ ۱۹۰۷ میں سر گرافٹن الیٹ سمتھ نے اس کی ممی پر سے جب پٹیاں کھولی تھیں تو اس کی لاش پر نمک کی ایک تہہ جمی ہوئی پائی گئی تھی جو کھاری پانی میں اس کی غرقابی کی ایک کھلی علامت تھی۔"(۱۳۷)

بعثت نبوت پر موسیٰؑ کا ردعمل

حضرت موسیٰؑ کو یکا یک جس صورت حال کا سامنا تھا وہ خوفزدہ کرنے کے لیے کافی تھی۔ لاٹھی کے سانپ بننے پر ان کا ردِعمل فطری تھا۔ اسی طرح اچانک کلام الٰہی کے جلال اور اس کی ہیبت کا رعب بھی طاری تھا۔ جب ذرا پُرسکون ہوئے تو انہیں اس ذمہ داری کے بوجھ کا احساس ہوا۔ ہم کلامی کی لذت نے انہیں حوصلہ بھی دیا تو انہوں نے اپنے رب کے سامنے ان خطرات و مشکلات کا ذکر کیا جو کارِ دعوت کے سلسلے میں انہیں پیش آنے والی تھیں۔ ان میں سے ایک تو اظہار و بیان کی کمزوری تھی۔ مفسرین نے حضرت موسیٰؑ کی زبان میں لکنت کی بات کی ہے۔(۱۳۸) مولانا سیوہاروی کی بھی یہی رائے ہے۔(۱۳۹) کہ ان کی زبان میں پیدائشی لکنت تھی۔ انہوں نے نجار کے حوالے سے تفصیلی بحث کی ہے۔ اس سلسلے میں تلمود نے لمبا چوڑا واقعہ بیان کیا ہے کہ بچپن میں جب حضرت موسیٰؑ فرعون کے گھر میں پرورش پا رہے تھے۔ ایک روز انہوں نے فرعون کے سر کا تاج اتار کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ اس پر یہ سوال پیدا ہوا کہ اس بچے نے یہ کام بالارادہ کیا ہے یا یہ محض طفلانہ فعل ہے۔ آخر کار یہ تجویز کیا گیا کہ بچے کے سامنے سونا اور آگ دونوں ساتھ رکھے جائیں چنانچہ چیزیں لا کر سامنے رکھی گئیں اور حضرت موسیٰؑ نے آگ اٹھا کر منہ میں رکھ لی۔ اس طرح ان کی جان تو بچ گئی مگر زبان میں ہمیشہ کے لیے لکنت پڑ گئی۔ یہ قصہ اسرائیلی روایات سے منتقل ہو کر ہمارے ہاں تفسیروں میں بھی رواج پا گیا لیکن عقل اسے ماننے سے انکار کرتی ہے۔ اس لیے کہ اگر بچے نے آگ پر ہاتھ مارا بھی ہو تو یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے کہ وہ انگارے کو اٹھا کر منہ میں لے جا سکے۔ بچہ تو آگ کی جلن محسوس کرتے ہی ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ منہ میں لے جانے کی نوبت ہی کہاں آ سکتی ہے؟ قرآن کے الفاظ سے جو بات ہماری سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ اپنے اندر خطابت کی صلاحیت نہ پاتے تھے اور ان کو اندیشہ لاحق تھا کہ نبوت کے فرائض ادا کرنے کے لیے اگر تقریر کی ضرورت پیش آئی (جس کا انہیں اس وقت تک اتفاق نہ ہوا تھا) تو ان کی طبیعت کی جھجک مانع ہو جائے گی۔(۱۴۰) مولانا اصلاحی نے بھی لکنت والی روایت کا انکار کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

> "ان آیات سے یہ بات تو ضرور معلوم ہوتی ہے کہ حضرت موسیٰؑ کوئی زباں آور خطیب نہیں تھے لیکن یہ بات کہیں سے نہیں نکلتی کہ ان کی زبان میں لکنت تھی۔ لکنت کی روایت تو صرف تورات میں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہیں سے ہماری تفسیر کی کتابوں میں داخل ہوئی اور پھر اس کو مستند کرنے کے لیے ہمارے مفسرین نے ایک عجیب وغریب واقعہ بھی گھڑ لیا۔ (۱۴۱) اظہار و بیان کی اسی کمزوری کی وجہ سے حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ انہیں بیان کی طاقت عطا کی جائے اور ان کے بھائی کو جو فصیح اللسان ہے، مددگار بنایا جائے۔ فرعون نے ان کی اس کمزوری کا ایک مرتبہ طعنہ بھی دیا تھا کہ یہ شخص تو اپنی بات بھی پوری طرح بیان نہیں کر سکتا۔ لا یکاد یبین (۱۴۲) یہ بات عقل کے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ہکلے یا توتلے آدمی کو اپنا رسول مقرر فرمائے۔ رسول ہمیشہ شکل وصورت، شخصیت اور صلاحیتوں کے لحاظ سے بہترین لوگ ہوئے ہیں جن کے ظاہر و باطن کا ہر پہلو دلوں اور نگاہوں کو متاثر کرنے والا ہوتا تھا۔ کوئی رسول ایسے عیب کے ساتھ نہیں بھیجا گیا اور نہ ہی بھیجا جا سکتا تھا جس کی بناء پر وہ لوگوں میں مضحکہ بن جائے یا حقارت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ (۱۴۳) قرآن مجید نے ان کی اس درخواست کو بیان کیا ہے:

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ٥ وَيَسِّرْلِيْ اَمْرِيْ ٥ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ٥ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ٥ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ٥ هٰرُوْنَ اَخِيْ ٥ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ٥ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ٥ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ٥ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ٥ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا (۱۴۴)

موسیٰؑ نے عرض کیا پروردگار میرا سینہ کھول دے اور میرے کام کو میرے لیے آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ سلجھا دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔ میرے لیے میرے کنبے ہی سے ایک وزیر مقرر کر دے، ہارون جو میرا بھائی ہے۔ اس کے ذریعہ سے میرا ہاتھ مضبوط کر اور اس کو میرے کام میں شریک کر دے، تاکہ ہم خوب تیری پاکی بیان کریں اور خوب تیرا چرچا کریں۔ تو ہمیشہ ہمارے حال پر نگراں رہا ہے۔

سورہ شعراء میں تکذیب کے اندیشہ کا بھی ذکر ہے۔ فرمایا:

قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ٥ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ (۱۴۵)

اے میرے رب، مجھے خوف ہے کہ وہ مجھ کو جھٹلا دیں گے اور میرا سینہ بھینچتا ہے اور میری زبان رواں نہیں ہے تو ہارون کے پاس پیغام بھیج۔

سورہ قصص میں ہارونؑ کی فصاحت کا خصوصی تذکرہ نقل کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ (۱۴۶)

اور میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ فصیح اللسان ہے تو اس کو ایک معاون کی حیثیت سے میرے ساتھ بھیجئے کہ وہ میری تائید کرے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ میری تکذیب کریں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی یہ درخواست قبول فرمائی اور انہیں بیان کی قدرت بھی عطا فرمائی اور ان کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر ان کا معاون بھی بنایا۔ آگے چل کر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی یہ کمزوری دور ہوگئی تھی اور وہ خوب زوردار تقریر کرنے لگے تھے۔ چنانچہ قرآن اور بائبل میں ان کے بعد کے دور کی جو تقریریں آئی ہیں وہ کمال فصاحت وطلاقت لسانی کی شہادت دیتی ہیں۔ (۱۴۷) قبولیت دعا کے لیے ارشاد ہوتا ہے:

قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى (۱۴۸)

فرمایا: دیا گیا جو تو نے مانگا اے موسیٰ۔

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ (۱۴۹)

ہم تیرے بھائی کے ذریعہ سے تیرا ہاتھ مضبوط کریں گے اور تم دونوں کو ایسی سطوت بخشیں گے کہ وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ ہماری نشانیوں کے زور سے غلبہ تمہارا اور تمہارے پیروؤں کا ہی ہے۔

دوسری درخواست جو موسیٰؑ نے کی وہ فرعون کے انتقام سے متعلق تھی۔ حضرت موسیٰؑ نے قبطی کے ظالمانہ رویہ کی وجہ سے اس کو گھونسا مارا تھا جس کے نتیجے میں وہ مر گیا تھا۔ یہ ایک نادانستہ قتل تھا جس کی معافی انہوں نے اپنے رب سے طلب کی تھی اور انہیں معاف کر دیا گیا تھا۔ لیکن انہیں خطرہ تھا کہ وہ اس کی بنا پر انتقام میں کہیں قتل نہ کیے جائیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ (۱۵۰)

اور مجھ پر ان کے ہاں ایک جرم کا الزام بھی ہے، اس لیے میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ (۱۵۱)

موسیٰؑ نے عرض کی "میرے آقا، میں تو ان کا ایک آدمی قتل کر چکا ہوں، ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے۔

اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اس ڈر سے میں وہاں نہیں جانا چاہتا، بلکہ مطلب یہ تھا کہ حضور کی طرف سے ایسا کوئی انتظام ہونا چاہیے کہ میرے پہنچتے ہی کسی بات چیت اور ادائے رسالت کی نوبت آنے سے پہلے وہ لوگ مجھے الزام قتل میں گرفتار نہ کرلیں کیونکہ اس صورت میں تو وہ مقصد ہی فوت ہو جائے گا جس کے لیے مجھے اس مہم پر بھیجا جا رہا ہے۔ بعد کی عبارت سے یہ بات خود واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی اس گزارش کا یہ مدعا ہرگز نہیں تھا کہ وہ ڈر کے مارے نبوت کا منصب قبول کرنے اور فرعون کے ہاں جانے سے انکار کرنا چاہتے تھے۔ (۱۵۲)

حضرت نے جس خدشے کا اظہار کیا تھا اس کا جواب دیا گیا اور اللہ پاک کی طرف سے یہ تسلی دی گئی کہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ارشاد ہوتا ہے:

قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ (۱۵۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہرگز نہیں، تم دونوں جاؤ ہماری نشانیاں لے کر، ہم تمہارے ساتھ سب کچھ سنتے رہیں گے۔

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنۡ يَّفۡرُطَ عَلَيۡنَآ اَوۡ اَنۡ يَّطۡغٰى ۝ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِىۡ مَعَكُمَاۤ اَسۡمَعُ وَاَرٰى (۱۵۴)

دونوں نے عرض کیا (۱۵۵) پروردگار ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا پل پڑے گا، فرمایا ڈرو مت، میں تمہارے ساتھ ہوں، سب کچھ سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔

اس واقعے کو بائبل اور تلمود میں جس طرح بیان کیا گیا ہے اسے بھی ایک نظر دیکھ لیجئے تا کہ اندازہ ہو کہ قرآن مجید انبیاء علیہم السلام کا ذکر کس شان سے کرتا ہے اور بنی اسرائیل کی روایات میں ان کی کیسی تصویر کشی کی گئی ہے۔ بائبل کا بیان ہے کہ پہلی مرتبہ جب خدا نے موسیٰؑ سے کہا کہ "اب میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں کہ تو میری قوم بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لائے، تو حضرت موسیٰؑ نے جواب میں کہا" میں کون ہوں جو فرعون کے پاس جاؤں اور بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لاؤں۔" پھر خدا نے حضرت موسیٰؑ کو بہت کچھ سمجھایا، ان کی ڈھارس بندھائی، معجزے عطا کیے، مگر حضرت موسیٰؑ نے پھر کہا تو یہی کہا کہ " اے خداوند، میں تیری منت کرتا ہوں کہ کسی اور کے ہاتھ سے جسے تو چاہے یہ پیغام بھیج" (خروج ۴) تلمود کی روایت اس سے بھی چند قدم آگے جاتی ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰؑ کے درمیان سات دن تک اسی بات پر ردو کد ہوتی رہی۔ اللہ کہتا رہا کہ نبی بن، مگر موسیٰؑ کہتے رہے کہ میری زبان ہی نہیں کھلتی تو میں نبی کیسے بن جاؤں۔ آخر اللہ میاں نے کہا میری خوشی یہی ہے کہ تو ہی نبی بن۔ اس پر حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ لوطؑ کو بچانے کے لیے آپ نے فرشتے بھیجے، ہاجرہ جب سارہ کے گھر سے نکلی تو اس کے لیے پانچ فرشتے بھیجے، اور اب اپنے خاص بچوں (بنی اسرائیل) کو مصر سے نکلوانے کے لیے آپ مجھے بھیج رہے ہیں۔ اس پر خدا ناراض ہو گیا اور اس نے رسالت میں ان کے ساتھ ہارون کو شریک کر دیا اور موسیٰؑ کی اولاد کو محروم کر کے کہانت کا منصب ہارون کی اولاد کو دے دیا۔ یہ وہ کتابیں ہیں جن کے متعلق بے شرم لوگ کہتے ہیں کہ قرآن میں ان سے یہ قصے نقل کر لیے گئے ہیں۔ (۱۵۶) قرآن نے وضاحت کی کہ موسیٰؑ کو جو خدشات لاحق تھے ان کا ازالہ کر دیا گیا۔ اس بیان سے کہیں بھی یہ مترشح نہیں ہوتا کہ حضرت موسیٰؑ یہ ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ قرآن کے بیان سے تو ایسا لگتا ہے کہ موسیٰؑ شرف ہم کلامی کی لذت سے اتنے سرشار تھے کہ وہ اسے زیادہ دیر جاری رکھنا چاہتے تھے۔ کجا یہ گستاخی کہ وہ منصب نبوت لینے سے انکار کریں یا ادائے فرض سے پہلو تہی کریں۔ قرآنی بیان پڑھنے والا منصف مزاج انسان یہ مانے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ عظمت و شائستگی کلام ربانی ہونے کا ثبوت ہے۔

اسلوب دعوت

حضرت موسیٰؑ کو فرعون اور آلِ فرعون کے انداز فکر اور طرز عمل کا تجربہ تھا اور رب تعالیٰ کے علم میں نہ صرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماضی وحال کے واقعات تھے بلکہ مستقبل میں پیش آنے والے حالات بھی تھے اس لیے اس نے اپنے رسول کو نہ صرف حفاظت مہیا کی بلکہ دعوت کے طریقے اور زبان کے بارے میں بھی ہدایات دیں۔ رب تعالیٰ کو حضرت موسیٰؑ کے مزاج اور انداز بیان کی تیزی کا پتہ تھا اور فرعون کے غرور اور طغیان کا بھی علم تھا اس لیے داعی کو واضح ہدایات دینی ضروری تھیں۔ ارشاد ربانی ہے:

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۝ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (۱۵۷)

تم اور تمہارا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ جاؤ اور میرے ذکر میں ڈھیلے نہ پڑنا۔ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ، بے شک وہ بہت سرکش ہو گیا ہے۔ پس اس کو نرمی کے ساتھ دعوت دو، شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈرے۔

غالباً یہ ہدایات اس وقت دی گئیں جب حضرت موسیٰؑ مصر پہنچ گئے اور حضرت ہارونؑ ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ ان ہدایات میں دو چیزیں واضح ہیں ایک ذکر الٰہی اور دوسری نرم بات۔ تیسری بات کا تعلق مقصد دعوت یا نتیجہ دعوت سے ہے۔

ذکر الٰہی

ولا تنیا فی ذکری میرے ذکر میں ڈھیلے نہ پڑنا۔ سے دوبارہ ذکر الٰہی کی اہمیت واضح کی جارہی ہے۔ اس سے پہلے اولین کلام الٰہی میں "اقم الصلوۃ لذکری" کی ہدایت موجود ہے۔ ذکر الٰہی ایک دائمی عمل ہے اور اس میں ذکر عبادت اور ذکر دعوت دونوں شامل ہیں۔ دعوت کا اصل سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی سرچشمہ سے اس کو غذا اور قوت حاصل ہوتی ہے اگر اسی سرچشمہ سے تعلق کمزور ہو جائے تو دعوت بے جان اور بے روح ہو جاتی ہے اور اگر اس سرچشمہ سے تعلق بالکل ہی منقطع ہو جائے تو پھر وہ دعوت بالکل شیطانی دعوت بن کر رہ جاتی ہے اگر چہ اس میں نام خدا ہی کا لیا جائے۔ (۱۵۸)

یہ واضح ہے کہ نبی کا ہر کام ذکر الٰہی ہوتا ہے۔ وہ نماز ادا کرے یا تذکیر و انداز کا کام کرے۔ نماز اگر قوت و معرفت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے تو دعوت الی اللہ اسے مستحکم کرنے اور آگے منتقل کرنے کا وسیلہ۔ داعی کو ہر حال میں تعلق باللہ پر نظر رکھنی ہوتی ہے کیونکہ اسی سے اس کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور یہی رہنمائی کا ماخذ ہے۔

نرم گفتگو

" قولا لہ قولا لینا " کے ذریعہ سے طریق دعوت کی ہدایت دی کہ دعوت بہر حال نرمی کے ساتھ دی جائے۔ اس ہدایت کی ضرورت اس پہلو سے نہیں تھی کہ اب حضرت موسیٰؑ فرعون کے سامنے ایک بے بس اسرائیلی کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیثیت سے نہیں بلکہ خدا کی سفیر کی حیثیت سے جا رہے تھے اور ہاتھ میں عصائے موسوی بھی تھا بلکہ لینت و نرمی دعوت حق کی فطرت ہے۔ حضرات انبیاء کی بعثت تعلیم و اصلاح کے لیے ہوئی اس وجہ سے ان کی دعوت اور ان کے انذار میں ایک معلم کی شفقت اور ایک غمگسار کی دلسوزی ہمیشہ نمایاں رہی ہے کسی نبی کے متعلق بھی یہ بات علم میں نہیں آئی کہ اس نے ہیکڑی جتائی اور دھونس جمائی ہو۔ سخت سے سخت حالات میں بھی ان کا طرز خطاب اور انداز جواب نہایت ہی نرم، موثر اور ہمدردانہ رہا ہے۔ ہیکڑی جتانا اور دھونس جمانا دنیا پرست لیڈروں کی خصوصیات میں سے ہے موجودہ زمانے کے شیطانی پروپیگنڈے کی تو سمجھیے ساری بنیاد ہی اس پر ہے۔ (۱۵۹)

دعوت کا مقصد

دعوت کے مقصد کو لعله يتذكر او يخشى میں بیان فرمایا۔ حضرات انبیاء کی دعوت و تعلیم کا اصل مقصد یہی ہوتا ہے کہ مخاطب میں تذکر اور خشیت پیدا ہو۔ جن کے اندر صرف غفلت ہوتی ہے وہ تو نبی کی تذکیر سے فوراً جاگ پڑتے ہیں وہ گویا راستہ بھولے ہوئے ہوتے ہیں، بتانے والے نے جوں ہی ان کو بتایا وہ سیدھی راہ اختیار کر لیتے ہیں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کی گمراہی پختہ ہو جاتی ہے، اس طرح کے لوگوں کے اندر، اگر ان میں قبولیت حق کی کچھ صلاحیت ہوتی ہے، نبی کے انذار سے خدا اور اس کی پکڑ کا کچھ خوف پیدا ہوتا ہے اور پھر وہ مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کرنے لگتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہو تو وہ ہدایت کی راہ بھی اختیار کر لیتے ہیں۔ یہاں " يتذكر" سے پہلی حالت کی طرف اشارہ ہے اور " يخشى " سے دوسری حالت کی طرف۔ (۱۶۰)

سورہ النازعات میں اس مقصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۝ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى (۱۶۱)

اس سے کہہ کہ کیا تو اس کے لیے تیار ہے کہ پاکیزگی اختیار کرے اور میں تیرے رب کی طرف رہنمائی کروں تو اس کا خوف تیرے اندر پیدا ہو۔

گویا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارونؑ کو حکمت و تبلیغ کے اصول بتائے تاکہ براہ راست بات کرتے ہوئے ان حدود و قیود کا خیال رہے جو اللہ تعالیٰ نے متعین کیں اور کوئی ایسی بات نہ ہو جو پیغمبرانہ شان کے شایاں نہ ہو۔ ان ہدایات میں اسلوب و دعوت کے بنیادی اصول بیان کر دیئے گئے اور مقصد دعوت بھی واضح کر دیا گیا۔ معجزات تو پہلے ہی عطا کر دیئے تھے تاکہ مخاطب پر پیغمبرانہ حیثیت کا رعب پڑے اور وہ کسی غلط اقدام کی جرأت نہ کرے۔ یوں حضرت موسیٰؑ ربانی ہدایت اور معجزانہ قوت کے ساتھ فرعون اور آل فرعون کو اللہ کا پیغام پہنچانے تشریف لے گئے۔

فرعون کے سامنے دعوت حق

حضرات موسیٰؑ و ہارونؑ فرعون کے پاس پہنچے اور اسے دعوت حق دی۔ قرآن مجید کے مطابق حضرت موسیٰؑ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے سب سے پہلے اپنی رسالت کی بات کی اور رب تعالی کے ساتھ اپنے تعلق کی حقانیت کو واضح کیا اس کے بعد یہ مطالبہ کیا کہ بنی اسرائیل کو ان کے ساتھ بھیج دے۔ قرآن مجید اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ. قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ (۱۶۲)

موسیٰؑ نے کہا "اے فرعون، میں کائنات کے مالک کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں، میرا منصب یہی ہے کہ اللہ کا نام لے کر کوئی بات حق کے سوا نہ کہوں، میں تم لوگوں کے پاس تمہارے رب کی طرف سے صریح دلیل ماموریت لے کر آیا ہوں لہذا تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے۔

دوسری جگہ پر فرعون کی طرف جانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ (۱۶۳)

فرعون کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم خداوند عالم کے رسول ہیں۔ ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو جانے دے۔

مزید فرمایا

فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى (۱۶۴)

پس اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم دونوں تیرے رب کے رسول ہیں تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے اور ان کو عذاب میں مبتلا نہ رکھ ہم تیرے خداوند کے پاس سے ایک بڑی نشانی بھی لے کر آئے ہیں اور سلامتی ان لوگوں پر ہے جو ہدایت کی پیروی کریں۔

سورہ دخان میں ہے:

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ○ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ. اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ○ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِنِّیْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (۱۶۵)

ہم ان سے پہلے فرعون کی قوم کو اسی آزمائش میں ڈال چکے ہیں۔ ان کے پاس ایک نہایت شریف رسول آیا اور اس نے کہا: اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو۔ میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں اور اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو۔ میں تمہارے سامنے (اپنی ماموریت کی) صریح سند پیش کرتا ہوں۔

آپ کی دعوت کا اصل مقصود فرعون کی اصلاح تھی ازاں بعد بنی اسرائیل کی آزادی کی بات کی تھی۔ فرعون کے ردعمل میں بھی اولیں بات الوہیت و ربوبیت کا انکار اور دعوت الی اللہ کی تحقیر تھی۔ فرعون کے تکبر و غرور نے اسے انکار پر آمادہ کیا اور اس کے بعد حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کو قید و بند کی دھمکیاں دیں اور بنی اسرائیل پر مظالم میں اضافہ کر دیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔قرآن مجید نے اس سارے عرصے کے واقعات وحالات میں سے صرف انہیں کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق دعوت الی اللہ سے ہے۔ان میں ربوبیت الٰہی پر مناظرہ، ساحران مصر سے مقابلہ، حضرت موسیٰؑ کی صداقت کے لیے معجزات کا ظہور اور بالآخر بنی اسرائیل کی نجات اور فرعون وآل فرعون کا غرق ہونا، وہ اہم واقعات ہیں جن کا قرآن مجید نے ذکر کیا ہے۔

فرعون کا ردعمل

ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کی دعوت کا بنیادی اصول توحید الٰہی تھا اور حضرت موسیٰؑ کی دعوت پر پہلا ردعمل تلخی اور تحقیر کا ہے۔سورہ شعراء میں ہے کہ فرعون نے موسیٰؑ سے کہا:

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّکَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِکَ سِنِیْنَ ○ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَکَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ (۱۶۶)

فرعون نے کہا: کیا ہم نے تجھے اپنے ہاں بچہ سا نہیں پالا تھا؟ تو نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے ہاں گزارے اور اس کے بعد کر گیا جو کچھ کر گیا۔تو بڑا احسان فراموش آدمی ہے۔

فرعون نے ازرہ تحقیر یہ کہا کہ تم وہی نہیں ہو جس کی پرورش بچپن میں ہم نے اپنے گھر میں کی ہے اور تم وہی نہیں جس نے قتل جیسی حرکت کی۔تمہاری حیثیت تو ہمارے پروردہ اور ایک مجرم کی ہے۔یہ نبوت کی بات کیسی ہے؟

حضرت موسیٰؑ نے اس کے جواب میں جو کچھ کہا اسے قرآن نے نقل کیا ہے:

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ○ فَفَرَرْتُ مِنْکُمْ لَمَّا خِفْتُکُمْ فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُکْمًا وَّجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَتِلْکَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَیَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (۱۶۷)

موسیٰؑ نے کہا: اس وقت وہ کام میں نے نادانستگی میں کر دیا تھا پھر میں تمہارے خوف سے بھاگ گیا۔ اس کے بعد میرے رب نے مجھ کو حکم عطا کیا اور مجھے رسولوں میں شامل فرما لیا۔رہا تیرے احسان جو تو نے مجھ پر جتایا ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا لیا تھا۔

موسیٰؑ نے قتل کا اعتراف کیا کہ وہ نادانستگی پر ہوا لیکن اللہ نے مجھے نبوت سے نوازا۔اور جہاں تک تمہارے احسان کا تعلق ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ بنی اسرائیل پر ظلم ہی کے نتیجے میں تمہارے گھر تک پہنچا ورنہ میں اپنے گھر میں پرورش پاتا۔(۱۶۸) یا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ احسان تو ہے لیکن اس کے بدلے میں تمہیں یہ حق تو حاصل نہیں ہو سکتا کہ تمام بنی اسرائیل کو غلام بنائے رکھو اور میں اس کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھاؤں۔(۱۶۹) مولانا سیوہاروی نے عبدالوہاب نجار کے حوالے سے ایک اور مفہوم بھی نقل کیا ہے۔(۱۷۰) لیکن ان کے بقول یہ تکلف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ربوبیت الٰہی کی تحقیر

حضرت موسیٰؑ نے اپنی رسالت کی بات کرتے ہوئے رب العالمین کا ذکر کیا ہے۔فرعون نے رب العالمین کا مذاق اڑایا اور کہا کہ رب العالمین کیا چیز ہے؟ طریق دعوت میں ایک مرحلہ دعوت کے حق میں مسکت دلائل مہیا کرنا ہے۔حضرت موسیٰؑ نے اس کے اس گستاخانہ رویے کو بنیاد بنا کر ربوبیت الٰہی پر مسکت دلائل مہیا کیے۔فرعون نے جب ازرہ استہزاء کہا وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۷۱) (یہ رب العالمین کیا ہوتا ہے؟) تو حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا:

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا. اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ (۱۷۲)

فرمایا: تمہارا رب العالمین وہی ہے، جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب کا رب ہے، اگر تم یقین لانے والے ہو۔

قرآن نے فرعون اور موسیٰؑ کے درمیان ہونے والی گفتگو نقل کی ہے۔

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ٥ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ٥ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْۤ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ٥ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا. اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ٥ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ (۱۷۳)

فرعون نے اپنے گردوپیش کے لوگوں سے کہا سنتے ہو؟ موسیٰ کہتا ہے تمہارا رب بھی اور تمہارے ان آباؤاجداد کا رب بھی جو گزر چکے ہیں۔فرعون نے (حاضرین سے کہا) تمہارے یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں بالکل ہی پاگل معلوم ہوتے ہیں۔موسیٰؑ نے کہا" مشرق ومغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب، اگر آپ لوگ کچھ عقل رکھتے ہیں۔فرعون نے کہا گر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود مانا تو تجھے بھی ان لوگوں میں شامل کردوں گا جو قید خانوں میں پڑے سڑ رہے ہیں۔

سورہ طہٰ میں اس موضوع کو اور انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ٥ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ٥ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ٥ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ٥ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً. فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ٥ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ. اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى (۱۷۴)

فرعون نے کہا" اچھا تو پھر تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ؟ موسیٰؑ نے جواب دیا" ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی، پھر اس کو راستہ بتایا۔فرعون بولا" اور پہلے جو نسلیں گزر چکی ہیں ان کی پھر کیا حالت تھی۔" موسیٰؑ نے کہا" اس کا علم میرے رب کے پاس ایک نوشتے میں محفوظ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ میرا رب نہ چوکتا ہے، نہ بھولتا ہے" وہی جس نے تمہارے لیے زمین کا فرش بچھایا، اور اس میں تمہارے چلنے کو راستے بنائے اور اوپر سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ سے مختلف اقسام کی پیداوار نکالی۔ کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی چراؤ۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں، عقل رکھنے والوں کے لیے۔

حضرت موسیٰؑ کے استدلال کا کوئی جواب اس کے پاس نہیں تھا لہٰذا بوکھلاہٹ میں اپنی الوہیت و ربوبیت کے دعویٰ کو دہرانے کے سوا کوئی بات نہیں کر سکا۔ تکذیب و تحقیر اور استکبار و ادبار کے سوا کچھ نہ بن سکا۔ قرآن مجید نے اس کی بوکھلاہٹ کو مندرجہ ذیل الفاظ میں نقل کیا ہے:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (۱۷۵)

اور فرعون نے کہا، اے درباریو! میں تو تمہارے لیے اپنے سوا کسی اور معبود سے واقف نہیں، تو اے ھامان! تم مٹی کی اینٹوں کا پزاوہ لگواؤ اور میرے لیے ایک اونچا محل بنواؤ کہ موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں، میں تو اس کو ایک جھوٹا آدمی خیال کرتا ہوں۔

سورہ غافر میں ہے:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا. وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ. وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ (۱۷۶)

فرعون نے کہا اے ہامان، میرے لیے ایک بلند عمارت بنا تاکہ میں راستوں تک پہنچ سکوں، آسمانوں کے راستوں تک، اور موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں مجھے تو یہ موسیٰؑ جھوٹا ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس طرح فرعون کے لیے اس کی بدعملی خوشنما بنا دی گئی اور وہ راہ راست سے روک دیا گیا۔ فرعون کی ساری چالبازی (اس کی اپنی) تباہی کے راستے ہی میں صرف ہوئی۔

فرعون کا دعوائے الوہیت

فرعون کے ردعمل میں جہاں ربوبیت الٰہی کا استہزاء ہے وہاں اپنے استکبار کی وجہ سے الوہیت و ربوبیت کا دعویٰ بھی ہے۔ سورہ قصص میں اس کے دعویٰ الوہیت کا ذکر گزر چکا ہے۔ سورہ النازعات میں اس کے دعوائے ربوبیت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۝ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (۱۷۷)

مگر اس نے جھٹلا دیا اور نہ مانا پھر چالبازیاں کرنے کے لیے پلٹا اور لوگوں کو جمع کر کے اس نے پکار کر کہا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

، میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔

سورہ شعرا میں ہے کہ اگر موسیٰؑ نے اس کے سوا کسی اور اللہ کو مانا تو اسے قید کر دیا جائے گا۔ ان سب مقامات پر اس کے دعوائے الوہیت وربوبیت کا تذکرہ ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی دعوت سے اسے جو خطرہ محسوس ہوا، یہ بوکھلاہٹ اسی کا اظہار ہے۔ مفسرین نے اس کے دعوی کی حقیقت پر مفصل بحثیں کی ہیں اور یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ الوہیت کی تفسیر میں یہاں اس سے کیا مراد ہے۔ مولانا اصلاحی کا خیال ہے کہ فرعون کی حیثیت (God King) کی تھی۔ وہ سورہ اعراف کی آیت ۱۲۷ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

و یذرک والھتک کی تاویل میں ہمارے علماء ومفسرین کو بڑا اضطراب پیش آیا ہے۔ اس میں اشکال یہ ہے کہ الھتک کے لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ایسے دیوی، دیوتا بھی مصر میں تھے جن کی پرستش خود فرعون بھی کرتا تھا اگر یہ بات صحیح مان لی جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے رب اعلیٰ ہونے کے دعوے کی توجیح کیا ہوگی؟ جو خود رب اعلیٰ ہونے کا مدعی ہو وہ کسی دوسرے دیوی، دیوتا کو ماننے والا یا ان کی پرستش کرنے والا کیسے ہوسکتا ہے؟ اس شبے کا جواب یہ ہے کہ فرعون اپنے زعم کے مطابق اپنے آپ کو مصریوں کے سب سے بڑے دیوتا سورج کا اوتار سمجھتا تھا اس طرح اس کی حیثیت اوتار بادشاہ (God King) کی تھی۔ گویا وہ بیک وقت مصریوں کا بادشاہ بھی اور ان کے سب سے بڑے دیوتا کا مظہر اور اوتار ہونے کے سبب سے ان کا رب اعلیٰ بھی۔ اس نے اپنے بے شمار اسٹیچو اور بت بنوا کر اپنی مملکت میں جگہ جگہ نصب کرا دیئے تھے اور اس کی رعایا ان کے درشن اور ان کے آگے ڈنڈوت کرتی تھی۔ اسی طرح بادشاہ کو بیک وقت رعایا پر خدائی اور شاہی دونوں قسم کے اختیارات حاصل تھے۔ یہاں الھتک کے لفظ سے اس کے ان ہی اسٹیچوؤں اور بتوں کی طرف اشارہ ہے جو اس کی ذات کی نمائندگی کرتے تھے۔ مصر کے قدیم مندروں کے جو آثار ملے ہیں ان سے بھی اسی بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ (۱۷۸)

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی رائے میں مصریوں کے ہاں بہت سے دیوتاؤں اور دیویوں کی پرستش ہوتی تھی۔ تاہم فرعون سورج دیوتا کے اوتار کی حیثیت سے بادشاہی کا استحقاق جتاتا تھا۔ سورہ طہٰ کی آیت ۲۱ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

" فرعون کے اس سوال کا منشا یہ تھا کہ تم دونوں کسے رب بنا بیٹھے ہو، مصر اور اہل مصر کا رب تو میں ہوں سورہ نازعات میں اس کا یہ قول نقل کیا گیا ہے انا ربکم الاعلی اے اہل مصر تمہارا رب اعلیٰ میں ہوں۔ سورہ زخرف میں وہ بھرے دربار کو مخاطب کر کے کہتا ہے یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ وَھٰذِہِ الْاَنْھٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ "اے میری قوم! کیا مصر کی یہ بادشاہی میری نہیں ہے؟ اور یہ نہریں میرے نیچے نہیں بہہ رہی ہیں؟" (آیت ۵۱) سورہ قصص میں وہ اپنے درباریوں کے سامنے یوں ہنکارتا ہے یٰٓاَیُّھَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرِیْ. فَاَوْقِدْلِیْ یٰھَامٰنُ عَلَی الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓی اِلٰہِ مُوْسٰی " اے سرداران قوم! میں نہیں جانتا کہ میرے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوا تمہارا کوئی اور بھی الہ ہے، اور اے هامان ذرا اینٹیں پکوا اور ایک بلند عمارت میرے لیے تیار کرا تا کہ میں ذرا چڑھ کر دیکھوں تو سہی کہ یہ موسیٰ کسے الہ بنا رہا ہے" (آیت ۳۸) سورہ شعراء میں وہ حضرت موسیٰؑ کو ڈانٹ کر کہتا ہے لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ " اگر تو نے میرے سوا کسی کو الہ بنایا تو یاد رکھ کہ تجھے جیل بھیج دوں گا" (آیت ۲۹)

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فرعون اپنی قوم کا واحد معبود تھا اور وہاں اس کے سوا کسی کی پرستش نہ ہوتی تھی۔ یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ فرعون خود سورج دیوتا (رع یا راع) کے اوتار کی حیثیت سے بادشاہی کا استحقاق جتاتا تھا۔ اور یہ بات بھی مصر کی تاریخ سے ثابت ہے کہ اس قوم کے مذہب میں بہت سے دیوتاؤں اور دیویوں کی عبادت ہوتی تھی اس لیے فرعون کا دعوی "واحد مرکز پرستش" ہونے کا نہ تھا، بلکہ وہ عملاً مصر کی اور نظریہ کے اعتبار سے دراصل پوری نوع انسانی کی سیاسی ربوبیت خداوندی کا مدعی تھا اور یہ ماننے کے لیے تیار نہ تھا کہ اس کے اوپر کوئی دوسری ہستی فرمانروا ہو جس کا نمائندہ آ کر ایک حکم دے اور اس حکم کی اطاعت کا مطالبہ اس سے کرے۔ بعض لوگوں کو اس کی لن ترانیوں سے یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا منکر تھا اور خود خدا ہونے کا دعوی رکھتا تھا مگر یہ بات قرآن سے ثابت ہے کہ وہ عالم بالا پر کسی اور کی حکمرانی مانتا تھا۔ سورہ المومن آیات ۲۸ تا ۳۴ اور سورہ زخرف آیت ۵۳ کو غور سے دیکھئے۔ یہ آیتیں اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی ہستی سے اس کو انکار نہ تھا۔ البتہ جس چیز کو ماننے کے لیے وہ تیار نہ تھا وہ یہ تھی کہ اس کی سیاسی خدائی میں اللہ کا کوئی دخل ہو اور اللہ کا کوئی رسول آ کر اس پر حکم چلائے۔ (۱۷۹)

اگر اس کے ساتھ وہ توضیح بھی شامل ہو جائے جو سید مرحوم نے سورہ شعراء کی آیت ۲۹ کے تحت لکھی ہے تو فرعون کے تصور الوہیت پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ سید مرحوم لکھتے ہیں:

" اس گفتگو کو سمجھنے کے لیے یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ آج کی طرح قدیم زمانے میں بھی "معبود" کا تصور صرف مذہبی معنوں تک محدود تھا یعنی یہ کہ اسے بس پوجا پاٹ اور نذر و نیاز کا استحقاق پہنچتا ہے اور اپنے فوق الفطری غلبہ واقتدار کی وجہ سے اس کا یہ منصب بھی ہے کہ انسان اپنے معاملات میں اس سے استمداد و استعانت کے لیے دعائیں مانگیں۔ لیکن کسی معبود کی یہ حیثیت کہ وہ قانونی وسیاسی معنوں میں بھی بالادست ہے اور اسے یہ حق پہنچتا ہے کہ معاملات دنیا میں وہ جو چاہے حکم دے اور انسانوں کا یہ فرض ہے کہ اس کو قانون برتر مان کر اس کے آگے جھک جائیں، یہ چیز زمین کے مجازی فرمانرواؤں نے نہ پہلے کبھی مان کر دی تھی، نہ آج وہ اسے ماننے کے لیے تیار ہیں۔ وہ ہمیشہ سے یہی کہتے چلے آئے ہیں کہ دنیا کے معاملات میں ہم مختار مطلق ہیں، کسی معبود کو ہماری سیاست اور ہمارے قانون میں دخل دینے کا حق نہیں ہے۔ دنیوی حکومتوں اور بادشاہوں سے انبیاء علیہم السلام اور ان کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیروی کرنے والے مصلحین کے تصادم کی اصل وجہ یہی رہی ہے۔انہوں نے ان سے خداوند عالم کی حاکمیت و بالادستی تسلیم کرانے کی کوشش کی ہے اور یہ اس کے جواب میں نہ صرف یہ کہ اپنی حاکمیت مطلقہ کا دعویٰ پیش کرتی رہی ہے بلکہ انہوں نے ہر اس شخص کو مجرم اور باغی ٹھہرایا ہے جو ان کے سوا کسی اور کو قانون وسیاست کے میدان میں معبود مانے۔اس تشریح سے فرعون کی اس گفتگو کا صحیح مفہوم اچھی طرح سمجھ میں آ سکتا ہے۔اگر معاملہ صرف پوجا پاٹ اور نذر و نیاز کا ہوتا تو اس کو اس سے کوئی بحث نہ تھی کہ حضرت موسیٰؑ دوسرے دیوتاؤں کو چھوڑ کر صرف ایک اللہ رب العالمین کو اس کا مستحق سمجھتے ہیں۔اگر صرف اس معنی میں توحید فی العبادت کی دعوت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو دی ہوتی تو اسے غضب ناک ہونے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔زیادہ سے زیادہ اگر کچھ کرتا تو بس یہ کہ اپنا آبائی دین چھوڑنے سے انکار کر دیتا، یا حضرت موسیٰؑ سے کہتا کہ میرے مذہب کے پنڈتوں سے مناظرہ کرلو۔لیکن جس چیز نے اسے غضبناک کر دیا وہ یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب العالمین کے نمائندے کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کر کے اسے اسی طرح ایک سیاسی حکم پہنچایا کہ گویا وہ ایک ماتحت حاکم ہے اور ایک حاکم برتر کا پیغامبر آ کر اس سے اطاعت امر کا مطالبہ کر رہا ہے۔اس معنی میں وہ اپنے اوپر کسی سیاسی وقانونی برتری ماننے کے لیے تیار نہ تھا، بلکہ وہ یہ بھی گوارا نہ کر سکتا تھا کہ اس کی رعایا میں سے کوئی فرد اس کے بجائے کسی اور کو حاکم برتر مانے۔اسی لیے اس نے پہلے "رب العالمین" کی اصطلاح کو چیلنج کیا کیونکہ اس کی طرف سے لائے ہوئے پیغام میں محض مذہبی معبودیت کا نہیں بلکہ کھلم کھلا سیاسی اقتدار اعلیٰ کا رنگ نظر آتا تھا۔پھر جب حضرت موسیٰؑ نے بار بار تشریح کر کے کہ جس رب العالمین کا پیغام وہ لائے ہیں وہ کون ہے تو اس نے صاف صاف دھمکی دے دی کہ ملک مصر میں تم نے میرے اقتدار اعلیٰ کے سوا کسی اور کے اقتدار کا نام بھی لیا تو جیل کی ہوا کھاؤ گے۔ (۱۸۰)

فرعون کے قول یٰٓاَیُّھَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرِیْ (۱۸۱) "اے اہل دربار میں تو اپنے سوا تمہارے کسی خدا کو نہیں جانتا" کی تشریح کرتے ہوئے سید مودودیؒ لکھتے ہیں:

اس قول سے فرعون کا مطلب ظاہر ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ میں ہی تمہارا اور زمین وآسمان کا خالق ہوں، کیونکہ ایسی بات صرف ایک پاگل ہی کے منہ سے نکل سکتی تھی۔اور اس طرح اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ میرے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں کیونکہ اہل مصر کے مذہب میں بہت سے معبودوں کی پرستش ہوتی تھی اور خود فرعون کو جس بنا پر معبودیت کا مرتبہ دیا گیا تھا وہ بھی صرف یہ تھی کہ اسے سورج دیوتا کا اوتار جانا جاتا تھا۔سب سے بڑی شہادت قرآن مجید کی موجود ہے کہ فرعون خود بہت سے دیوتاؤں کا پرستار تھا: وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰی وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ. (الاعراف آیت ۱۲۷) اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا: کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو کھلی چھوٹ دے دے گا کہ ملک میں فساد برپا کریں اور تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ اس لیے لامحالہ یہاں فرعون نے لفظ "خدا" بمعنی خالق و معبود نہیں بلکہ مطاع و حاکم مطلق استعمال کیا تھا۔ اس کا مدعا یہ تھا کہ اس سرزمین مصر کا مالک میں ہوں، یہاں میرا حکم چلے گا، میرا ہی قانون یہاں قانون مانا جائے گا، میری ذات ہی یہاں امر و نہی کا سرچشمہ تسلیم کی جائے گی، کوئی دوسرا یہاں حکم چلانے کا مجاز نہیں ہے، یہ موسیٰ کون ہے جو رب العالمین کا نمائندہ بن کر آ کھڑا ہوا ہے اور مجھے اس طرح احکام سنا رہا ہے کہ گویا اصل فرمانروا یہ ہے اور میں اس کا تابع فرمان ہوں۔ اسی بنا پر اس نے اپنے دربار کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا تھا: يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ (الزخرف، آیت ۵۱) اے قوم، کیا مصر کی بادشاہی میری ہی نہیں ہے اور یہ نہریں میرے تحت جاری نہیں ہیں۔ اور اسی بناء پر وہ حضرت موسیٰؑ سے بار بار کہتا تھا: اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ (یونس آیت: ۷۸)" تو کیا تو اس لیے آیا ہے کہ ہمیں اس طریقے سے ہٹا دے جو ہمارے باپ دادا کے زمانے سے چلا آ رہا ہے اور اس ملک میں بڑائی تم دونوں بھائیوں کی ہو جائے؟۔ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى (طٰہٰ: آیت ۵۷) اے موسیٰؑ کیا تو اس لیے آیا ہے کہ ہمیں اپنے جادو کے زور سے ہماری زمینوں سے بے دخل کر دے؟ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ (المومن۔ آیت ۲۶) میں ڈرتا ہوں کہ یہ شخص تم لوگوں کا دین بدل ڈالے گا، یا ملک میں فساد برپا کر دے گا۔ اس لحاظ سے اگر غور کیا جائے تو فرعون کی پوزیشن ان ریاستوں کی پوزیشن سے کچھ بھی مختلف نہیں ہے جو خدا کے پیغمبر کی لائی ہوئی شریعت سے آزاد و خود مختار ہو کر سیاسی اور قانونی حاکمیت کی مدعی ہیں۔ وہ خواہ سرچشمہ قانون اور صاحب امر و نہی کسی بادشاہ کو مانیں یا قوم کی مرضی کو، بہر حال جب تک وہ یہ موقف اختیار کیے ہوئے ہیں کہ ملک میں خدا اور اس کے رسول کا نہیں بلکہ ہمارا حکم چلے گا اس وقت تک ان کے اور فرعون کے موقف میں کوئی اصولی فرق نہیں ہے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ بے شعور لوگ فرعون پر لعنت بھیجتے رہیں اور ان کو سند جواز عطا کرتے رہیں۔ حقائق کی سوجھ بوجھ رکھنے والا آدمی تو معنی اور روح کو دیکھے گا نہ کہ الفاظ و اصطلاحات کو۔ آخر اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ فرعون نے اپنے لیے الٰہ کا لفظ استعمال کیا تھا اور یہ اسی معنی میں حاکمیت کی اصطلاح استعمال کرتی ہیں۔ (۱۸۲)

سید مودودیؒ کی تشریح سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں الوہیت و ربوبیت سیاسی حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ کے معنوں میں استعمال ہوئی ہے اور محض مذہبی معنی میں نہیں جبکہ مولانا اصلاحی کے بیان سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ فرعون کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوائے الوہیت میں خدائی اور بادشاہی دونوں شامل تھیں۔

معجزات کا اظہار

ہدایات ربانی کے مطابق حضرت موسیٰؑ نے نرم لہجے میں توحید الٰہی پر دلائل مہیا کیے۔ یہ اتنے موثر تھے کہ فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس ان کا کوئی جواب نہ تھا لیکن وہ اپنی ڈھٹائی کی وجہ سے ضد کیے جا رہا تھا اور موسیٰؑ کی دعوت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ بالآخر حضرت موسیٰؑ نے عقلی دلائل کے بعد مشاہداتی و معجزاتی دلائل پیش کیے۔ قرآن مجید میں اظہار معجزہ کے لیے حضرت موسیٰؑ کی پیش کش اور فرعون کے مطالبے کے بیانات موجود ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ ۝ قَالَ إِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِآيَةٍ فَأْتِ بِهَآ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۱۸۳)

میں تم لوگوں کے پاس تمہارے رب کی طرف سے صریح دلیل ماموریت لے کر آیا ہوں لہٰذا تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے۔ فرعون نے کہا: اگر تو کوئی نشانی لایا ہے اور اپنے دعوے میں سچا ہے تو اسے پیش کر۔

قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالَ فَأْتِ بِهٖٓ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۱۸۴)

موسیٰؑ نے کہا، کیا اس صورت میں بھی کہ جب میں تمہارے پاس کوئی واضح نشانی لے کر آیا ہوں، اس نے کہا، وہ پیش کرو اگر تم سچے ہو۔

فرعون کے اس مطالبے پر حضرت موسیٰؑ نے بھرے دربار میں فرعون کے سامنے اپنی لاٹھی کو زمین پر ڈالا، اسی وقت اس نے اژدھا کی شکل اختیار کر لی اور یہ حقیقت تھی، نظر کا دھوکا نہ تھا اور پھر موسیٰؑ نے اپنے ہاتھ کو گریبان کے اندر لے جا کر نکالا تو وہ ایک روشن ستارہ کی طرح چمکتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ یہ دوسری نشانی اور دوسرا معجزہ تھا۔ فرعون کے درباریوں نے جب اس طرح ایک اسرائیلی کے ہاتھوں اپنی قوم اور اپنے بادشاہ کی شکست کو دیکھا تو وہ تلملا اٹھے اور کہنے لگے: بلاشبہ یہ بہت بڑا ماہر جادوگر ہے اور اس نے یہ سب ڈھونگ اس لیے رچایا ہے کہ تم پر غالب آ کر تم کو تمہاری سرزمین سے باہر نکال دے لہٰذا اب ہم کو سوچنا چاہیے کہ اس کے متعلق کیا کیا جائے۔ قرآن مجید نے اظہار معجزہ کے واقعہ کو مختلف مقامات پر نقل کیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

فَأَلْقٰى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَإِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝ قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۝ يُّرِيْدُ أَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ أَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَأْمُرُوْنَ ۝ (۱۸۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موسیٰؑ نے اپنا عصا پھینکا اور یکا یک وہ ایک جیتا جاگتا اژدھا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ کھینچا تو وہ دفعتاً دیکھنے والوں کے لیے چمکتا ہوا نکلا۔ اس پر فرعون کے سرداروں نے آپس میں کہا یقیناً یہ شخص بہت بڑا ماہر جادوگر ہے۔ تمہیں تمہاری سرزمین سے بے دخل کرنا چاہتا ہے۔ اب کہو کیا کہتے ہو۔

سورہ شعراء میں اسے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان فرمایا:

فَأَلْقٰى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ o وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَإِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ o قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ o يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ. فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَo (۱۸۶)

موسیٰؑ نے اپنا عصا پھینکا اور یکا یک وہ ایک صریح اژدھا تھا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ (بغل سے) کھینچا اور وہ سب دیکھنے والوں کے سامنے چمک رہا تھا۔ فرعون اپنے گردوپیش کے سرداروں سے بولا۔ "یہ شخص یقیناً ایک ماہر جادوگر ہے چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہارے ملک سے نکال دے۔ اب بتاؤ تم کیا مشورہ دیتے ہو۔

سورہ قصص میں فرمایا:

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ (۱۸۷)

پھر جب موسیٰؑ ان لوگوں کے پاس ہماری کھلی کھلی نشانیاں لے کر پہنچا تو انہوں نے کہا کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر بناوٹی جادو اور یہ باتیں تو ہم نے اپنے باپ دادا کے زمانے میں کبھی سنی ہی نہیں۔

سورہ یونس میں ہے:

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ o ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ o فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ o قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ اَسِحْرٌ هٰذَا وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ o قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ (۱۸۸)

پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا، مگر انہوں نے اپنی بڑائی کا گھمنڈ کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔ پس جب ہمارے پاس سے حق ان کے سامنے آیا تو انہوں نے کہہ دیا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ موسیٰؑ نے کہا: تم حق کو یہ کہتے ہو جبکہ وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارے سامنے آ گیا؟ کیا یہ جادو ہے؟ حالانکہ جادوگر فلاح نہیں پایا کرتے انہوں نے جواب میں کہا "کیا تو اس لیے آیا ہے کہ ہمیں اس طریقے سے پھیر دے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور زمین میں بڑائی تم دونوں کی قائم ہو جائے؟ تمہاری بات تو ہم ماننے والے نہیں؟"

سورہ طہٰ میں فرمایا:

وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ٥ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى (۱۸۹)

ہم نے فرعون کو اپنی سب ہی نشانیاں دکھائیں مگر وہ جھٹلائے چلا گیا اور نہ مانا۔ کہنے لگا "اے موسیٰ! کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے ہم کو ہمارے ملک سے نکال باہر کرے۔"

سورہ نازعات میں ہے:

فَاَرٰهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى (۱۹۰)

موسیٰؑ نے اسے بڑی نشانی دکھائی۔

فرعون کا ردعمل

ان معجزات کی قاہری ایسی نمایاں تھی کہ فرعون اور اس کے درباری سب ہک دک رہ گئے۔ لیکن فرعون نے نہایت ہوشیاری سے لوگوں کو مرعوبیت سے بچانے کی کوشش کی۔ اس نے حضرت موسیٰؑ کے کارنامے کی تو داد دی، اس لیے کہ اس سے مفر نہ تھا لیکن ساتھ ہی یہ تاثر بھی لوگوں کو دینے کی کوشش کی کہ یہ محض فن جادوگری میں مہارت کا کرشمہ ہے۔ اس کو نبوت اور رسالت سے کوئی تعلق نہیں ہے مزید برآں حضرت موسیٰؑ کے خلاف ایک سیاسی بدگمانی پیدا کرنے کے لیے ذہنوں میں یہ وسوسہ بھی ڈال دیا کہ یہ شخص اپنے جادو کے زور سے لوگوں کو اپنے حق میں ہموار کرنا اور ہم کو ملک سے بے دخل کرنا چاہتا ہے۔[191] مولانا اصلاحی سورہ اعراف کی آیت ۱۰۹۔۱۱۰ کے تحت لکھتے ہیں:

وہ حضرات موسیٰؑ اور ہارونؑ سے اچھی طرح واقف تھے۔ ان کے ماضی و حاضر اور ان کے اخلاق و کردار کو سامنے رکھ کر وہ آسانی سے فیصلہ کر سکتے تھے کہ حضرت موسیٰؑ نہ تو کوئی جادوگر ہو سکتے ہیں اور نہ اصلاح کے سوا ان کے سامنے کوئی اور مقصد ہو سکتا ہے۔ لیکن ارباب اقتدار کا ہمیشہ یہ شیوہ رہا ہے کہ جب ان کے مقابل کوئی اصلاحی دعوت اٹھی ہے تو انہوں نے اپنے عوام کو اس سے برگشتہ کرنے کے لیے اس کے اندر کوئی نہ کوئی خطرناک سیاسی معنی و مفہوم پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہی حرکت فرعون کے درباریوں نے کی۔ انہوں نے حضرت موسیٰؑ کی اس خالص اصلاحی دعوت اور جدوجہد کو متہم کرنے کے لیے یہ اشغلا چھوڑا کہ یہ درحقیقت ارسٹوکریسی کو اس ملک سے بے دخل کرنے کی ایک سازش ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرعون کے درباریوں کا یہ اسٹنٹ وقت وحالات کے لحاظ سے ایک موثر اور کارگر اسٹنٹ تھا۔ یہ مصر کے جس دور کی سرگذشت بیان ہورہی ہے اس دور کی تاریخ تورات میں پڑھیے تو معلوم ہوگا کہ اس زمانے میں فرعون اوراس کے اعیان اپنے لیے سب سے بڑا خطرہ یہ محسوس کررہے تھے کہ بنی اسرائیل کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی ہے، ایسا نہ ہو کہ وہ طاقت پکڑ جائیں اور ایک دن ہمیں اس ملک سے نکال چھوڑیں۔ تورات کی کتاب خروج سے مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

" اور اسرائیل کی اولاد برومند اور کثیر التعداد اور فراواں اور نہایت زور آور ہوگئی اور وہ ملک ان سے بھر گیا۔ تب مصر میں ایک نیا بادشاہ پیدا ہوا جو یوسف کو نہیں جانتا تھا اور اس نے اپنی قوم کے لوگوں کو کہا دیکھو، اسرائیلی ہم سے زیادہ اور قوی ہوگئے ہیں سو آؤ ہم ان کے ساتھ حکمت سے پیش آئیں۔ یہ نہ ہو کہ جب وہ اور زیادہ ہوجائیں اور اس وقت جنگ چھڑ جائے تو وہ ہمارے دشمنوں سے مل کر ہم سے لڑیں اور ملک سے نکل جائیں اس لیے انہوں نے ان پر بیگار لینے والے مقرر کیے جو ان سے سخت کام لے کر ان کو ستائیں ...... اس پر انہوں نے جتنا ان کو ستایا وہ اتنا ہی بڑھتے اور پھیلتے گئے اس لیے وہ لوگ بنی اسرائیل کی طرف سے فکر مند ہوگئے ...... تب مصر کے بادشاہ نے عبرانی دائیوں سے کہا کہ جب عبرانی عورتوں کے تم بچہ جناؤ...... تو اگر بیٹا پیدا ہو تو مار ڈالنا اور اگر بیٹی ہو تو جیتی رہے...... اور فرعون نے اپنی قوم کے سب لوگوں سے تاکیداً کہا کہ ان میں جو بیٹا پیدا ہو تم اسے دریا میں ڈال دینا اور جو بیٹی ہو اسے جیتی چھوڑنا۔" (۱۹۲)

اس اقتباس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ مصر کی ارسٹوکریسی بنی اسرائیل کی تعداد اور ان کی قوت سے اس زمانے میں کسی درجہ تشویش میں مبتلا تھی۔ اسی زمانے میں حضرت موسیٰ کی دعوت بلند ہوتی ہے اور وہ بھی اس انداز سے کہ وہ تمام بنی اسرائیل کو تین دن کی راہ بیابان میں عید قربان منانے کے لیے لے جانے کا مطالبہ پیش کرتے ہیں۔ ایسے حالات میں فرعون کے اعیان کے پاس اپنی قوم کو حضرت موسیٰ اور ان کی دعوت سے وحشت زدہ کرنے کے لیے اس سے زیادہ کارگر حربہ اور کیا ہوسکتا تھا کہ وہ یہ شگوفہ چھوڑیں کہ اب وہ خطرہ سامنے آگیا ہے جس کا ڈر لگا ہوا تھا یعنی یہ شخص بنی اسرائیل کو منظم کرکے اب تمہیں اس ملک سے بے دخل کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے اگر تم اپنا تحفظ چاہتے ہو تو اس کے مقابلے کے لیے کمریں کس لو۔ (۱۹۳)

مولانا اصلاحیؒ کی تشریح سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کی دعوت خالصتاً اصلاحی تھی اور فرعون اور اس کے اعیان نے اسے سیاسی رنگ دینے کی کوشش کی تھی۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ملک سے بے دخل کرنے کی سازش کا اعلان فرعون نے کیا جیسا کہ سورہ شعراء سے معلوم ہوتا ہے جبکہ سورہ اعراف میں یہ اعلان اعیان فرعون کی طرف منسوب ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ابتدائی طور پر سرداران قوم نے یہ رائے قائم کی ہو اور پھر یہ طے شدہ رائے فرعون کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گوش گزار کی ہو اور فرعون نے اسی رائے کو دہرایا ہو جسے سورہ شعراء میں نقل کیا گیا ہے۔ بہر کیف حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کو ناپسندیدہ قرار دینے کی ایک تدبیر تھی جو اختیار کی گئی۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی دعوت خالصتاً اصلاحی تھی اور اس کے کوئی سیاسی ونتائج نہ تھے۔ یہ ایک رائے ہے جسے بعض مفسرین نے اختیار کیا ہے لیکن ایک اور نقطہ نظر بھی ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی دعوت میں سیاسی تبدیلی کے عناصر موجود تھے اور فرعون اور اعیان سلطنت کا خوف اور ان کے اندیشے بے سبب نہ تھے۔ اس نقطہ نظر کی وضاحت سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے الفاظ میں ملاحظہ کریں۔ وہ سورہ شعراء کی ایت ۳۵ کے تحت لکھتے ہیں:

دونوں معجزوں کی عظمت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ یا تو ایک لحہ پہلے وہ اپنی رعیت کے ایک فرد کو برسر دربار، رسالت کی باتیں اور بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ کرتے دیکھ کر پاگل قرار دے رہا تھا (کیونکہ اس کے نزدیک ایک غلام قوم کے فرد کا اس جیسے باجبروت بادشاہ کے حضور ایسی جسارت کرنا پاگل پن کے سوا اور کچھ نہ ہوسکتا تھا) اور اسے دھمکی دے رہا تھا کہ اگر تو نے میرے سوا کسی کو معبود مانا تو جیل میں سڑا سڑا کر ماردوں گا یا اب نشانیوں کو دیکھتے ہی اس پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ اسے اپنی بادشاہی اور اپنا ملک چھننے کا خطرہ لاحق ہو گیا اور بدحواسی میں اسے یہ بھی احساس نہ رہا کہ میں بھرے دربار میں نوکروں کے سامنے کیسی بے تکی باتیں کر رہا ہوں۔ بنی اسرائیل جیسی دبی ہوئی قوم کے دو افراد وقت کے سب سے بڑے طاقتور بادشاہ کے سامنے کھڑے تھے۔ کوئی لاؤ لشکران کے ساتھ نہ تھا۔ کوئی جان ان کی قوم میں نہ تھی۔ کسی بغاوت کا نام ونشان تک ملک کے کسی گوشے میں نہ تھا۔ ملک سے باہر کسی دوسری حکومت کی طاقت بھی ان کی پشت پر نہ تھی۔ اس حالت میں صرف ایک لاٹھی کا اژدہا بنتے دیکھ کر اور ایک ہاتھ کو چمکتے دیکھ کر یکا یک اس کا چیخ اٹھنا کہ یہ دو بے سروسامان آدمی میری سلطنت کا تختہ الٹ دیں گے اور پورے حکمران طبقے کو اقتدار سے بے دخل کر دیں گے، آخر کیا معنی رکھتا ہے؟ اس کا یہ کہنا کہ یہ شخص جادو کے زور سے ایسا کر ڈالے گا مزید بدحواسی کی دلیل ہے۔ جادو کے زور سے دنیا میں کبھی کوئی سیاسی انقلاب نہیں ہوا، کوئی ملک فتح نہیں ہوا، کوئی جنگ جیتی نہیں گئی، جادوگر تو اس کے اپنے ملک میں موجود تھے اور بڑے بڑے کرشمے دکھا سکتے تھے مگر وہ خود جانتا تھا کہ تماشا کر کے انعام لینے سے بڑھ کر ان کی کوئی اوقات نہیں ہے۔ سلطنت تو کجا وہ بے چارے تو سلطنت کے کسی پولیس کانسٹیبل کو بھی چیلنج کرنے کی ہمت نہ کر سکتے تھے۔ (۱۹۳)

سورہ اعراف کی آیت ۱۱۰ کی تشریح میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اس نقطہ نظر کی توضیح کے لیے کافی ہے۔ سید مودودیؒ لکھتے ہیں:

" یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک غلام قوم کا ایک بے سروسامان آدمی یکا یک اٹھ کر فرعون جیسے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بادشاہ کے دربار میں جا کھڑا ہوتا ہے جو شام سے لیبیا تک اور بحر روم کے سواحل سے حبش تک کے عظیم الشان ملک کا نہ صرف مطلق العنان بادشاہ بلکہ معبود بنا ہوا تھا تو محض اس کے اس فعل سے کہ اس نے ایک لاٹھی کو اژدھا بنا دیا اتنی بڑی سلطنت کو یہ خطرہ کیسے لاحق ہو جاتا ہے کہ یہ ایک اکیلا انسان سلطنت مصر کا تختہ الٹ دے گا اور شاہی خاندان کو حکمران طبقے سمیت ملک کے اقتدار سے بے دخل کر دے گا؟ پھر یہ سیاسی انقلاب کا خطرہ آخر پیدا بھی کیوں ہوا جبکہ اس شخص نے صرف نبوت کا دعویٰ اور بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ ہی پیش کیا تھا اور کسی قسم کی سیاسی گفتگو سرے سے چھیڑی ہی نہ تھی؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کا دعوائے نبوت اپنے اندر خود ہی یہ معنی رکھتا تھا کہ وہ دراصل پورے نظام زندگی کو بحیثیت مجموعی تبدیل کرنا چاہتے ہیں جس میں لامحالہ ملک کا سیاسی نظام بھی شامل ہے۔ کسی شخص کا اپنے آپ کو رب العالمین کے نمائندے کی حیثیت سے پیش کرنا لازمی طور پر اس بات کو متضمن ہے کہ وہ انسانوں سے اپنی کلی اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے، کیونکہ رب العالمین کا نمائندہ کبھی مطیع اور رعیت بن کر بننے کے لیے نہیں آتا بلکہ مطاع اور راعی بننے کے لیے آیا کرتا ہے اور کسی کافر کے حق حکمرانی کو تسلیم کر لینا اس کی حیثیت رسالت کے قطعاً منافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی زبان سے رسالت کا دعویٰ سنتے ہی فرعون اور اس کے اعیان سلطنت کے سامنے سیاسی و معاشی اور تمدنی انقلاب کا خطرہ نمودار ہو گیا۔ رہی یہ بات کہ حضرت موسیٰ کے اس دعوے کو مصر کے دربار شاہی میں اتنی اہمیت ہی کیوں دی گئی جبکہ ان کے ساتھ ایک بھائی کے سوا کوئی معاون و مددگار اور صرف ایک سانپ بن جانے والی لاٹھی اور ایک چمکنے والے ہاتھ کے سوا کوئی نشان ماموریت نہ تھا؟ تو میرے نزدیک اس کے دو بڑے سبب ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شخصیت سے فرعون اور اس کے درباری خوب واقف تھے۔ ان کی پاکیزہ اور مضبوط سیرت، ان کی غیر معمولی قابلیت اور قیادت و فرمانروائی کی پیدائشی صلاحیت کا سب کو علم تھا۔ تلمود اور یوسیفوس کی روایات اگر صحیح ہیں تو حضرت موسیٰ نے ان پیدائشی قابلیتوں کے علاوہ فرعون کے ہاں علوم و فنون اور حکمرانی و سپہ سالاری کی وہ پوری تعلیم و تربیت بھی حاصل کی تھی جو شاہی خاندان کے افراد کو دی جاتی تھی۔ اور زمانہ شاہزادگی میں حبش کی مہم پر جا کر وہ اپنے آپ کو بہترین جنرل بھی ثابت کر چکے تھے۔ پھر جو تھوڑی بہت کمزوریاں شاہی محلوں میں پرورش پانے اور فرعونی نظام کے اندر امارت کے مناصب پر سرفراز رہنے کی وجہ سے ان میں پائی جاتی تھیں، وہ بھی آٹھ دس سال مدین کے علاقہ میں صحرائی زندگی گزارنے اور بکریاں چرانے کی بدولت دور ہو چکی تھیں اور اب فرعونی دربار کے سامنے ایک ایسا سن رسیدہ و سنجیدہ فقیر کشور کشا رسالت کا دعویٰ لیے ہوئے کھڑا تھا جس کی بات کو بہر حال باد ہوائی سمجھ کر اڑایا نہ جا سکتا تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ عصا اور ید بیضا کی نشانیاں دیکھ کر فرعون اور اس کے درباری سخت مرعوب ہو چکے تھے اور ان کو تقریباً یہ یقین ہو گیا تھا کہ یہ شخص فی الواقع کوئی فوق الفطری طاقت اپنی پشت پر رکھتا ہے۔ ان کا حضرت موسیٰ کو ایک طرف جادوگر بھی کہنا اور پھر دوسری طرف یہ اندیشہ بھی ظاہر کرنا کہ یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم کو اس سرزمین کی فرمانروائی سے بے دخل کرنا چاہتا ہے ایک صریح تضاد بیان تھا اور اس کی بوکھلاہٹ کا ثبوت تھا جو ان پر نبوت کے اس اولین مظاہرے سے طاری ہوگئی تھی۔ اگر حقیقت میں وہ حضرت موسیٰؑ کو جادوگر سمجھتے تو ہرگز ان سے کسی سیاسی انقلاب کا اندیشہ نہ کرتے کیونکہ جادو کے بل بوتے پر کبھی دنیا میں سیاسی انقلاب رونما نہیں ہوا ہے۔(۱۹۵)

نقطہ نظر کا اختلاف غالباً دعوت انبیاء کے تصور کے متعلق ہے۔ سید مودودیؒ کے ہاں انبیاء کی دعوت اصلاح کا تعلق نظام کی تبدیلی سے ہے لہذا یہ ایک کلی اور محیط فکری و عملی پروگرام ہے جس میں اقتدار کی تبدیلی شامل ہے یا کم از کم اقتدار کی اصلاح شامل ہے جبکہ مولانا اصلاحی کے ہاں دعوت اصلاح میں انذار کا پہلو غالب ہے اور داعی سیاسی اقتدار کا حریف نہیں ہوتا۔ مولانا اصلاحی کے ہاں اس تصور کی شدت شاید جماعت اسلامی سے نکلنے اور سیاسی سرگرمیوں کے تلخ تجربے کے بعد پیدا ہوئی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کو سرداران قوم کے ہاتھوں جو مصائب برداشت کرنے پڑے ہیں اور جس طرح انہوں نے ان پاکباز ہستیوں کو اپنا حریف سمجھ کر اذیتوں سے دوچار کیا ہے اور جس طرح ان انبیاء نے الوہیت اور ربوبیت الٰہی پر اصرار کیا ہے اس سے تو دعوت انبیاء کا ہمہ پہلو ہونا بہت واضح نظر آتا ہے۔

استکبار و تکذیب

فرعون کے ردعمل میں استکبار و تکذیب بھی نمایاں ہے۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے واضح طور پر ربوبیت الٰہی کا انکار کیا اور رسالت کی تکذیب کی۔ ارشاد باری ہے:

فَكَذَّبَ وَعَصٰیo ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰیo فَحَشَرَ فَنَادٰی o فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰیo (۱۹۶)

اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی پھر پلٹا اور بھاگ دوڑ کر کے سب کو جمع کیا اور پکارا تم سب کا رب میں ہی ہوں۔

سورہ قصص میں ہے:

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ (۱۹۷)

اس نے اور اس کے لشکروں نے زمین میں بغیر کسی حق کے اپنی بڑائی کا گھمنڈ کیا اور سمجھے کہ انہیں کبھی ہماری طرف پلٹنا ہی نہیں ہے۔

فرعون نے اگر ایک طرف استکبار و تکذیب کا رویہ اختیار کیا تو دوسری طرف حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو اپنی قوم اور ملک کے لیے خطرناک قرار دیا اور ان سے نجات حاصل کرنے کا ایک طریقہ یہ طے کیا کہ انہیں لوگوں کے سامنے بے وقار کر دیا جائے اس کے لیے اس نے اور اس کے اعیان سلطنت نے جو چال تجویز کی وہ جادوگروں کے ساتھ مقابلہ تھا۔ انہیں یہ خیال تھا کہ اس طرح لوگوں کو یہ باور کرایا جائے کہ موسیٰ ایک جادوگر ہیں اور وہ جادو کے زور سے اپنی بات منوانا چاہتے ہیں۔ قرآن کے مطابق اعیانِ سلطنت نے مشورہ دیا کہ تمام ملک کے ماہر جادوگروں کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلایا جائے اور ان کے ذریعہ سے لاٹھیوں اور رسیوں کو سانپوں میں تبدیل کر کے لوگوں کو دکھایا جائے تا کہ عامۃ الناس کے دلوں میں اس پیغمبرانہ معجزے سے جو ہیبت بیٹھ گئی ہے اگر وہ بالکل دور نہ ہو تو کم از کم شک ہی میں تبدیل ہو جائے۔ چنانچہ فرعون کے حکم سے پورے ملک سے ماہر جادوگروں کو اکٹھا کیا گیا اور موسیٰؑ سے ان کے مقابلے کا انتظام کیا گیا جو بالآخر حضرت موسیٰؑ کی فتح پر منتج ہوا۔ اس مقابلے میں نہ صرف یہ کہ جادو کی اصلیت ظاہر ہوئی بلکہ جادوگروں کے ایمان لانے سے فرعون کی مزید تذلیل ہوئی۔ اس شکست پر فرعون نے ڈھٹائی سے اپنا پرانا الزام دہرایا کہ موسیٰؑ اپنے جادو سے ملک پر قبضہ کرنا چاہتا ہے اور یہ جادوگر اس کے شاگرد ہیں اور انہوں نے مل کر سازش کی ہے۔ ان پر بغاوت کا الزام لگا کر انہیں سزا دینے کا اعلان کیا۔

قرآن مجید نے اس سارے واقعہ کو مختلف اسالیب سے بیان کیا ہے:

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ٥ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ٥ (۱۹۸)

پھر ان سب نے فرعون کو مشورہ دیا کہ اسے اور اس کے بھائی کو انتظار میں رکھیے اور تمام شہروں میں ہرکارے بھیج دیجئے کہ ہر ماہر فن جادوگر کو آپ کے پاس لے آئیں۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ (۱۹۹)

فرعون نے کہا کہ ہر ماہر فن جادوگر کو میرے پاس لاؤ۔

سورہ طٰہ میں ذرا تفصیل سے بیان کیا:

فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى٥ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى٥ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى (۲۰۰)

ہم بھی تمہارے مقابلے میں ایسا ہی جادو لائیں گے تو ہمارے اور اپنے درمیان ایک مقام متعین ٹھہراؤ، کوئی بیچ کی جگہ نہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں نہ تم۔ اس نے کہا تمہارے لیے وعدے کا دن میلہ والا دن ہے اور یہ کہ لوگ بوقت چاشت جمع کیے جائیں۔ پس فرعون وہاں سے ہٹا اور اپنی ساری تدبیریں اکٹھی کر کے پھر مقابلہ میں آیا۔

سورہ شعراء میں فرمایا:

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ٥ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ٥ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ٥ وَقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ٥ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ (۲۰۱)

انہوں نے کہا کہ اس کو اور اس کے بھائی کو ابھی ٹال لیے اور شہروں میں ہرکارے بھیجئے جو آپ کے پاس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام ماہر جادوگر لائیں۔ تو ساحر ایک معین دن کے مقررہ وقت پر جمع کیے گئے اور لوگوں میں منادی کر دی گئی کہ لوگو، جمع ہوتا کہ ہم ساحروں کا ساتھ دیں اگر وہ غالب رہنے والے ثابت ہوں۔

حضرت موسیٰؑ اور جادوگروں کا مقابلہ

آخر کار میلے کا دن آ پہنچا فرعون اور اعیان سلطنت اپنی اپنی نشستوں پر براجمان تھے اور عوام کی بڑی تعداد تماشائیوں کی صورت میں موجود تھی ایک طرف فرعون اپنی برتری کے احساس اور اپنے غرور و تمکنت کے اظہار کے ساتھ موجود تھا اور دوسری طرف حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ تائید ایزدی کے ساتھ غلبہ حق کی آرزو لیے حاضر تھے۔ ایسے میں جادوگر آتے ہیں اور فرعون سے انعام و اکرام حاصل کرنے کی درخواست کرتے ہیں جو منظور کی جاتی ہے بلکہ ان سے مقربین شاہی بنانے کا وعدہ بھی کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید نے اس پہلو کا خصوصی تذکرہ کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ○ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (۲۰۲)

چنانچہ جادوگر فرعون کے پاس آ گئے۔ انہوں نے کہا" اگر ہم غالب رہے تو ہمیں اس کا صلہ تو ضرور ملے گا؟ فرعون نے جواب دیا ہاں تم مقرب بارگاہ ہو گے۔

سورہ شعراء میں ہے:

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ○ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (۲۰۳)

جب جادوگر میدان میں آئے تو انہوں نے فرعون سے کہا" ہمیں انعام تو ملے گا اگر ہم غالب رہے"۔ اس نے کہا "ہاں اور تم اسی وقت مقربین میں شامل ہو جاؤ گے۔"

قرآن مجید نے اس بیان سے جادوگر اور نبی کا فرق واضح کر دیا۔ قرآن کے مطابق یہ تھے وہ حامیان دین مشرکین جو موسیٰؑ کے حملے سے اپنے دین کو بچانے کے لیے اس فیصلہ کن مقابلے کے وقت ان پاکیزہ جذبات کے ساتھ آئے تھے کہ ہم نے پالا مار لیا تو سرکار سے کچھ انعام مل جائے گا اور یہ تھا وہ بڑے سے بڑا اجر جوان خادمان دین وملت کو بادشاہ کے ہاں سے مل سکتا تھا۔ یعنی روپیہ پیسہ ہی نہیں ملے گا دربار میں کرسی بھی نصیب ہو جائے گی۔ اس طرح فرعون اور اس کے ساحروں نے پہلے ہی مرحلے پر نبی اور جادوگر کا عظیم اخلاقی فرق کھول کر رکھ دیا۔ ایک طرف وہ حوصلہ تھا کہ بنی اسرائیل جیسی پسی ہوئی قوم کا ایک فرد دس سال قتل کے الزام میں روپوش رہنے کے بعد فرعون کے دربار میں دلیرانہ آ کھڑا ہوتا ہے اور دھڑلے کے ساتھ کہتا ہے کہ میں اللہ رب العالمین کا بھیجا ہوا ہوں، بنی اسرائیل کو میرے حوالے کر۔ فرعون سے دو بدو بحث کرنے میں وہ ادنیٰ سی جھجک بھی محسوس نہیں کرتا۔ اس کی دھمکیوں کو پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں دیتا۔ دوسری طرف یہ کم حوصلگی ہے کہ اسی فرعون کے ہاں باپ دادا کے دین کو بچانے کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدمت پر بلائے جارہے ہیں، پھر بھی ہاتھ جوڑ کر کہتے ہیں کہ سرکار، کچھ انعام تو مل جائے گا نا؟ اور جواب میں یہ سن کر پھولے نہیں سماتے کہ پیسہ بھی ملے گا اور قرب شاہی سے بھی سرفراز کیے جائیں گے۔ یہ دو مقابل کے کردار آپ سے آپ ظاہر کررہے تھے کہ نبی کس شان کا انسان ہوتا ہے اور اس کے مقابلے میں جادوگروں کی کیا ہستی ہوتی ہے۔ جب تک کوئی شخص بے حیائی کی ساری حدوں کو نہ پھاند جائے وہ نبی کو جادوگر کہنے کی جسارت نہیں کرسکتا۔ (۲۰۴)

اتمام حجت اور دعوت عام

جادوگروں نے جب فرعون کی طرف سے اطمینان کرلیا تو وہ حضرت موسیٰؑ کی طرف متوجہ ہوئے ابھی وہ کچھ کہہ نہیں پائے تھے کہ موسیٰؑ نے ایک منذر کی حیثیت سے تنبیہ کی اور بتایا کہ حق کے مقابلے میں جھوٹ پر اصرار اللہ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ تم سوچو کہ یہ کیا کررہے ہو؟ حضرت موسیٰؑ کی اس تنبیہ کا بظاہر ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور اس دوران لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ قرآن نے اسے اپنے حکیمانہ انداز میں بیان کیا ہے:

قَالَ لَهُمْ مُّوسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى o فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى o قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى o فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى (۲۰۵)

موسیٰؑ نے (عین موقع پر گروہ مقابل کو مخاطب کرکے) کہا" شامت کے مارو، نہ جھوٹی تہمتیں باندھو اللہ پر، ورنہ وہ ایک سخت عذاب سے تمہارا ستیاناس کردے گا۔ جھوٹ جس نے بھی گھڑا وہ نامراد ہوا۔ یہ سن کر ان کے درمیان اختلاف رائے ہوگیا اور وہ چپکے چپکے باہم مشورہ کرنے لگے۔ آخرکار کچھ لوگوں نے کہا کہ " یہ دونوں تو محض جادوگر ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہاری زمین سے بے دخل کردیں اور تمہارے مثالی طریق زندگی کا خاتمہ کردیں۔ اپنی ساری تدبیریں آج اکٹھی کرلو اور ایکا کرکے میدان میں آؤ۔ بس یہی سمجھ لو کہ آج جو غالب رہا وہی جیت گیا۔

قرآن کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے انداز کا اثر ہوا اور لوگوں میں کمزوری ظاہر ہونے لگی تو فرعونی پارٹی کے لوگوں نے تسلی دیتے ہوئے موسیٰؑ کی جادوگری کا ذکر دہرایا اور لوگوں کو غیرت دلائی کہ یہ شخص جادوگری کے زور سے تمہیں ملک سے نکالنا چاہتا ہے اور اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتا ہے لہٰذا ایسے حال میں اپنی تمام تدبیریں مجتمع کرکے اس کا مقابلہ کرو۔ موسیٰؑ کی تنبیہ داعی کا اتمام حجت تھا جس کے مخاطب جادوگر بھی تھے اور عام مجمع بھی۔ بالآخر جادوگروں نے حضرت موسیٰؑ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ابتداء تمہاری جانب سے ہوگی یا ہماری طرف سے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ ابتداتم ہی کرو چنانچہ ساحروں نے اپنی رسیاں، بان اور لاٹھیاں زمین پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈالیں جو سانپ اور اژدھے کی شکل میں دوڑتی نظر آنے لگیں۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ دیکھا تو دل میں خوف و ہراس محسوس کیا کہ کہیں لوگ اس مظاہرہ سے متاثر نہ ہو جائیں اور ساحروں کے سحر کو حقیقت نہ سمجھ لیں، کیونکہ اگر ایسا ہوا تو یہ تاثر اور رعب قبول حق کے لیے سدِ راہ بن جائے گا۔ تب خدائے تعالیٰ نے ان کو مطمئن فرمایا اور وحی کے ذریعہ سے مطلع کیا کہ موسیٰؑ خوف نہ کھاؤ۔ ہمارا وعدہ ہے کہ تم ہی غالب رہو گے، اپنی لاٹھی کو زمین پر ڈالو۔ حضرت موسیٰؑ نے جب لاٹھی کو ڈالا تو اژدھا بن کر اس نے ساحروں کے تمام شعبدوں کو نگل لیا اور تھوڑی سی دیر میں سارا میدان صاف ہو گیا اور اس طرح ساحر اپنے سحر میں ناکامیاب رہے۔ (۲۰۶)

قرآن مجید نے اس منظر کو مختلف مقامات پر بیان فرمایا ہے:

قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ وَاِمَّآ اَنْ نَّکُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ ٥ قَالَ اَلْقُوْا. فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْیُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ ٥ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَلْقِ عَصَاکَ. فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِکُوْنَ ٥ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ٥ فَغُلِبُوْا هُنَالِکَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِیْنَ (۲۰۷)

پھر انہوں نے موسیٰؑ سے کہا: "تم پھینکتے ہو یا ہم پھینکیں؟" موسیٰؑ نے جواب دیا: "تم ہی پھینکو" انہوں نے جو اپنے انچھر پھینکے تو نگاہوں کو مسحور اور دلوں کو خوفزدہ کر دیا اور وہ بڑا ہی زبردست جادو بنا لائے تھے۔ ہم نے موسیٰؑ کو اشارہ کیا کہ پھینک اپنا عصا۔ اس کا پھینکنا تھا کہ آن کی آن میں وہ ان کے اس جھوٹے طلسم کو نگلتا چلا گیا اس طرح جو حق تھا وہ حق ثابت ہوا اور جو کچھ انہوں نے بنا رکھا تھا وہ باطل ہو کر رہ گیا۔ فرعون اور اس کے ساتھی میدان مقابلہ میں مغلوب ہوئے اور (فتح مند ہونے کے بجائے) ذلیل ہو گئے۔

قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ وَاِمَّآ اَنْ نَّکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰی ٥ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰی ٥ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی ٥ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ٥ وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِکَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا کَیْدُ سٰحِرٍ وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰی ٥ (۲۰۸)

جادوگر بولے، موسیٰ تم پھینکتے ہو یا ہم پہلے پھینکیں؟ موسیٰ نے کہا: "تم ہی پھینکو" یکایک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے موسیٰؑ کو دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگیں اور موسیٰؑ اپنے دل میں ڈر گیا۔ ہم نے کہا، مت ڈر تو ہی غالب رہے گا۔ پھینک جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے، ابھی ان کی ساری بناوٹی چیزوں کو نگلے جاتا ہے۔ یہ جو کچھ بنا کر لائے ہیں یہ تو جادوگری کا فریب ہے، اور جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا، خواہ کسی شان سے وہ آئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ o فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ o فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ (۲۰۹)

موسیٰ نے کہا، پھینکو جو تمہیں پھینکنا ہے۔ انہوں نے فوراً اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینک دیں اور بولے فرعون کے اقبال سے ہم ہی غالب رہیں گے پھر موسیٰؑ نے اپنا عصا پھینکا تو یکا یک وہ ان کے جھوٹے کرشموں کو ہڑپ کرتا چلا جا رہا تھا۔

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى اَلْقُوْا مَا اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ o فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ. اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ o وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (۲۱۰)

جب جادوگر آ گئے تو موسیٰؑ نے ان سے کہا" جو کچھ تمہیں پھینکنا ہے پھینکو" پھر جب انہوں نے اپنے آنجھر پھینک دیئے تو موسیٰؑ نے کہا" یہ جو کچھ تم نے پھینکا ہے یہ جادو ہے اللہ بھی اسے باطل کئے دیتا ہے، مفسدوں کے کام کو اللہ سدھرنے نہیں دیتا، اور اللہ اپنے فرمانوں سے حق کو حق کر دکھاتا ہے خواہ مجرموں کو وہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

غلبہ حق

جادوگروں نے جو کہ اپنے فن کے ماہر و کامل تھے" جب عصا موسیٰؑ کا یہ کرشمہ دیکھا تو وہ حقیقت حال سمجھ گئے اور جس کو اس وقت تک فرعون اور اس کے درباری پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے رہے تھے وہ اس کو نہ چھپا سکے اور انہوں نے برسر مجلس یہ اقرار کر لیا کہ موسیٰؑ کا یہ عمل جادو سے بالاتر خدا کا معجزہ ہے، اس کا سحر سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور پھر فوراً سجدہ میں گر پڑے اور اعلان کر دیا کہ ہم موسیٰ و ہارون کے پروردگار پر ایمان لائے کیونکہ وہی رب العالمین ہے۔"(۲۱۱)

وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ o قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ (۲۱۲)

اور جادوگروں کا حال یہ ہوا کہ گویا کسی چیز نے اندر سے انہیں سجدے میں گرا دیا۔ کہنے لگے" ہم نے مان لیا رب العالمین کو، اس کو جسے موسیٰؑ اور ہارونؑ مانتے ہیں۔

فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى (۲۱۳)

آخر کو یہی ہوا کہ سارے جادوگر سجدے میں گرا دیئے گئے اور پکار اٹھے" مان لیا ہم نے ہارون اور موسیٰؑ کے رب کو"۔

فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ o قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ (۲۱۴)

اس پر سارے جادوگر بے اختیار سجدے میں گر پڑے اور بول اٹھے کہ" مان گئے ہم رب العالمین کو،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ اور ہارون کے رب کو" ۔

فرعون کی چال

فرعون نے جب یہ دیکھا کہ میرا تمام دام فریب تار تار ہو گیا اور موسیٰؑ کو شکست دینے کی جو آخری پناہ تھی وہ بھی منہدم ہو گئی، اب کہیں ایسا نہ ہو کہ مصری عوام بھی ہاتھ سے جائیں اور موسیٰؑ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے تو اس نے مکر و فریب کا دوسرا طریقہ اختیار کیا اور ساحروں سے کہنے لگا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰؑ تم سب کا استاد ہے اور تم سب نے آپس میں سازش کر رکھی تھی تب ہی تو میری رعایا ہوتے ہوئے میری اجازت کے بغیر تم نے موسیٰؑ کے خدا پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا، اچھا میں تم کو عبرتناک سزا دوں گا تاکہ آئندہ کسی کو ایسی غداری کی جرات نہ ہو پہلے تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کٹواؤں گا اور پھر سب کو سولی پر چڑھاؤں گا۔ (۲۱۵)

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ (۲۱۶)

فرعون نے کہا" تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں؟ یقیناً یہ کوئی خفیہ سازش تھی جو تم لوگوں نے اس دارالسلطنت میں کی تاکہ اس کے مالکوں کو اقتدار سے بے دخل کر دو۔ اچھا تو اس کا نتیجہ اب تمہیں معلوم ہوا جاتا ہے۔ میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹوا دوں گا اور اس کے بعد تم سب کو سولی پر چڑھاؤں گا۔

سورہ طہٰ میں ہے:

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى (۲۱۷)

فرعون نے کہا تم ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تم کو اس کی اجازت دیتا؟ معلوم ہو گیا کہ یہ تمہارا گرو ہے جس نے تمہیں جادوگری سکھائی تھی۔ اچھا اب میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹواتا ہوں اور کھجور کے تنوں پر تم کو سولی دیتا ہوں پھر تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہم دونوں میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے۔

سورہ شعراء میں ہے:

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ (۲۱۸)

فرعون نے کہا" تم موسیٰ کی بات مان گئے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دیتا! ضرور یہ تمہارا بڑا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔ اچھا ابھی تمہیں معلوم ہوا جاتا ہے، میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹواؤں گا اور تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا۔

فرعون کے اس بیان میں جہاں جادوگروں کو سزا و عذاب کی دھمکی تھی وہیں اپنے اعیان و عوام کو مطمئن کرنے کی ایک چال بھی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ ہزیمت نہایت رسوا کن تھی اور فرعون نے اپنے ساتھیوں کا حوصلہ قائم رکھنے کے لیے یہ بات بنائی کہ موسیٰ اور جادوگر ایک ہی ہیں اور حکومت کے خلاف سازش کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ فرعون، جادوگر اور تماشائی عوام و خواص معجزے اور جادو کے فرق سے واقف تھے اور امتحان اس بات کا ہو رہا تھا کہ موسیٰ جو کچھ دکھا رہے ہیں یہ جادو کی قسم ہے یا اس معجزے کی قسم جو رب العالمین کی قدرت کے کرشمے کے سوا اور کسی طاقت سے نہیں دکھایا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جادوگروں نے اپنے جادو کو مغلوب ہوتے دیکھ کر یہ نہیں کہا کہ "ہم نے مان لیا، موسیٰ ہم سے زیادہ باکمال ہے" بلکہ انہیں فوراً یقین ہوگیا کہ موسیٰ واقعی اللہ رب العالمین کے سچے پیغمبر ہیں اور وہ پکار اٹھے کہ ہم اس خدا کو مان گئے جس کے پیغمبر کی حیثیت سے موسیٰ و ہارون آئے ہیں۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مجمع عام پر اس شکست کے کیا اثرات پڑے ہوں گے، اور پھر پورے ملک پر اس کا کیسا زبردست اثر ہوا ہوگا۔ (۲۱۹) اس اثر اور خفت کو مٹانے کے لیے فرعون نے یہ بیان دیا۔ جہاں تک جادوگروں کو دھمکی دینے کا تعلق ہے تو اس کا ایک پہلو تو ہزیمت کے اثرات کو ختم کرتا تھا لیکن دوسرا پہلو انہیں عذاب کی دھمکی دے کر ایمان سے باز رکھنا بھی تھا۔ ممکن ہے کہ عوام پر اس دھمکی کا اثر ہوا ہو مگر جادوگروں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا انہوں نے فرعون کی دھمکی سن کر کچھ لگی لپٹی رکھے بغیر صاف سنا دیا کہ تمہیں جو کچھ کرنا ہے کر گزرو اور اب ہم ان روشن نشانیوں پر جو ہمارے مشاہدے میں آ چکی ہیں اور اپنے خالق پر جس نے ہمیں وجود بخشا ہے تمہیں ترجیح دینے والے نہیں۔ تم اگر کچھ کر سکتے ہو تو اسی دنیا کی زندگی کا کر سکتے ہو اور ہمیں اس دنیا کی زندگی کی کوئی پروا نہیں ہے۔ دیکھا آپ نے ایمان کا کرشمہ! یہ وہی جادوگر ہیں جن کا حال قرآن میں دوسری جگہ یہ بیان ہوا ہے کہ جب وہ مقابلے کے لیے بلائے گئے تو انہوں نے بڑی لجاجت کے ساتھ فرعون سے اپنی کامیابی کی صورت میں انعام کی درخواست کی، یا اب ایمان کے نور نے ان کے دلوں کو اس طرح منور کر دیا کہ خدا اور آخرت کے سوا اس دنیا کی کسی چیز کی ان کی نگاہوں میں کوئی وقعت باقی نہیں رہی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ایمان کی حفاظت کی راہ میں اپنی زندگی بھی قربان کرنے کے لیے بالکل تیار ہیں (۲۲۰) انہوں نے فرعون کی موجودگی ہی میں بے دھڑک اسلام کا اعلان کر دیا اور جب انہوں نے فرعون کی ان جابرانہ دھمکیوں کو سنا تو کہنے لگے:

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَکَ عَلٰی مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالَّذِیْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ○ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَلَنَا خَطٰیٰنَا وَمَآ اَکْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِ. وَاللّٰهُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی (۲۲۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جادوگروں نے جواب دیا، قسم ہے اس ذات کی جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ہم روشن نشانیاں سامنے آجانے کے بعد بھی (صداقت پر) تجھے ترجیح دیں تو جو کچھ کرنا چاہے کر لے۔ تو زیادہ سے زیادہ اس دنیا کی زندگی کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ ہم تو اپنے رب پر ایمان لے آئے تاکہ وہ ہماری خطائیں معاف کر دے اور اس جادوگری سے جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا، درگذر فرمائے۔ اللہ ہی اچھا ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے۔

قَالُوْا لَاضَيْرَ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ o اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَلَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۲۲)

انہوں نے جواب دیا" کچھ پروا نہیں، ہم اپنے رب کے حضور پہنچ جائیں گے اور ہمیں توقع ہے کہ ہمارا رب ہمارے گناہ معاف کر دے گا کیونکہ سب سے پہلے ہم ایمان لائے ہیں۔

سورہ اعراف میں ہے:

قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ o وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ (۲۲۳)

وہ بولے ہم اپنے رب ہی کی طرف تو لوٹیں گے! تم ہمارے درپے آزار صرف اس غصے میں ہو رہے ہو کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر جب کہ وہ ہمارے پاس آئیں، ایمان لائے۔ اے ہمارے رب ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں وفات اسلام پر دے۔

ایمان باللہ کا کرشمہ

مولانا اصلاحی نے اس آیت کے تحت " ایمان باللہ کا کرشمہ " کے عنوان سے شاندار نوٹ لکھا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں نقل کیا جائے۔ اس سے واضح ہوگا کہ ایمان باللہ نے جادوگروں کی شخصیت میں کیسا انقلاب بپا کر دیا کہ وہ ہر مصیبت کے لیے تیار ہو گئے۔ مولانا لکھتے ہیں:

" ایمان باللہ کا کرشمہ دیکھیے۔ یہ وہی جادوگر ہیں جن کی دناءت اور پست ہمتی کا ابھی چند منٹ پہلے یہ حال تھا کہ اپنے کرتب دکھانے کے لیے فرعون کے سامنے حاضر ہوتے ہیں تو بھانڈوں، نقالوں اور مسخروں کی طرح اپنے فن کے مظاہرے پر بھرپور انعام کی التجا کرتے ہیں یا ایمان کی روشنی دل میں داخل ہوتے ہی ان کے باطن کا ہر گوشہ اس طرح جگمگا اٹھا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ تاریکی کی کوئی پرچھائیں ان کے دلوں پر پڑی ہی نہیں تھی اور یہ گوشت پوست کے بنے ہوئے انسان نہیں بلکہ یہ عزیمت واستقامت کے پہاڑ اور پاکیزگی وتقدسیت کے ملائک صفت پیکر ہیں۔ غور کیجیے فرعون نے کتنی بڑی دھمکی ان کو دی، لیکن انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا تو یہ فرمایا کہ کچھ غم نہیں، اگر تم نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی دے دی تو ہم کہیں اور نہیں جائیں گے، اپنے رب ہی کے پاس جائیں گے اور جب تیرا سارا غضب ہمارے اوپر اس جرم میں ہے کہ ہم اپنے رب کی آیات پر، جب کہ وہ ہمارے پاس آئیں، ایمان لائے تو جو کچھ تو کر سکتا ہے وہ کر گزر، اگر اس جرم کی یہ سزا ہے تو ہم اس سزا کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اس انقلاب حال کے سبب پر غور کیجئے تو یہ حقیقت صاف نظر آئے گی کہ اگر انسان ایمان سے خالی ہے تو اس سے زیادہ حقیر کوئی شے نہیں اور اگر وہ ایمان سے بہرہ مند ہے تو اسے سے زیادہ بلند اور کوئی شے نہیں۔" (۲۲۴)

مقابلہ کے اثرات ونتائج

فرعون کی توقع کے خلاف حضرت موسیٰؑ کی صداقت مبرہن ہوگئی۔ جادوگروں نے ایمان قبول کرلیا اور عوام پر ایک رعب طاری اور ہیبت طاری ہوگئی لیکن فرعون کی دھمکی اور اس کے ظالمانہ کردار کی دہشت کے باعث دعوت حق کو قبول کرنے کے لیے کوئی زیادہ سرگرمی پیدا نہ ہوسکی۔ فرعون نے اپنی قوم کو یہ باور کرایا تھا کہ یہ شخص دشمن ہے اور ہمارے اقتدار اور اختیار کے لیے خطرہ ہے لہٰذا ان میں سے کسی شخص کا فوری طور پر ایمان لے آنا مشکل تھا، تاہم موسیٰؑ کی اپنی قوم، بنی اسرائیل کو تو قبول حق میں کوئی پس وپیش نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن حالات پر نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل سیاسی غلامی اور معاشرتی ذلت و ابتلاء کے باعث کسی عملی اقدام کی قوت سے محروم تھے اور انہیں ہر وقت ظلم کی نئی صورت کا ڈر لگا رہتا تھا۔ اسی لیے قرآن نے بیان کیا کہ حضرت موسیٰؑ کی قیادت کو بنی اسرائیل کے صرف چند نوجوانوں نے قبول کیا۔ ارشاد ہوتا ہے:

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ۚ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ (۲۲۶)

تو موسیٰ کی بات نہ مانی مگر اس قوم کے تھوڑے سے نوجوانوں نے ڈرتے ہوئے فرعون اور اپنے بڑوں سے کہا کہ مبادا وہ ان کو کسی فتنہ میں نہ ڈال دے۔ بے شک فرعون ملک میں نہایت سرکش اور حد سے بڑھ جانے والوں میں سے تھا۔

آیت میں "ذریۃ" کا ترجمہ نوجوان کیا گیا ہے۔ سید مودودیؒ اور مولانا اصلاحیؒ دونوں نے نوجوان کا لفظ استعمال کیا۔ سید مودودیؒ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

متن میں لفظ ذریۃ استعمال ہوا ہے جس کے معنی اولاد کے ہیں۔ ہم نے اس کا ترجمہ "نوجوان" کیا ہے۔ مگر دراصل اس خاص لفظ کے استعمال سے جو بات قرآن مجید بیان کرنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ اس پرخطر زمانے میں حق کا ساتھ دینے اور علمبردار حق کو اپنا رہنما تسلیم کرنے کی جرأت چند لڑکوں اور لڑکیوں نے تو کی مگر ماؤں اور باپوں اور قوم کے سن رسیدہ لوگوں کو اس کی توفیق نصیب نہ ہوئی ان پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصلحت اندیشی اور دینوی اغراض کی بندگی اور عافیت کوشی کچھ اس طرح چھائی رہی کہ وہ ایسے حق کا ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہوئے جس کا راستہ ان کو خطرات سے پُر نظر آتا تھا بلکہ وہ الٹے نوجوانوں کو ہی روکتے رہے کہ موسیٰ کے قریب نہ جاؤ ورنہ تم خود بھی فرعون کے غضب میں مبتلا ہو گے اور ہم پر بھی آفت لاؤ گے۔ (۲۲۷)

مولانا اصلاحیؒ کے بقول ذریۃ کا لفظ صرف قلت تعداد کو ظاہر نہیں کرتا جیسا کہ عام طور پر لوگوں نے سمجھا ہے بلکہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ پر ابتدائی ایمان لانے والے ان کی قوم کے اندر سے صرف تھوڑے سے نوجوان تھے۔ حضرات انبیاء کے معاملے میں سنت الٰہی یہی رہی ہے کہ شروع شروع میں ان کا ساتھ بالعموم نوجوانوں نے ہی دیا ہے۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ بھی اس حقیقت کی شہادت دیتی ہے۔ (۲۲۸) اور دوسرے انبیاء کی تاریخ بھی اگر تفصیل سے معلوم ہو سکے تو اس سے بھی یہی بات ثابت ہو گی کہ اس کی واضح نفسیاتی وجہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء جس ہمہ گیر دعوت کو لے کر اٹھتے ہیں اس کو ابتدائی مراحل میں آگے بڑھ کر قبول کرنا بڑی بلند حوصلگی بلکہ بڑے جان جوکھم کا کام ہوتا ہے اس کی ہمت وہ لوگ آسانی سے نہیں کر سکتے جو روایات و رسوم سے مرعوب اور حالات و مصالح کی رعایت کے خوگر ہوں۔ ایسے لوگوں کا حجاب آہستہ آہستہ ہی ٹوٹتا ہے۔ نوجوانوں میں اس قسم کی مرعوبیت و مغلوبیت کم ہوتی ہے اس وجہ سے ان کو جب دعوت حق اپیل کر لیتی ہے تو وہ اس کے لیے دینوی عواقب سے بے پروا ہو کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں نہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کی سرزنش کی کچھ زیادہ پروا کرتے ہیں نہ وقت کے ارباب اقتدار کی برہمی کو خاطر میں لاتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کے معاملے میں حالات کا یہ خاص پہلو بھی قابل لحاظ ہے کہ ملک میں جو ارسٹوکریسی برسر اقتدار تھی وہ نسلاً بھی حضرت موسیٰؑ کی قوم سے بالکل الگ تھی اور اس دور میں جو شخص تخت حکومت پر تھا، وہ بھی، جیسا کہ آیت کے الفاظ سے واضح ہے، طبعاً نہایت جبار اور سرکش تھا۔ ایسے حالات میں ظاہر ہے کہ وہی لوگ ان کا ساتھ دینے کے لیے آگے بڑھ سکتے تھے جو اپنی حمیت حق کے جوش و جذبہ کو دبا سکنے پر قادر نہ ہوں۔ (۲۲۹)

فما آمن لموسیٰ کے الفاظ سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا ہے کہ شاید بنی اسرائیل سب کے سب کافر تھے اور ابتداً ان میں سے صرف چند آدمی ایمان لائے۔ لیکن ایمان کے ساتھ جب لام کا صلہ آتا ہے تو وہ بالعموم طاعت وانقیاد کے معنی دیتا ہے، یعنی کسی کی بات ماننا اور اس کے کہنے پر چلنا۔ پس دراصل ان الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ چند نوجوانوں کو چھوڑ کر بنی اسرائیل کی پوری قوم میں سے کوئی بھی اس بات پر آمادہ نہ ہوا کہ حضرت موسیٰؑ کو اپنا رہبر و پیشوا مان کر ان کی پیروی اختیار کر لیتا اور اس دعوت اسلامی کے کام میں ان کا ساتھ دیتا۔ پھر بعد کے فقرے نے اس بات کو واضح کر دیا کہ ان کے اس طرز عمل کی وجہ یہ نہ تھی کہ انہیں حضرت موسیٰؑ کے صادق اور ان کی دعوت کے حق ہونے میں کوئی شک تھا بلکہ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ اور خصوصاً ان کے اکابر و اشراف حضرت موسیٰؑ کا ساتھ دے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر اپنے آپ کو فرعون کی سخت گیری کے خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اگر چہ یہ لوگ نسل اور مذہب دونوں حیثیتوں سے ابراہیمؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ، اور یوسف علیہ السلام کے امتی تھے اور اس بناء پر ظاہر ہے کہ سب مسلمان تھے لیکن ایک مدت دراز کے اخلاقی انحطاط اور پست ہمتی نے جو زیردستی سے پیدا ہوئی تھی، ان میں اتنا بل بوتا باقی نہ چھوڑا تھا کہ کفر وضلالت کی فرمانروائی کے مقابلے میں ایمان و ہدایت کا علم لے کر خود اٹھتے یا جو اٹھا تھا اس کا ساتھ دیتے۔ حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی کشمکش میں عام اسرائیلیوں کا طرز عمل کیا تھا اس کا اندازہ بائبل کی اس عبارت سے ہو سکتا ہے:

" جب وہ فرعون کے پاس سے نکلے آرہے تھے تو ان کو موسیٰ اور ہارون ملاقات کے لیے راستہ پر کھڑے ملے۔ تب انہوں نے ان سے کہا کہ خداوند ہی دیکھے اور تمہارا انصاف کرے۔ تم نے ہم کو فرعون اور اس کی خادموں کی نگاہوں میں ایسا گھناؤنا کیا ہے کہ ہمارے قتل کے لیے ان کے ہاتھ میں تلوار دے دی ہے (خروج ۶/۲۰۔۲۱) تلمود میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل موسیٰؑ اور ہارون علیہم السلام سے کہتے تھے:

" ہماری مثال تو ایسی ہے جیسے ایک بھیڑیے نے بکری کو پکڑا اور چرواہے نے آکر اس کو بچانے کی کوشش کی اور دونوں کی کشمکش میں بکری کے ٹکڑے اڑ گئے۔ بس اسی طرح تمہاری اور فرعون کی کھینچ تان میں ہمارا کام تمام ہو کر رہے گا۔"

انہی باتوں کی طرف سورہ اعراف میں بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰؑ سے کہا کہ:

قَالُوْٓا اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا (آیت۔۱۲۹) (۲۳۰)

مولانا اصلاحی نے آمن لہ اور امن بہ کا فرق بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ " آمن لہ" تو یہ ہے کہ آپ کسی شخص کے دعوے یا اس کی خبر کو سچ مان لیں۔ اس کے لیے حوالگی، تفویض، تسلیم اور انقیاد و اطاعت شرط نہیں ہے لیکن آمن بہ کا تقاضا پورا کرنے کے لیے یہ ساری چیزیں شرط ہیں۔ نبی اور رسول کے معاملے میں صرف آمن لہ کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لیے آمن بہ کے تقاضے پورے کرنے ہوتے ہیں۔ اس مرحلے تک کچھ اسرائیلی نوجوانوں نے حضرت موسیٰ کے دعوے کی صداقت تو تسلیم کر لی تھی لیکن ابھی آمن بہ کے مقام تک وہ نہیں پہنچے تھے۔ اس وجہ سے ان کے اعتراف و قبولیت کو قرآن نے آمن لہ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ حقیقت چونکہ حضرت موسیٰؑ پر واضح تھی اس وجہ سے انہوں نے ان نوجوانوں کو ایمان کی اصل حقیقت سمجھائی جس کا ذکر آگے والی آیت میں آرہا ہے۔ (۲۳۱)

نوجوانوں کا توکل

موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کی کمزوری اور قبول حق میں ہچکچاہٹ کو دیکھتے ہوئے ایمان، ایمان باللہ کی حقیقت سمجھائی کہ ایمان کے تقاضے پورے کرنے کی راہ میں کسی کا ڈر اور کسی کا لحاظ حائل نہیں ہونا چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھروسا کرنا چاہیے اور توکل کا تقاضا اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دینا ہے۔ یہی حوالگی اسلام ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے خطاب پر نوجوانوں کے توکل علی اللہ کا اعلان، قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے:

وَقَالَ مُوسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ٥ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ٥ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (۲۳۲)

موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ لوگو! اگر تم واقعی اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اس پر بھروسہ کرو اگر مسلمان ہو، انہوں نے جواب دیا: "ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا، اے ہمارے رب ہمیں ظالم لوگوں کے لیے فتنہ نہ بنا اور ہمیں اپنی رحمت کی بدولت کافروں کی قوم سے نجات دلا۔

معنی خیز دعا

قرآن مجید نے حضرت موسیٰؑ کے ساتھیوں کی یہ معنی خیز دعا ان کے اس عزم کے ساتھ نقل کی ہے جو توکل علیٰ اللہ کے سلسلے میں انہوں نے ظاہر کیا۔ ان صادق الایمان نوجوانوں کی یہ دعا کہ "ہمیں ظالم لوگوں کے لیے فتنہ نہ بنا" بڑے وسیع مفہوم پر حاوی ہے۔ گمراہی کے عام غلبہ و تسلط کی حالت میں جب کچھ لوگ قیام حق کے لیے اٹھتے ہیں تو انہیں مختلف قسم کے ظالموں سے سابقہ پیش آتا ہے۔ ایک طرف باطل کے اصلی علمبردار ہوتے ہیں جو پوری طاقت سے ان داعیان حق کو کچل دینا چاہتے ہیں۔ دوسری طرف نام نہاد حق پرستوں کا ایک اچھا خاصا گروہ ہوتا ہے جو حق کو ماننے کا دعوی تو کرتا ہے مگر باطل کی قاہرانہ فرمانروائی کے مقابلہ میں اقامت حق کی سعی کو غیر واجب، لا حاصل، یا حماقت سمجھتا ہے اور اس کی انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اپنی اس خیانت کو جو وہ حق کے ساتھ کر رہا ہے کسی نہ کسی طرح درست ثابت کر دے اور ان لوگوں کو الٹا برسر باطل ثابت کر کے اپنے ضمیر کی اس خلش کو مٹائے جو ان کی دعوت اقامت دین حق سے اس کے دل کی گہرائیوں میں جلی یا خفی طور پر پیدا ہوتی ہے تیسری طرف عامتہ الناس ہوتے ہیں جو الگ کھڑے تماشا دیکھ رہے ہوتے ہیں اور ان کا ووٹ آخر کار اسی طاقت کے حق میں پڑتا ہے جس کا پلہ بھاری رہے، خواہ وہ طاقت حق ہو یا باطل۔ اس صورت حال میں ان داعیان حق کی ہر ناکامی، ہر مصیبت، ہر غلطی ہر کمزوری اور ہر خامی ان مختلف گروہوں کے لیے مختلف طور پر فتنہ بن جاتی ہے۔ وہ کچل ڈالے جائیں یا شکست کھا جائیں تو پہلا گروہ کہتا ہے کہ حق ہمارے ساتھ تھا نہ کہ ان بے وقوفوں کے ساتھ جو ناکام ہو گئے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ دیکھ لیا! ہم نہ کہتے تھے کہ ایسی بڑی بڑی طاقتوں سے ٹکرانے کا حاصل چند قیمتی جانوں کی ہلاکت کے سوا کچھ نہ ہوگا اور آخر کار اس تہلکہ میں اپنے آپ کو ڈالنے کا ہمیں شریعت نے مکلف ہی کب کیا تھا، دین کے کم از کم ضروری مطالبات تو ان عقائد و اعمال سے پورے ہو ہی رہے تھے جن کی اجازت فراعنہ وقت نے دے رکھی تھی۔ تیسرا گروہ فیصلہ کر دیتا ہے کہ حق وہی ہے جو غالب رہا۔ اس طرح اگر وہ اپنی دعوت کے کام میں کوئی غلطی کر جائیں، یا مصائب و مشکلات کی سہار نہ ہونے کی وجہ سے کمزوری دکھا جائیں یا ان سے بلکہ ان کے کسی ایک فرد سے کبھی کسی اخلاقی عیب کا صدور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے تو بہت سے لوگوں کے لیے باطل سے چمٹے رہنے کے ہزار بہانے نکل آتے ہیں اور پھر اس دعوت کی ناکامی کے بعد مدت ہائے دراز تک کسی دوسری دعوت حق کے اٹھنے کا امکان باقی نہیں رہتا۔ پس یہ بڑی معنی خیز دعا تھی جو موسیٰؑ کے ان ساتھیوں نے مانگی تھی کہ خدایا ہم پر ایسا فضل فرما کہ ہم ظالموں کے لیے فتنہ بن کر نہ رہ جائیں ۔یعنی ہم کو غلطیوں سے، خامیوں سے، کمزوریوں سے بچا اور ہماری سعی کو دنیا میں بارآور کر دے تاکہ ہمارا وجود تیری خلق کے لیے سبب خیر بنے نہ کہ ظالموں کے لیے وسیلہ شر۔ (۲۳۳)

فرعون کی شکست اور بنی اسرائیل کا ابتلاء

اس کھلے مقابلے میں حضرت موسیٰؑ کی کامیابی نے فرعون اور اس کے درباریوں کو بالکل بوکھلا دیا۔ وہ لوگ حضرت موسیٰؑ کی روحانی قوت کا مظاہرہ دیکھ کر بے حد مرعوب ہو گئے اگرچہ فرعون جادوگروں پر اپنے غیظ و غضب کا اظہار کرتا رہا۔ لیکن حضرت موسیٰؑ سے اس وقت کچھ کہنے کی ہمت نہ پڑی۔ درباریوں نے فرعون سے بااصرار یہ کہنا شروع کر دیا کہ اب موسیٰؑ اور ان کی قوم کو مزید ڈھیل دینے کی گنجائش نہیں۔ اگر ان کو موقع دیا گیا تو یہ تجھ کو اور تیرے دیوتاؤں کو ٹھکراتے رہیں گے اور فساد پھیلاتے رہیں گے۔ فرعون نے انہیں اطمینان دلایا کہ گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں ہمارا اقتدار مستحکم ہے ہم ان کے بیٹوں کو قتل کرتے رہیں گے اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھیں گے۔ قرآن مجید نے اس تدبیر کو مندرجہ الفاظ میں نقل کیا ہے:

> وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ. وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ (۲۳۴)
>
> اور قوم فرعون کے اعیان نے فرعون سے کہا کیا تو اسی طرح موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑے رکھے گا کہ وہ ملک میں بدامنی پھیلائیں اور تجھ کو اور تیری مورتیوں کو ٹھکرائیں؟ اس نے کہا کہ ہم ان کے لڑکوں کو قتل کریں گے اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھیں گے اور ان پر پوری طرح حاوی ہیں۔
>
> وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍo اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌo فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ. وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ (۲۳۵)
>
> اور ہم نے موسیٰؑ کو فرعون، ہامان اور قارون کی طرف اپنی نشانیوں اور نمایاں سند ماموریت کے ساتھ بھیجا مگر انہوں نے کہا: "ساحر ہے، کذاب ہے" پھر جب وہ ہماری طرف سے حق ان کے سامنے لے آیا تو انہوں نے کہا" جو لوگ ایمان لا کر اس کے ساتھ شامل ہوئے ہیں ان سب کے لڑکوں کو قتل کرو اور لڑکیوں کو جیتا چھوڑو مگر کافروں کی چال اکارت ہو گئی۔

سورہ اعراف میں ہے درباریوں کے مشورہ پر فرعون نے قتل ابنا کی اسکیم کا ذکر کیا تھا لیکن سورہ مومن کی آیات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اس تدبیر پر عمل درآمد کر دیا تھا۔ اس کا مقصود یہ تھا کہ حضرت موسیٰؑ کے حامیوں اور پیروؤں کو اتنا خوفزدہ کر دیا جائے کہ وہ ڈر کے مارے ان کا ساتھ چھوڑ دیں۔

حضرت موسیٰؑ کا دوسرا کام

قرآن نے مزید تفصیلات نہیں بتائیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ مقابلہ کے بعد اور کھلی شکست کے نتیجے میں حضرت موسیٰؑ کو دو محاذوں پر کام کرنا پڑا۔ ایک تو فرعونی اقتدار کا مقابلہ تھا جس نے پوری قوت کے ساتھ حضرت موسیٰؑ کی قوم کو تباہ کرنے کی اسکیم تیار کی تھی اور حضرت موسیٰؑ پر دباؤ بڑھا دیا تھا۔ دوسری طرف بنی اسرائیل کے مورال کو قائم رکھنے کا مسئلہ تھا۔ موسیٰؑ جو بنی اسرائیل کے نجات دہندہ کے طور پر آئے تھے وہ فوری طور پر ان کی نجات کا سامان تو نہ کر سکے بلکہ فرعون سے تصادم کی وجہ سے بنی اسرائیل پر مظالم کا نیا سلسلہ شروع ہو گیا۔ فرعون جو حضرت موسیٰؑ کی روحانی قوت سے مرعوب تھا بظاہر ان سے تعرض کرنے سے گریز کرتا تھا لیکن بنی اسرائیل پر اپنی پوری طاقت سے ظلم کر رہا تھا۔ فرعون اور اس کے اعیان ایک طرف تو بنی اسرائیل سے خائف تھے اور حضرت موسیٰؑ کی قیادت کی وجہ سے انہیں شدید خطرہ تھا کہ کہیں ان کا اقتدار ختم نہ ہو جائے لیکن دوسری طرف وہ اس بات پر تیار نہ تھے کہ وہ مصر سے نکل جائیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مصر کی تمام رفاہیت وخوش حالی انہی غلاموں کی رہین احسان تھی۔ اوپلے تھاپنے، اینٹیں بنانے سے لے کر زراعت اور تعمیرات کے سارے کام انہی کی مشقت سے انجام پاتے تھے۔ فرعون اور اس کی قوم کے لوگوں کا کام صرف عیش کرنا اور اسرائیلیوں پر حکومت کرنا اور ان سے بیگار لینا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں نہ تو فرعونیوں کے لیے یہ ممکن تھا کہ وہ اسرائیلیوں کو بڑھنے اور پنپنے کا موقعہ دیں، نہ یہ ممکن تھا کہ ان کو یک قلم مصر سے نکل جانے دیں اور اس دوطرفہ خطرے سے بچنے کے لیے فرعون اور اس کے لال بجھکڑوں نے یہ پالیسی بنائی کہ ان کی نرینہ اولاد کو قتل کر کے ان کی تعداد کو قابو میں رکھا جائے۔ (۲۳۶) حضرت موسیٰؑ کو جہاں فرعونیوں کی اصلاح پر مجبور کرنا تھا وہاں بنی اسرائیل میں نظم وضبط قائم کرنا اور اللہ پاک سے تعلق کو مستحکم کرنا تھا۔ قرآن مجید نے ان دونوں محاذوں پر حضرت موسیٰؑ کے کام کی طرف اشارے کیے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل

بنی اسرائیل صدیوں کی غلامی ومظلومی اور مجبوری کی وجہ سے نہ صرف مفلس وبدحال تھے بلکہ کاہل وپریشان بھی۔ ان کے قوائے عملی کی خرابی سے زیادہ ان کے قوائے دماغی بیکار مضمحل اور ناکارہ ہو گئے تھے۔ ان میں ہمت وشجاعت مفقود تھی وہ نہ صرف پستی پر قناعت کر چکے تھے بلکہ ذلت ونکبت میں رہنے کی وجہ سے ناامیدی کا مجسم نمونہ تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے انہیں دماغی وعملی پستی سے نکالنے کے لیے انہیں پکارا اور ہمت وشجاعت پر آمادہ کیا لیکن ان کے لیے یہ سب کچھ مشکل بلکہ ناممکن العمل تھا۔ پھر فرعون کے تازہ جبر کی وجہ سے پوری قوم پریشان تھی۔ ان سختیوں سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھبرا کر آپس میں دست بگریباں تھے اور موسیٰؑ کی پوری جدوجہد کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ تازہ آزمائش میں تو وہ پیغمبر کو الزام دینے لگے۔ حضرت موسیٰؑ کی تبلیغ حق سے لے کر خروج تک ان کی یہی حالت رہی۔ (۲۳۷)

حضرت موسیٰؑ کو جب فرعون اور اس کے درباریوں کی گفتگو کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے صبر اور توکل علی اللہ کی تلقین کی۔ بنی اسرائیل نے سن کر جواب دیا کہ موسیٰؑ! ہم پہلے ہی مصیبتوں میں گرفتار تھے اب تیرے آنے پر کچھ امید بندھی تھی مگر تیرے آنے کے بعد بھی وہی مصیبت باقی رہی تو یہ سخت آفت کا سامنا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے تسلی دی کہ خدا کا وعدہ سچا ہے، گھبراؤ نہیں تم ہی کامیاب ہوگے اور تمہارے دشمن کو ہلاکت کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ زمین کا مالک فرعون یا اس کی قوم نہیں ہے بلکہ رب العالمین ہے اور وہ مختار مطلق خدا ہے۔ پس وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا مالک بنادے اور انجام کار یہ انعام متقیوں کا ہی حصہ ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ میں اسے یوں بیان کیا گیا ہے:

قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ٥ قَالُوْٓا اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا قَالَ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَیَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ. (۲۳۸)

موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا، اللہ سے مدد چاہو اور ثابت قدم رہو۔ زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور انجام کار کی کامیابی خدا سے ڈرنے والوں ہی کے لیے ہے وہ بولے ہم تو تمہارے آنے سے پہلے بھی ستائے گئے اور تمہارے آنے کے بعد بھی۔ اس نے کہا توقع ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو پامال کرے گا اور تم کو ملک کا وارث بنائے گا کہ دیکھے تم کیا روش اختیار کرتے ہو۔

بنی اسرائیل کی گھبراہٹ کا سبب یہ تھا کہ ایک طرف تو فرعون نے ان کی نسل کشی کی مہم کو مزید قوت وشدت کے ساتھ چلانے کے احکام جاری کردیے دوسری طرف اپنے کارندوں، تحصیل داروں اور عمال کو یہ ہدایت کی کہ بنی اسرائیل سے جو بیگار لی جارہی ہے وہ سخت سے سخت تر کردی جائے۔ اینٹیں بنانے کے لیے جو بھس ان کو دیا جاتا رہا ہے وہ بند کردیا جائے اور ان کو حکم دیا جائے کہ بھس بھی وہی بٹوریں اور اینٹیں بھی لازماً ہر شخص سے روزانہ اتنی ہی بنوائی جائیں جتنی اب تک وہ بناتے رہے ہیں۔ اس طرح عذاب کا وہ شکنجہ جو پہلے بھی کچھ کم سخت نہ تھا حضرت موسیٰؑ کے بعد اور بھی سخت ہوگیا۔ بنی اسرائیل نے یہ سب کچھ حضرت موسیٰؑ کے کھاتے میں ڈال دیا کہ یہ سب تمہاری برکتیں ہیں۔ (۲۳۹) لیکن حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کی مایوسی اور بددلی دور کرنے کے لیے پھر ان کو تسلی دی کہ مایوس نہ ہوں اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو ہلاک کرے گا اور زمین میں تمہیں خلافت عطا کرے گا۔ یعنی فلسطین کا علاقہ تمہیں عطا کرے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینی تنظیم

حالات کچھ ایسے تھے کہ فرعون کے مظالم کا سلسلہ جاری تھا اور جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ فرعون بنی اسرائیل اور قبطی مومنوں کو مصر سے جانے کی اجازت بھی نہیں دیتا تھا۔ حضرت موسیٰؑ اس صورت حال میں صبر اور توکل علی اللہ کی تلقین کرتے ہیں اور قوم کو یہ امید دلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی ضرور مدد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل اور دیگر مومنین کو ثابت قدم رکھنے اور صبر و توکل پر قائم رہنے کے لیے دینی تنظیم ضروری ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۳۰)

ہم نے موسیٰؑ اور اس کے بھائی کی طرف وحی کی کہ اپنی قوم کے لیے مصر میں کچھ گھر ٹھہرالو اور اپنے گھروں کو قبلہ بناؤ اور نماز کا اہتمام کرو اور ایمان لانے والوں کو خوشخبری دے دو۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا اصلاحی لکھتے ہیں:

"یہ تدبیر ارشاد ہوئی اس صبر اور توکل کے حصول کی جس کی تعلیم اوپر کی آیات میں دی گئی ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو حکم ہوا کہ مصر کے مختلف حصوں میں کچھ مقام نماز باجماعت کے لیے مخصوص کرلو جن میں بنی اسرائیل معین اوقات پر نماز کے لیے جمع ہوا کریں اور تم اپنے گھروں کو قبلہ قرار دے کر نماز باجماعت کا اہتمام کرو۔ یہ بعینہ اسی طرح کی ہدایت ہے جس طرح کی ہدایت نبیؐ کو مکہ کی پُر مصائب زندگی میں دی گئی تھی .... مصر کی غلامانہ زندگی میں بنی اسرائیل اپنی مذہبی تنظیم کی خصوصیات سے محروم ہو گئے تھے۔ ازاں جملہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں اجتماعی نماز و دعا کی بھی کوئی شکل باقی نہ رہ گئی تھی اب جب کہ حضرت موسیٰؑ نے ان کے اندر تجدید کا کام شروع کیا تو ظاہر ہے کہ اس کا آغاز اسی نقطہ سے ہونا تھا جو دینی تنظیم کا ابتدائی نقطہ ہے۔ چنانچہ ان کو نماز کے قیام و اہتمام کا حکم ہوا اور اس کے لیے یہ ہدایت ہوئی کہ مصر کے مختلف حصوں میں کچھ مکانات مسجد کی حیثیت سے مخصوص کر لیے جائیں جن میں بنی اسرائیل اوقات نماز میں مجتمع ہو جایا کریں۔ یہ طریقہ اختیار کرنے کی ہدایت اس وجہ سے ہوئی کہ تمام بنی اسرائیل کا مصر کے مختلف حصوں سے ایک جگہ جمع ہونا ناممکن تھا۔

جب متعدد مسجدیں ہوئیں تو ان میں وحدت پیدا کرنے کے لیے یہ بھی ضروری ہوا کہ کوئی مسجد سب کے لیے قبلہ کی حیثیت سے معین ہو اس لیے حکم ہوا و اجعلو بیوتکم قبلة اپنے گھروں کو قبلہ بناؤ۔ میرا ذہن ان الفاظ سے اس طرف جاتا ہے کہ اس سے مراد وہ گھر ہیں جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ نے اپنے اور اپنے متعلقین اور اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آس پاس کے بنی اسرائیل کی نماز کے لیے مخصوص فرمائے ہوں گے۔ چونکہ دعوت ہدایت کے مرکز کی حیثیت انہی گھروں کو حاصل تھی اس وجہ سے اس عبوری دور میں انہی گھروں کو عارضی طور پر قبلہ کی حیثیت دے دی گئی۔ بعد میں جب بنی اسرائیل نے ہجرت کی تو اس کے بعد سے بیت المقدس کی تعمیر تک ان کے ہاں قبلہ کی حیثیت اس تابوت کو حاصل رہی جس کا ذکر سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے۔(۲۴۱)

حضرت موسیٰ اور آل فرعون

فرعون نے بنی اسرائیل پر اپنے ظلم کا شکنجہ کسا تھا تا کہ حضرت موسیٰ پر دباؤ بڑھے اور ادھر حضرت موسیٰ نے فرعون اور اس کی قوم پر اللہ کے عذاب کی مختلف صورتیں مسلط کرائیں تا کہ وہ راہ راست پر آئے یا بنی اسرائیل کو مصر سے نکلنے کی اجازت دے۔ قرآن نے عذاب کی ان مختلف صورتوں کو ایک جگہ بیان کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک عرصے پر محیط ہے۔ قرآن نے آزمائشوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ o فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ. وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗ. اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَاللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ o وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَابِهٖ مِنْ اٰیَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ o فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ o وَلَمَّا وَقَعَ عَلَیْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا یٰمُوْسَی ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ o فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓی اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ (۲۴۲)

ہم نے فرعون کے لوگوں کو کئی سال تک قحط اور پیداوار کی کمی میں مبتلا رکھا کہ شاید ان کو ہوش آئے مگر ان کا حال یہ تھا کہ جب اچھا زمانہ آتا تو کہتے کہ ہم اسی کے مستحق ہیں اور جب برا زمانہ آتا تو موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو اپنے لیے فال بد ٹھہراتے حالانکہ درحقیقت ان کی فال بد تو اللہ کے پاس تھی مگر ان میں سے اکثر بے علم تھے۔ انہوں نے موسیٰ سے کہا کہ تو ہمیں مسحور کرنے کے لیے خواہ کوئی نشانی لے آئے ہم تو تیری بات ماننے والے نہیں ہیں۔ آخر کار ہم نے ان پر طوفان بھیجا ٹڈی دل چھوڑے، سرسریاں پھیلائیں، مینڈک نکالے اور خون برسایا۔ یہ سب نشانیاں الگ الگ کر کے دکھائیں مگر وہ سرکشی کیے چلے گئے اور وہ بڑے ہی مجرم لوگ تھے۔ جب کبھی ان پر بلا نازل ہو جاتی تو کہتے اے موسیٰ تجھے اپنے رب کی طرف سے جو منصب حاصل ہے اس کی بنا پر ہمارے حق میں دعا کر۔ اگر اب کے تو ہم پر سے یہ بلا ٹلوا دے تو ہم تیری بات مان لیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دیں گے مگر جب ہم ان پر سے اپنا عذاب ایک وقت مقرر تک کے لیے جس کو وہ بہرحال پہنچنے والے تھے، ہٹا لیتے تو وہ یکلخت اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہد سے پھر جاتے۔

سورہ زخرف میں ان نشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

فَلَمَّا جَآءَهُم بِآيَاتِنَآ إِذَا هُم مِّنْهَا يَضْحَكُونَ ○ وَمَا نُرِيهِم مِّنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا وَأَخَذْنَاهُم بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ○ وَقَالُوا يَآأَيُّهَ السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِندَكَ إِنَّنَا لَمُهْتَدُونَ ○ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنكُثُونَ (۲۴۳)

پھر جب اس نے ہماری نشانیاں ان کے سامنے پیش کیں تو وہ ٹھٹھے مارنے لگے ہم ایک پر ایک ایسی نشانی ان کو دکھاتے چلے گئے جو پہلی سے بڑھ چڑھ کر تھی اور ہم نے ان کو عذاب میں دھر لیا تا کہ وہ اپنی روش سے باز آئیں۔ ہر عذاب کے موقع پر وہ کہتے ،اے ساحر اپنے رب کی طرف سے جو منصب تجھے حاصل ہے اس کی بناء پر ہمارے لیے اس سے دعا کر ہم ضرور راہ راست پر آجائیں گے مگر جونہی کہ ہم ان پر سے عذاب ہٹا دیتے وہ اپنی بات سے پھر جاتے تھے۔

نو نشانیاں

قرآن مجید نے فرعونیوں کے لیے بھیجے جانے والے عذاب اور دکھائے جانے والے معجزات کے لیے آیات کا لفظ استعمال کیا ہے۔سورہ بنی اسرائیل میں ۹ (نو) آیات کا ذکر ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَسْئَلْ بَنِي إِسْرَآءِيلَ إِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَٰمُوسَىٰ مَسْحُورًا ○ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ أَنزَلَ هَٰٓؤُلَآءِ إِلَّا رَبُّ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ بَصَآئِرَ وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ يَٰفِرْعَوْنُ مَثْبُورًا (۲۴۴)

ہم نے موسیٰؑ کو نو نشانیاں عطا کی تھیں جو صریح طور پر دکھائی دے رہی تھیں اب یہ تم خود بنی اسرائیل سے پوچھ لو کہ جب وہ سامنے آئیں تو فرعون نے یہی کہا تھا کہ " اے موسیٰ میں سمجھتا ہوں کہ تو ضرور ایک سحر زدہ آدمی ہے" موسیٰؑ نے اس کے جواب میں کہا" تو خوب جانتا ہے کہ یہ بصیرت افروز نشانیاں رب السمٰوٰت والارض کے سوا کسی نے نازل نہیں کی ہیں ،اور میرا خیال یہ ہے کہ اے فرعون تو ضرور ایک شامت زدہ آدمی ہے۔

وَلَقَدْ أَرَيْنَاهُ آيَاتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَأَبَىٰ (۲۴۵)

ہم نے فرعون کو اپنی سب ہی نشانیاں دکھائیں مگر وہ جھٹلائے چلا گیا اور نہ مانا۔

وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوٓءٍ فِي تِسْعِ آيَاتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ○ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ○ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲۴۶)

اور ذرا اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں تو ڈالو چمکتا ہوا نکلے گا بغیر کسی تکلیف کے یہ (دو نشانیاں) تو نشانیوں میں سے ہیں فرعون اور اس کی قوم کی طرف (لے جانے کے لیے) وہ بڑے بدکردار لوگ ہیں مگر جب ہماری کھلی کھلی نشانیاں ان لوگوں کے سامنے آئیں تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے انہوں نے سراسر ظلم اور غرور کی راہ سے ان نشانیوں کا انکار کیا حالانکہ دل ان کے قائل ہو چکے تھے اب دیکھ لو کہ ان مفسدوں کا انجام کیسا ہوا۔

یہ نو نشانیاں جو حضرت موسیٰ کو عطا فرمائی تھیں ان کی تفصیل سورہ اعراف کی مذکورہ بالا آیات میں گزر چکی ہے۔ یہ نو نشانیاں مندرجہ ذیل ہیں: ۱۔ لاٹھی جو اژدہا بن جاتی تھی، ۲۔ ہاتھ جو بغل سے سورج کی طرح چمکتا ہوا نکلتا تھا، ۳۔ جادوگروں کو برسرِعام شکست دینا (۲۴۷) ۴۔ حضرت موسیٰ کے پیشگی اعلان کے مطابق سارے ملک میں قحط، ۵۔ طوفان، ۶۔ ٹڈی دل، ۷۔ تمام غلے کے ذخیروں میں سرسریاں اور انسان وحیوان سب میں جوئیں، ۸۔ مینڈکوں کا طوفان، ۹۔ خون۔ بائبل کی کتاب خروج باب ۷۔۸۔۹۔۱۰ اور ۱۲ میں بھی ان عذابوں کی مفصل روداد درج ہے، مگر وہ حقیقت اور افسانے کا مجموعہ ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ جب خون کا عذاب آیا تو جادوگروں نے بھی ویسا ہی لا کر دکھا دیا مگر جب جوؤں کا عذاب آیا تو جادوگر جواب میں جوئیں پیدا نہ کر سکے اور انہوں نے کہا کہ یہ خدا کا کام ہے۔ پھر اس سے بھی زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ جب مینڈکوں کا سیلاب اٹھا تو جادوگر بھی جواب میں مینڈک چڑھا لائے لیکن اس کے باوجود فرعون نے حضرت موسیٰ سے یہ درخواست کی کہ اللہ سے دعا کر کے اس عذاب کو دفع کرائیے۔ سوال یہ ہے کہ جب جادوگر مینڈک چڑھا لانے پر قادر تھے تو فرعون نے انہی کے ذریعہ سے یہ عذاب کیوں دور نہ کرا لیا؟ اور آخر یہ معلوم کیسے ہوا کہ مینڈکوں کی اس فوج میں اللہ کے مینڈک کون سے ہیں اور جادوگروں کے مینڈک کون سے؟ یہی سوال خون کے بارے میں بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ کی تنبیہ کے مطابق ہر طرف پانی کے ذخیرے خون میں تبدیل ہو چکے تھے تو جادوگروں نے کس پانی کو خون بنایا اور کیسے معلوم ہوا کہ فلاں جگہ کا پانی جادوگروں کے کرتب سے خون بنا ہے؟ ایسی ہی باتوں سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ بائبل خالص کلامِ الٰہی پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اس کو جن لوگوں نے تصنیف کیا ہے انہوں نے اس کے اندر اپنی طرف سے بھی بہت کچھ ملا دیا ہے۔ اور غضب یہ ہے کہ یہ مصنفین کچھ تھے بھی واجبی سی عقل کے لوگ جنہیں بات گھڑنے کا سلیقہ بھی نصیب نہ تھا۔ (۲۴۸)

قرآن مجید نے مندرجہ بالا مقامات کے علاوہ بھی ان آیات کا حوالہ دیا ہے اور فرعون کے انکار اور اس کی سرکشی کو بیان کیا ہے۔ ذیل میں چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ○ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدَّارِ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (۲۴۹)

پھر جب موسیٰ ان لوگوں کے پاس ہماری کھلی کھلی نشانیاں لے کر پہنچا تو انہوں نے کہا کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر بناوٹی جادو اور یہ باتیں تو ہم نے اپنے باپ دادا کے زمانے میں کبھی سنی ہی نہیں۔ موسیٰ نے جواب دیا" میرا رب اس شخص کے حال سے خوب واقف ہے جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا ہے اور وہی بہتر جانتا ہے کہ آخری انجام کس کا اچھا ہوتا ہے۔ حق یہ ہے کہ ظالم کبھی فلاح نہیں پاتے۔"

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُo كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ (۲۵۰)

اور آل فرعون کے پاس بھی تنبیہات آئی تھیں مگر انہوں نے ہماری ساری نشانیوں کو جھٹلا دیا آخر کو ہم نے ان کو پکڑا جس طرح کوئی زبردست قدرت والا پکڑتا ہے۔

بہر حال فرعون اور اس کی پیہم اور مسلسل سرکشی، ظلم، حق کے ساتھ استہزاء اور نافرمانی کے باعث خدا تعالیٰ کی جانب سے مصریوں پر مختلف بلائیں اور عذاب آتے رہے اور وقفہ کے ساتھ ان نشانات کا ظہور ہوتا رہا۔ جب ایک عذاب آتا تو سب واویلا کرنے لگتے اور حضرت موسیٰؑ سے کہتے کہ اگر اس مرتبہ تو نے اپنے خدا سے کہہ کر اس عذاب کو ٹال دیا تو ہم سب ایمان لے آئیں گے اور جب وہ ٹل جاتا تو پھر سرکشی شروع کر دیتے، آخر پھر دوسرا عذاب آ پکڑتا اور پھر وہی صورت حال پیش آ جاتی۔ (۲۵۱) حضرت موسیٰؑ نے اپنی دعوت کا سلسلہ جاری رکھا۔ فرعون بظاہر مطمئن نظر آتا لیکن حضرت موسیٰؑ کے روحانی غلبہ کا خیال اس کو اندر ہی اندر سے گھلائے ڈالتا تھا۔ ہز میجسٹی کے پاؤں تلے سے زمین نکلی جا رہی تھی۔ حضرت موسیٰؑ کے پے در پے معجزات نے ملک کے عوام کا عقیدہ اپنے دیوتاؤں پر سے متزلزل کر دیا تھا اور فراعنہ کا باندھا ہوا وہ سارا طلسم ٹوٹ گیا تھا جس کے ذریعہ سے خداؤں کا اوتار بن کر یہ خاندان مصر میں اپنی خداوندی چلا رہا تھا۔ اسی صورت حال کو دیکھ کر فرعون چیخ اٹھا کہ کم بختو تمہیں آنکھوں سے نظر نہیں آتا کہ اس ملک میں بادشاہی کس کی ہے اور دریائے نیل سے نکلی ہوئی یہ نہریں جن پر تمہاری معیشت کا انحصار ہے کس کے حکم سے جاری ہیں؟ یہ ترقیات (Development) کے کام تو میرے اور میرے خاندان کے کیے ہوئے ہیں اور تم گرویدہ ہو رہے ہو اس فقیر کے۔ (۲۵۲)

قرآن پاک نے فرعون کی شخصیت کے اس پہلو کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ o اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُo فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ o فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ. اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ (۲۵۳)

ایک روز فرعون نے اپنی قوم کے درمیان پکار کر کہا" لوگو! کیا مصر کی بادشاہی میری نہیں ہے اور یہ نہریں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے نیچے نہیں بہہ رہی ہیں؟ کیا تم لوگوں کو نظر نہیں آتا؟ میں بہتر ہوں یا یہ شخص جو ذلیل و حقیر ہے اور اپنی بات بھی کھول کر بیان نہیں کر سکتا۔ (۲۵۴) کیوں نہ اس پر سونے کنگن اتارے گئے؟ یا فرشتوں کا ایک دستہ اس کی اردلی میں نہ آیا؟ اس نے اپنی قوم کو ہلکا سمجھا اور انہوں نے اس کی اطاعت کی، درحقیقت وہ تھے ہی فاسق۔

فرعون نے اپنے لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے بودی باتوں کا سہارا لیا کہ اس کو سونے کے کنگن کیوں نہیں دیئے گئے اور اس کے ساتھ فرشتے کیوں نہیں ہیں، اس کی باتوں میں الجھاؤ ہے اور یہ بے اختیار ہے۔

حضرت موسیٰؑ کو قتل کرنے کی منصوبہ بندی

لیکن یہ سب کچھ بوکھلاہٹ کا نتیجہ تھا۔ حضرت موسیٰؑ کے مقابلے میں فرعون اپنے آپ کو عاجز پا کر زچ ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس نے فیصلہ کیا کہ حضرت موسیٰؑ کو قتل کیے بغیر یہ معاملہ ختم نہیں ہوگا اور آخر کار اعیان سلطنت اور اپنے ندیموں سے ایک روز کہنے لگا کہ ہم نے موسیٰؑ کو یونہی چھوڑے رکھا تو مجھے خوف ہے کہ یہ تمہارے دین کو بھی آہستہ آہستہ بدل ڈالے گا اور تمام مصر میں فساد مچا دے گا اب یہی بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے کہ موسیٰؑ کو قتل کر دیا جائے (۲۵۵) قرآن نے اس کی تدبیر کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ○ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ (۲۵۶)

ایک روز فرعون نے اپنے درباریوں سے کہا" چھوڑو مجھے، میں موسیٰ کو قتل کیے دیتا ہوں اور پکار دیکھے یہ اپنے رب کو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ تمہارا دین بدل ڈالے گا یا ملک میں فساد برپا کرے گا۔ موسیٰؑ نے کہا میں نے تو ہر اس متکبر کے مقابلے میں جو یوم الحساب پر ایمان نہیں رکھتا اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لے لی۔

قرآن کے مطابق فرعون نے دو خدشات کا اظہار کیا ہے ایک یہ کہ موسیٰ ان کے دین کو بدل دے گا اور دوسرا یہ کہ ملک میں فساد برپا کر دے گا۔ سید مودودیؒ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یعنی مجھے اس سے انقلاب کا خطرہ ہے اور اگر یہ انقلاب برپا نہ بھی کر سکے تو کم از کم یہ خطرہ تو ہے ہی کہ اس کی کارروائیوں سے ملک میں فساد رونما ہوگا۔ لہٰذا بغیر اس کے کہ یہ کوئی قابل سزائے موت جرم کرے، محض تحفظ امن عامہ (Maintenance of Public Order) کی خاطر اسے قتل کر دینا چاہیے۔ رہی یہ بات کہ اس شخص کی ذات سے فی الواقع امن عامہ کو خطرہ ہے یا نہیں تو اس کے لیے صرف ہز میجسٹی کا اطمینان کافی ہے۔ سرکار عالی اگر مطمئن ہیں کہ یہ خطرناک آدمی ہے تو مان لینا چاہیے کہ واقعی خطرناک اور گردن زدنی ہے۔ اس مقام پر دین بدل ڈالنے کا مطلب بھی اچھی طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھ لیجئے جس کے اندیشہ سے فرعون حضرت موسیٰؑ کو قتل کر دینا چاہتا تھا۔ یہاں دین سے مراد نظام حکومت ہے اور فرعون کے قول کا مطلب یہ ہے کہ **انی اخاف ان یغیر سلطانکم** (روح المعانی ۲۴/۵۶) بالفاظ دیگر فرعون اور اس کے خاندان کے اقتدار اعلیٰ کی بنیاد پر مذہب و سیاست اور تمدن و معیشت کا جو نظام مصر میں چل رہا تھا وہ ملک کا دین تھا اور فرعون کو حضرت موسیٰؑ کی دعوت سے اس دین کے بدل جانے کا خطرہ تھا۔ لیکن ہر زمانے کے مکار حکمرانوں کی طرح اس نے بھی یہ نہیں کہا کہ مجھے اپنے ہاتھ سے اقتدار نکل جانے کا خوف ہے۔ اس لیے میں موسیٰؑ کو قتل کرنا چاہتا ہوں بلکہ صورت معاملہ کو اس نے اس طرح پیش کیا کہ لوگو، خطرہ مجھے نہیں تمہیں لاحق ہے، کیونکہ موسیٰؑ کی تحریک اگر کامیاب ہوگئی تو تمہارا دین بدل جائے گا مجھے اپنی فکر نہیں ہے۔ میں تو تمہاری فکر میں گھلا جا رہا ہوں کہ میرے سایہ اقتدار سے محروم ہو کر تمہارا کیا بنے گا۔ لہذا جس ظالم کے ہاتھوں یہ سایہ تمہارے سر سے اٹھ جانے کا اندیشہ ہے اسے قتل کر دینا چاہیے کیونکہ وہ ملک اور قوم کا دشمن ہے۔ (۲۵۷)

جب فرعون کی مجلس میں حضرت موسیٰؑ کے قتل کی بات ہو رہی تھی تو مصری "مرد مومن" بھی وہاں موجود تھا جس نے ابھی تک اپنا اسلام پوشیدہ رکھا ہوا تھا۔ جب اس نے قتل کی تجویز سنی تو حضرت موسیٰؑ کی مدافعت میں گفتگو کی اور انہیں سمجھایا کہ ایسے شخص کو قتل کرنے چلے ہو جو اللہ کو اپنا رب مانتا ہے اور اس پر بہترین دلائل پیش کئے ہیں اس نے کہا اگر وہ شخص جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا اور اگر وہ سچا ہے تو اس کے وعیدوں سے ڈرو۔ اس مرد مومن کا بیان سورہ مومن کی آیت ۳۸ سے لے کر آیت ۴۴ تک پھیلا ہوا ہے۔ اسرائیلی روایات میں یہ واقعہ نہیں ملتا ہے۔ سید مودودی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہاں سے جس واقعہ کا بیان شروع ہو رہا ہے وہ تاریخ بنی اسرائیل کا ایک نہایت اہم واقعہ ہے جسے خود بنی اسرائیل بالکل فراموش کر گئے ہیں۔ بائبل اور تالمود دونوں اس کے ذکر سے خالی ہیں اور دوسری اسرائیلی روایات میں بھی اس کا کوئی نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ صرف قرآن مجید کے ذریعہ سے دنیا کو یہ معلوم ہوا ہے کہ فرعون اور حضرت موسیٰؑ کی کشمکش کے دور میں ایک وقت یہ واقعہ بھی پیش آیا تھا۔ اس قصے کو جو شخص بھی پڑھے گا بشرطیکہ وہ اسلام اور قرآن کے خلاف تعصب میں اندھا نہ ہو چکا ہو، وہ یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکے گا کہ دعوت حق کے نقطہ نظر سے یہ قصہ بڑی قدر و قیمت رکھتا ہے اور بجائے خود یہ بات بعید از عقل و قیاس بھی نہیں ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی شخصیت ان کی تبلیغ اور ان کے ہاتھوں ظہور پذیر ہونے والے حیرت انگیز معجزات سے متاثر ہو کر خود فرعون کے اعیان سلطنت میں سے کوئی شخص دل ہی دل میں ایمان لے آیا ہو اور فرعون کو ان کے قتل پر آمادہ دیکھ کر وہ ضبط نہ کر سکا ہو لیکن مغربی مستشرقین، علم و تحقیق کے لمبے چوڑے دعوؤں کے باوجود تعصب میں اندھے ہو کر جس طرح قرآن کی روشن صداقتوں پر خاک ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضمون "موسیٰ" کا مصنف اسی قصے کے متعلق لکھتا ہے:

" قرآن کی یہ کہانی کہ فرعون کے دربار میں ایک مومن موسیٰ کو بچانے کی کوشش کرتا ہے پوری طرح واضح نہیں ہے۔ (سورہ ۴۰۔ آیت ۲۸) کیا ہمیں اس کا تقابل اس قصے سے کرنا چاہیے جو ہگاوا میں بیان ہوا ہے اور جس کا مضمون یہ ہے کہ یتھرو نے فرعون کے دربار میں عفو سے کام لینے کا مشورہ دیا تھا؟"

گویا ان مدعیان تحقیق کے ہاں یہ بات تو طے شدہ ہے کہ قرآن کی ہر بات میں ضرور کیڑے ہی ڈالنے ہیں۔ اگر اس کے کسی بیان پر حرف زنی کی کوئی بنیاد نہیں ملتی تو کم از کم یہی شوشہ چھوڑ دیا جائے کہ یہ قصہ پوری طرح واضح نہیں ہے اور چلتے چلتے یہ شک بھی پڑھنے والوں کے دل میں ڈال دیا جائے کہ ہگاوا میں یتھرا کا جو قصہ موسیٰ کی پیدائش سے پہلے کا بیان ہوا ہے وہ کہیں محمد ﷺ نے سن لیا ہوگا اور اسے لا کر یہاں اس شکل میں بیان کر دیا ہوگا۔ یہ ہے "علمی تحقیق" کا وہ انداز جو ان لوگوں نے اسلام اور قرآن اور محمد ﷺ کے معاملے میں اختیار کر رکھا ہے۔" (۲۵۸)

حضرت موسیٰؑ کی دعا

بنی اسرائیل پر مظالم کی انتہا ہو گئی تھی اور فرعون اور آل فرعون پر معجزات اور عذاب کی مختلف شکلوں سے دعوت حق کی صداقت واضح کر دی گئی تھی لیکن فرعون کے استکبار اور تکذیب کی روش میں کوئی کمی نہیں آئی تھی بلکہ اب وہ حد سے بڑھا جا رہا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کے قتل کی منصوبہ بندی حد سے گزرنے والی بات تھی۔ سنت اللہ یہ رہی ہے کہ رسول اتمام حجت کا آخری ذریعہ ہوتا ہے۔ اس کے اتمام حجت کے بعد اگر کوئی قوم ایمان نہیں لاتی تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے اندر قبول حق کی ادنیٰ صلاحیت بھی باقی نہیں ہے۔ اب اگر وہ خدا کی زمین پر باقی رہتی ہے تو دوسروں کی گمراہی کا ذریعہ تو ہو سکتی ہے لیکن اس کے اندر سے کسی خیر کے پیدا ہونے کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ قرآن مجید نے حضرت نوحؑ کی زبان سے اس حقیقت کو بیان فرمایا:

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا ۝ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ۝ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ۝ مِمَّا خَطِیْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا فَلَمْ یَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۝ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا یَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (۲۵۹)

نوحؑ نے دعا کی، اے میرے رب انہوں نے میری بات رد کر دی اور اس کی پیروی جس کے مال و اولاد نے اس کے خسارے ہی میں اضافہ کیا اور انہوں نے بڑی چال چلی...... اور انہوں نے بہتوں کو گمراہ کر ڈالا اور تو ان ظالموں کی ضلالت ہی میں اضافہ کر.......... اور نوح نے دعا کی اے میرے رب تو زمین پر کافروں میں سے کسی کو چلتا پھرتا نہ چھوڑ اگر تو ان کو چھوڑے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور صرف ناب کاروں اور ناشکروں ہی کو جنم دیں گے۔

اس وجہ سے سنت الٰہی یہ رہی ہے کہ جن قوموں پر کسی رسول کے ذریعہ سے اتمام حجت ہوئی اس کے مکذبین ایک خاص حد تک مہلت دیئے جانے کے بعد لازماً تباہ کر دیئے گئے ہیں۔ اس دنیا کے اندر زندگی کی جو مہلت قوموں کو ملتی ہے وہ اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے ملتی ہے۔ شر محض کی پرورش اس کائنات کے مزاج کے خلاف ہے چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے دعا اس وقت کی جب ان پر یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ ان سرکشوں کی آنکھوں کی پٹی عذاب الٰہی کے سوا اب کوئی دوسری چیز نہیں کھول سکتی۔ (۲۶۰) موسیٰؑ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی، بارالہا! فرعون اور فرعونیوں کو تو نے جو دولت وسطوت عطا فرمائی ہے اس پر شکر یہ ادا کرنے کے بجائے وہ تیرے بندوں پر جبر اور ظلم وستم کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں اور تیری راہ حق کو نہ یہ خود قبول کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو قبول کرنے دیتے ہیں بلکہ جبر وتشدد سے کام لے کر ان کے آڑے آتے ہیں لہٰذا اب تو ان کو ان کے مظالم کا ذائقہ چکھا اور ان کی اس دولت وثروت کو تباہ و ہلاک کر دے جس پر یہ نازاں ہیں اور جس طرح یہ ایمان کی سچائی کو ٹھکرا رہے ہیں تو بھی ان کو ایمان کے بجائے اب ایسا دردناک عذاب دے کہ ان کی داستان دوسروں کے لیے عبرت بن جائے۔ (۲۶۱) قرآن مجید نے حضرت موسیٰؑ کی دعا کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

> وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (۲۶۲)
>
> اور موسیٰؑ نے دعا کی کہ اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے اعیان کو دنیا کی زندگی میں شان وشوکت اور مال واسباب سے بہرہ مند کیا، اے ہمارے رب کہ وہ تیری راہ سے لوگوں کو بے راہ کریں، اے ہمارے رب ان کے مالوں کو مٹا دے اور ان کے دلوں کو بند کر دے کہ وہ ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ دیکھ لیں دردناک عذاب کو۔"
>
> سورہ دخان میں ہے:
>
> فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ (۲۶۳)
>
> پھر دعا کی اپنے رب سے کہ یہ لوگ مجرم ہیں۔

قبولیت دعا

چونکہ موسیٰ وہارون علیہما السلام نے کار دعوت میں کوئی کوتاہی نہیں کی تھی اور ان پر دعوت وتبلیغ، اصلاح وانذار اور احقاق حق کی جو ذمہ داری تھی وہ کما حقہ ادا ہو چکی تھی اس لیے ان کی دعا قبول ہوئی اور ان کو ہدایت کی گئی کہ ان سرکشوں کے ساتھ جو معاملہ ہونے والا ہے اس پر دل میں کوئی نرمی ورافت نہ پیدا کرنا، نہ ان کے حق میں کوئی کلمہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفارش کہنا اور نہ کسی پہلو سے اب ان کی چھوٹ تم کو یا تمہارے ساتھیوں کو لگنے پائے۔ یہ بعینہ اسی طرح کی ہدایت ہے جس طرح کی ہدایت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کے باب میں عذاب کا فیصلہ ہو جانے کے بعد دی گئی تھی۔ اس کا ذکر سورہ ھود میں اس طرح ہے:

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ (۲۶۴)

اور کشتی بناؤ ہماری نگرانی میں اور ہماری ہدایت کے مطابق اور ان ظالموں کے باب میں اب ہم سے کچھ نہ کہیو یہ لازماً غرق کیے جائیں گے۔

حضرت موسیٰؑ کی دعا کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے:

قَالَ قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَانِّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (۲۶۵)

فرمایا تمہاری دعا قبول ہوئی تو تم دونوں ثابت قدم رہو اور ان لوگوں کی راہ کی پیروی نہ کرنا جو علم نہیں رکھتے۔

موسیٰؑ کو یہ تسلی دی گئی کہ تمہاری دعا قبول ہو گئی ہے لہٰذا فرعونیوں کی تباہی اور بنی اسرائیل کی نجات کا مرحلہ آ پہنچا ہے۔ قرآن کے مطابق حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا گیا کہ وہ اس مرحلے کے لیے تیاری کریں۔

بنی اسرائیل کا خروج اور فرعون کا تعاقب

حضرت موسیٰؑ کو بذریعہ وحی حکم ملا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر باپ دادا کی سرزمین کی جانب لے جائیں

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي إِنَّكُم مُّتَّبَعُونَ (۲۶۶)

ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ "راتوں رات میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔"

واضح رہے کہ بنی اسرائیل کی آبادی مصر میں کسی ایک جگہ مجتمع نہ تھی بلکہ ملک کے تمام شہروں اور بستیوں میں بٹی ہوئی تھی اور خصوصیت کے ساتھ منف (Mamphis) سے رعمیسس تک اس علاقے میں ان کی بڑی تعداد آباد تھی جسے جشن کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ لہٰذا موسیٰؑ کو جب حکم دیا گیا ہوگا کہ اب تمہیں بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل جانا ہے تو انہوں نے بنی اسرائیل کی تمام بستیوں میں ہدایات بھیج دی ہوں گی کہ سب لوگ اپنی اپنی جگہ ہجرت کے لیے تیار ہو جائیں اور ایک خاص رات مقرر کر دی ہوگی کہ اس رات ہر بستی کے مہاجرین نکل کھڑے ہوں یہ ارشاد کہ " تمہارا پیچھا کیا جائے گا" اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہجرت کے لیے رات کو نکلنے کی ہدایت کیوں کی گئی تھی۔ یعنی قبل اس کے کہ فرعون لشکر لے کر تمہارے تعاقب میں نکلے تم راتوں رات اپنا راستہ اس حد تک طے کر لو کہ اس سے بہت آگے نکل چکے ہو۔ (۲۶۷) آخر کار ایک مقررہ رات کو یہ سب لوگ ایک طے شدہ مقام پر جمع ہو کر ایک قافلے کی صورت میں روانہ ہو گئے اس زمانے میں نہر سویز موجود نہ تھی۔ بحر احمر سے بحر روم پورا علاقہ کھلا ہوا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا مگر اس علاقے کے تمام راستوں پر فوجی چھاؤنیاں تھیں جن سے بخیریت نہ گذرا جا سکتا تھا۔ اس لیے حضرت موسیٰؑ نے بحر احمر کی طرف جانے والا راستہ اختیار کیا۔ غالباً ان کا خیال یہ تھا کہ سمندر کے کنارے کنارے چل کر جزیرہ نمائے سینا کی طرف نکل جائیں لیکن ادھر سے فرعون ایک لشکر عظیم لے کر تعاقب کرتا ہوا ٹھیک اس موقع پر آ پہنچا۔ سورہ شعراء میں فرعون کی بوکھلاہٹ کو بیان کیا گیا ہے۔ اسے جب پتہ چلا کہ بنی اسرائیل نکل گئے ہیں تو وہ اپنے غیظ و غضب کا اظہار کرتا ہے، فوجیں اکٹھی کرتا ہے اور بنی اسرائیل کو سزا دینے کا اعلان کرتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَo اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَo وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَo وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ (۲۶۸)

اس پر فرعون نے (فوجیں جمع کرنے کے لیے) شہروں میں نقیب بھیج دیئے (اور کہلا بھیجا) کہ یہ مٹھی بھر لوگ ہیں اور انہوں نے ہم کو بہت ناراض کیا ہے اور ہم ایک ایسی جماعت ہیں جس کا شیوہ ہر وقت چوکنا رہنا ہے۔

سید مودودی کے بقول "یہ باتیں فرعون کی اس چھپی ہوئی خوف زدگی کو ظاہر کرتی ہیں جس پر وہ بے خوفی کا نمائشی پردہ ڈال رہا تھا۔ ایک طرف وہ جگہ جگہ سے فوجیں بھی فوری امداد کے لیے بلا رہا تھا جو اس بات کی کھلی علامت تھی کہ اسے بنی اسرائیل سے خطرہ محسوس ہو رہا ہے دوسری طرف وہ اس بات کو بھی چھپانا چاہتا تھا کہ مدت ہائے دراز کی دبی اور پسی ہوئی قوم، جو انتہائی ذلت کی غلامی میں زندگی بسر کر رہی تھی اس سے فرعون جیسا قاہر فرمانروا کوئی خطرہ محسوس کر رہا ہے حتیٰ کہ اسے فوری امداد کے لیے فوجیں طلب کرنے کی ضرورت پیش آ گئی ہے اس لیے وہ اپنا پیغام اس انداز میں بھیجتا ہے کہ یہ بنی اسرائیل بے چارے کیا چیز ہیں، کچھ مٹھی بھر لوگ ہیں جو ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے لیکن انہوں نے ایسی حرکتیں کی ہیں کہ ہمیں ان پر غصہ آ گیا ہے اس لیے ہم انہیں سزا دینا چاہتے ہیں اور فوجیں ہم کسی خوف کی وجہ سے جمع نہیں کر رہے ہیں بلکہ صرف ایک احتیاطی کارروائی ہے۔ ہماری دانش مندی کا تقاضا یہی ہے کہ کوئی بعید سے بعید بھی امکانی خطرہ ہو تو ہم بروقت اس کی سرکوبی کرنے کے لیے تیار رہیں۔" (۲۶۹) فرعون کے تعاقب کو قرآن نے مشیت ایزدی کی ایک تدبیر قرار دیا ہے۔ فرعون بڑے فخر سے کہتا تھا کہ ملک مصر اور اس کی نہریں کیا یہ میری نہیں ہیں؟ قرآن نے اس کی مہم جوئی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍo وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍo كَذٰلِكَ. وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (۲۷۰)

اس طرح ہم انہیں ان کے باغوں اور چشموں اور خزانوں اور ان کی بہترین قیام گاہوں سے نکال لائے یہ تو ہوا ان کے ساتھ اور (دوسری طرف) بنی اسرائیل کو ہم نے ان سب چیزوں کا وارث کر دیا۔

سورہ دخان میں ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ○ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ○ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ○ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ○ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ (۲۷۱)

کتنے ہی باغ اور چشمے اور کھیت اور شاندار محل تھے جو وہ چھوڑ گئے، کتنے ہی عیش کے سروسامان جن میں وہ مزے کر رہے تھے ان کے پیچھے دھرے رہ گئے۔ یہ ہوا ان کا انجام اور ہم نے دوسروں کو ان چیزوں کا وارث بنا دیا۔ پھر نہ آسمان ان پر رویا نہ زمین اور ذرا سی مہلت بھی ان کو نہ دی گئی۔

فرعون کا غرق ہونا

فرعون زبردست فوج لے کر رعمیسس سے نکلا اور ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کے سر پر جا پہنچا۔ بائبل کے مطابق موسیٰؑ کے ساتھ نکلنے والوں کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ جب پو پھٹتے ہی انہوں نے فرعونی لشکر کو سر پر پایا تو گھبرا کر کہنے لگے: "کیا مصر میں قبریں نہ تھیں جو تو ہمیں مرنے کے لیے بیاباں میں لے آیا ہے؟ تو نے ہم سے یہ کیا کیا کہ ہم کو مصر سے نکال لایا؟ کیا ہم تجھ سے مصر میں یہ بات نہ کہتے تھے کہ ہم کو رہنے دے کہ ہم مصریوں کی خدمت کریں؟ کیونکہ ہمارے لیے مصریوں کی خدمت کرنا بیاباں میں مرنے سے بہتر ہوتا۔ (۲۷۲)

حضرت موسیٰؑ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا خوف نہ کرو خدا کا وعدہ سچا ہے وہ تم کو نجات دے گا اور تم ہی کامیاب ہو گے۔ پھر درگاہِ الٰہی میں دست بدعا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی کو پانی پر مارو تاکہ پانی پھٹ کر بیچ میں راستہ نکل آئے۔ چنانچہ موسیٰؑ نے ایسا ہی کیا۔ جب انہوں نے بحرِ قلزم میں اپنا عصا مارا تو پانی پھٹ کر دونوں جانب دو پہاڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا اور بیچ میں راستہ نکل آیا اور حضرت موسیٰؑ کے حکم سے تمام بنی اسرائیل اس میں اُتر گئے اور خشک زمین کی طرح اس سے پار ہو گئے۔ فرعون نے دیکھا تو اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہنے لگا! یہ میری کرشمہ سازی ہے کہ بنی اسرائیل کو تم جا کر پکڑ و لہٰذا بڑھے چلو، چنانچہ فرعون اور اس کا تمام لشکر بنی اسرائیل کے پیچھے اسی راستے پر اتر گئے لیکن اللہ تعالیٰ کی کرشمہ سازی دیکھیے کہ جب بنی اسرائیل کا ہر فرد دوسرے کنارہ پر سلامتی کے ساتھ پہنچ گیا تو پانی بحکمِ الٰہی پھر اپنی اصلی حالت میں آ گیا اور اس کا تمام لشکر جو ابھی درمیان ہی میں تھا غرق ہو گیا۔ جب فرعون غرق ہونے لگا اور ملائکہ عذاب سامنے نظر آنے لگے تو پکار کر کہنے لگا: "میں اسی ایک واحد لاشریک ہستی پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں" مگر یہ ایمان چونکہ حقیقی ایمان نہ تھا بلکہ گزشتہ فریب کاریوں کی طرح نجات حاصل کرنے کے لیے یہ بھی ایک مضطربانہ بات تھی اس لیے خدا کی طرف سے یہ جواب ملا:

آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ (۲۷۳)

اب ایمان لاتا ہے حالانکہ اس سے پہلے تک تو نافرمانی کرتا رہا اور فساد کرنے والوں میں سے تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی خدا کو معلوم ہے کہ تو مسلمین میں سے نہیں بلکہ مفسدین میں سے ہے۔ درحقیقت فرعون کی یہ پکار ایسی پکار تھی جو ایمان لانے اور یقین حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ عذاب الٰہی کا مشاہدہ کرنے کے بعد اضطراری اور بے اختیاری میں نکلتی ہے۔ (۲۷۴)

قرآن کا بیان

قرآن عزیز نے بنی اسرائیل کی روانگی، فرعون کی غرقابی اور بنی اسرائیل کی نجات کے واقعہ کو بہت مختصر بیان کیا ہے البتہ اس کے صرف ضروری اجزاء کا ذکر کیا ہے لیکن اس سے متعلق عبرت وبصیرت اور موعظت کے معاملہ کو قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (۲۷۵) قرآن مجید نے اس واقعہ کو مختلف مقامات پر بیان کیا ہے۔ ذیل میں ہم انہیں نقل کرتے ہیں:

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ۝ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ ۝ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۝ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ (۲۷۶)

صبح ہوتے ہی یہ لوگ ان کے تعاقب میں چل پڑے۔ جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا تو موسیٰؑ کے ساتھی چیخ اٹھے کہ ہم تو پکڑے گئے۔ موسیٰؑ نے کہا ہرگز نہیں میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ضرور میری رہنمائی فرمائے گا۔ ہم نے موسیٰؑ کو وحی کے ذریعہ سے حکم دیا کہ مار اپنا عصا سمندر پر" یکایک سمندر پھٹ گیا اور اس کا ہر ٹکڑا ایک عظیم الشان پہاڑ کی طرح ہو گیا۔ اسی جگہ ہم دوسرے گروہ کو بھی قریب لے آئے۔ موسیٰؑ اور ان سب لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے، ہم نے بچا لیا اور دوسروں کو غرق کر دیا۔

سورہ طٰہ میں ہے:

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِىْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِى الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ۝ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ۝ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى (۲۷۷)

ہم نے موسیٰؑ پر وحی کی کہ اب راتوں رات میرے بندوں کو لے کر چل پڑ اور ان کے لیے سمندر میں سے سوکھی سڑک بنا لے، تجھے کسی کے تعاقب کا ذرا خوف نہ ہو اور نہ (سمندر کے بیچ سے گزرتے ہوئے) ڈر لگے۔ پیچھے سے فرعون اپنے لشکر لے کر پہنچا اور پھر سمندر ان پر چھا گیا جیسا کہ چھا جانے کا حق تھا۔ فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ ہی کیا تھا، کوئی صحیح رہنمائی نہیں کی تھی۔

سورہ اعراف میں ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ (۲۷۸)

تب ہم نے ان سے انتقام لیا اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا کیونکہ انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا اور ان سے بے پروا ہو گئے تھے۔

سورہ یونس میں فرمایا:

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ (۲۷۹)

اور ہم بنی اسرائیل کو سمندر سے گزار لے گئے۔ پھر فرعون اور اس کے لشکر ظلم اور زیادتی کی غرض سے ان کے پیچھے چلے۔ حتیٰ کہ فرعون ڈوبنے لگا تو بول اٹھا" میں نے مان لیا کہ خداوند حقیقی اس کے سوا کوئی نہیں ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں بھی سر اطاعت جھکا دینے والوں میں سے ہوں۔ جواب دیا گیا اب ایمان لاتا ہے! حالانکہ اس سے پہلے تک تو نافرمانی کرتا رہا اور فساد کرنے والوں میں سے تھا۔

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ۝ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ (۲۸۰)

اس نے اور اس کے لشکروں نے زمین میں بغیر کسی حق کے اپنی بڑائی کا گھمنڈ کیا اور سمجھے کہ انہیں کبھی ہماری طرف پلٹنا نہیں ہے۔ آخر کار ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا اور سمندر میں پھینک دیا۔ اب دیکھ لو کہ ان ظالموں کا کیسا انجام ہوا۔

سورہ بنی اسرائیل میں ہے:

فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا (۲۸۱)

آخر کار فرعون نے ارادہ کیا کہ موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کو زمین سے اکھاڑ پھینکے مگر ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو غرق کر دیا۔

سورہ الذریات میں فرمایا:

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ (۲۸۲)

آخر کار ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا اور سب کو سمندر میں پھینک دیا اور وہ ملامت زدہ ہو کر رہ گئے۔

سورہ شعراء میں ہے:

وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۚ وَمَا كَانَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (۲۸۳)

موسیٰؑ اور ان سب لوگوں کو جوان کے ساتھ تھے ہم نے بچالیا اور دوسروں کو غرق کر دیا۔ اس واقعہ میں ایک نشانی ہے، مگر ان میں سے اکثر ماننے والے نہیں ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تیرا رب زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔

عظیم معجزہ

قرآن نے واضح طور پر کہا ہے کہ اس واقعہ میں نشانی ہے۔ نشانی منکرین کے لیے بھی اور مومنین کے لیے بھی۔ منکرین کے لیے نشانی ہے کہ انکار کا انجام کیسا دردناک ہوتا ہے۔ فرعون اور اس کی قوم نے معجزات کو نظر انداز کیا اور آخر میں عین غرق ہونے کے وقت بھی ان کو یہ نہ سوجھا کہ سمندر قافلے کے لیے پھٹ گیا ہے، پانی پہاڑوں کی طرح دونوں طرف کھڑا ہے اور بیچ میں سوکھی سڑک بنی ہوئی ہے۔ یہ صریح علامتیں دیکھ کر بھی ان کو عقل نہ آئی کہ موسیٰؑ کے ساتھ خدائی طاقت کام کر رہی ہے اور وہ اس طاقت سے لڑنے جا رہے ہیں۔ ہوش ان کو آیا بھی تو اس وقت جب پانی نے دونوں اطراف سے ان کو دبوچ لیا تھا اور وہ خدا کے غضب میں گھر چکے تھے۔ اس وقت فرعون چیخ اٹھا کہ " اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (یونس/۹۰) لیکن اس وقت کا اعلان بے سود تھا۔ دوسری طرف اہل ایمان کے لیے بھی اس میں نشانی ہے کہ ظلم اور اس کی طاقتیں خواہ بظاہر کیسی ہی چھائی ہوئی نظر آتی ہوں آخر کار اللہ تعالیٰ کی مدد سے حق کا بول بالا ہوتا ہے اور باطل اس طرح سرنگوں ہو کر رہتا ہے۔ (۲۸۴)

قرآن مجید نے سمندر کے پھٹنے اور پھر مل جانے کو ایک معجزے کے طور پر بیان کیا ہے۔ سرسید اور بعض دوسرے عقلیت پسندوں نے اس کی معجزانہ حیثیت کا انکار کرتے ہوئے اسے مدوجزر کے ساتھ منسلک کیا ہے۔ لیکن قرآن مجید کے اسلوب بیان سے معمولی واقفیت رکھنے والا شخص بھی اس کی معجزانہ حیثیت کا انکار نہیں کرے گا۔ عصر حاضر کے دو عظیم مفسروں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے اس کی معجزانہ حیثیت پر مدلل گفتگو کی ہے۔ ذیل میں سید مودودیؒ کا وہ نوٹ نقل کرتے ہیں جو انہوں نے سورہ شعراء کی آیت ۶۳ کے تحت لکھا ہے:

> اصل الفاظ ہیں " کالطود العظیم "طود عربی زبان میں کہتے ہی بڑے پہاڑ کو ہیں۔ لسان العرب میں ہیں الطود، الجبل العظیم ۔اس کے لیے پھر عظیم کی صفت لانے کے معنی یہ ہوئے کہ پانی دونوں طرف بہت اونچے پہاڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر جب اس بات پر غور کرتے ہیں کہ سمندر حضرت موسیٰؑ کے عصا مارنے سے پھٹا تھا، اور یہ کام ایک طرف بنی اسرائیل کے پورے قافلے کو گزارنے کے لیے کیا گیا تھا۔ اور دوسری طرف اس سے مقصود فرعون کے لشکر کو غرق کرنا تھا تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عصا کی ضرب لگنے پر پانی نہایت بلند پہاڑوں کی شکل میں کھڑا ہو گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا اور اتنی دیر تک کھڑا رہا کہ ہزاروں لاکھوں بنی اسرائیل کا مہاجر قافلہ اس میں سے گزر بھی گیا اور پھر فرعون کا پورا لشکر ان کے درمیان پہنچ بھی گیا۔ ظاہر ہے کہ عام قانون فطرت کے تحت جو طوفانی ہوائیں چلتی ہیں وہ خواہ کیسی ہی تند و تیز ہوں، ان کے اثر سے کبھی سمندر کا پانی اس طرح عالی شان پہاڑوں کی طرح اتنی دیر تک کھڑا نہیں رہا کرتا۔ اس پر مزید سورہ طٰہٰ کا بیان یہ ہے کہ **فاضرب لهم طريقا يبسا** (ان کے لیے سمندر میں سوکھا راستہ بنا دے) اس کے معنی یہ ہیں کہ سمندر پر عصا مارنے سے صرف اتنا ہی نہیں ہوا کہ سمندر کا پانی ہٹ کر دونوں طرف پہاڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا بلکہ بیچ میں جو راستہ نکلا وہ خشک بھی ہو گیا۔ کوئی کیچڑ ایسی نہ رہی جو چلنے میں مانع ہوتی اس کے ساتھ سورہ دخان کی آیت ۲۴ کے یہ الفاظ بھی قابل غور ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو ہدایت فرمائی کہ سمندر پار کر لینے کے بعد اس کو اسی حال پر رہنے دے، لشکر فرعون یہاں غرق ہونے والا ہے۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ اگر دوسرے ساحل پر پہنچ کر سمندر پر عصا مار دیتے تو دونوں طرف کھڑا ہوا پانی پھر مل جاتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا تاکہ لشکر فرعون اس راستے میں اتر آئے اور پھر پانی دونوں طرف سے آ کر اسے غرق کر دے۔ یہ صریحاً ایک معجزے کا بیان ہے اور اس سے ان لوگوں کے خیال کی غلطی بالکل واضح ہو جاتی ہے جو اس واقعہ کی تعبیر عام قوانین فطرت کے تحت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (۲۸۵)

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے سرسید کے نقطہ نظر کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ تفاسیر، عربی لغت اور بائبل کی تائید سے ان کی رائے کی تردید کی ہے، اس بحث کے آخر میں لکھتے ہیں:

بہر حال قرآن عزیز صراحت کرتا ہے کہ بحر قلزم میں غرق فرعون اور نجات موسیٰؑ کا یہ واقعہ موسیٰؑ کی تائید میں ایک عظیم الشان معجزہ تھا اور اگر کائنات کی کوئی شہادت بھی اس واقعہ کے اعجاز میں موجود نہ ہوتی تب بھی ہمارے لیے وحی الٰہی کا یہ فیصلہ ایک ناطق فیصلہ ہے اور مومن کا ایمان دور از کار تاویلات سے جدا اصل حقیقت ہی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور ہمارا یقین ہے کہ موسیٰؑ کی صداقت کے لیے یہ ایسا عظیم الشان معجزہ تھا جس نے تمام مادی قہرمانیت اور سامان استبدادیت کو ایک لمحہ میں شکست دے کر مظلوم قوم کو ظالم قوم کے پنجہ سے رستگاری دلائی **و الله على كل شئى قدير** (۲۸۶)

مولانا اصلاحیؒ بھی اسے معجزہ قرار دیتے ہیں وہ سورہ طٰہٰ کی آیت ۷۷ کے تحت لکھتے ہیں:

"بحر سے مراد یہاں بحر احمر کی شمالی خلیج ہے۔ ہدایت ہوئی کہ پوری جماعت کے ساتھ ساحل سمندر پر پہنچو اور وہاں اپنی لٹھیا سمندر پر مار کر اس کے اندر سے لوگوں کے لیے خشک راہ پیدا کر لو۔ یہ اسلوب بیان اس اختیار کو ظاہر کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے معجزے کے ذریعہ سے حضرت موسیٰؑ کو بخشا کہ تم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے اشارے سے سمندر کو حکم دو گے تو وہ تمہارے گزرنے کے لیے خشک راستہ نکال دے گا۔ (۲۸۷)

مولانا اسے قدرت خداوندی کا کرشمہ قرار دیتے ہیں۔ سورہ طٰہٰ میں اور پھر سورہ شعراء میں انہوں نے حاشیہ میں یہی عنوان دیا ہے۔ سورہ شعراء کی آیات ۶۳۔۶۶ کی تفسیر میں وہ لکھتے ہیں کہ " اس امتحان سے گزارنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھایا۔ حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ اپنا عصا سمندر پر مارو۔ انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد ایسی ہوا چلی کہ سمندر کا پانی پھٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ دونوں طرف پانی کی دیوار کھڑی ہو گئی اور بیچ میں سے خشک راستہ نکل آیا۔ حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر اس راستہ پر چلے۔ تدبیر الٰہی فرعونیوں کو بھی لائی اور انہوں نے بنی اسرائیل کے تعاقب میں اپنے رتھ اور گھوڑے سب ان کے پیچھے ڈال دیئے اس کے بعد حکم الٰہی سے وہ ہوا جس نے سمندر کے پانی کو پھاڑ کر رستہ پیدا کیا تھا رک گئی۔ حضرت موسیٰؑ تو اپنی قوم کے ساتھ بخیریت کنارے پر پہنچ گئے، ادھر سمندر کا پانی برابر ہونے لگا اور فرعونی اس کے لپیٹ میں آ گئے انہوں نے پیچھے بھاگنے کی کوشش کی لیکن بھاگنے کا وقت گزر چکا تھا بالآخر پوری فوج غرق ہو گئی۔ (۲۸۸)

اس کے بعد مولانا نے تورات کی عبارت نقل کی ہے۔ مولانا چونکہ بائبل کو ایک ماخذ کے طور پر استعمال کرتے ہیں اس لیے ان کا پورا بیان اس سے ماخوذ ہے۔

فرعون ایک سامان عبرت شخصیت

گزشتہ اوراق میں فرعون کی سرکشی، تمرد، طغیان اور کبر و غرور کی تصویر واضح ہے لیکن ڈوبتے وقت فرعون کا اقرار توحید اس کی بے بسی کی کامل تصویر ہے جو فراعنہ اور سرکشوں پر اس وقت طاری ہوتی ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آتے ہیں۔ قدرت نے جب اسے اپنے انتقام کی گرفت میں لیا تو اسے اپنی حیثیت کا حقیقی ادراک ہوا۔ معاملہ صرف یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ خدائے جبار و قہار نے اسے سامان عبرت بنا دیا۔ ارشاد باری ہے:

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ (۲۸۹)

پس آج ہم تیرے جسم کو بچائیں گے تاکہ تو اپنے بعد میں آنے والوں کے لیے نشانی بنے اور بے شک بہت سارے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل رہتے ہیں۔

سورہ نازعات میں فرمایا:

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۝ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۝ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝ (۲۹۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر موسیٰ ؑ نے (فرعون کے پاس جاکر) اس کو بڑی نشانی دکھائی مگر اس نے جھٹلا دیا اور نہ مانا، پھر چالبازیاں کرنے کے لیے پلٹا اور لوگوں کو جمع کر کے اس نے پکار کر کہا: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔" آخر کار اللہ تعالیٰ نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔ درحقیقت اس میں بڑی عبرت ہے ہر اس شخص کے لیے جو ڈرے۔

سید مودودیؒ اور مولانا اصلاحیؒ نے سورہ یونس کی مذکورہ بالا آیت پر عمدہ نوٹ لکھے ہیں۔ مولانا اصلاحیؒ کے نوٹ کو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

"قدرت کے انتقام کی اس عظیم نشانی کے اندر ایک دوسری عظیم نشانی یہ ظاہر ہوئی کہ فرعون کی لاش کو سمندر نے قبول نہیں کیا بلکہ اس کو ایک نشان عبرت بنانے کے لیے باہر پھینک دیا اور یہ لاش بعد میں لوگوں کو ملی بھی اور لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جو خدائی کا مدعی تھا اس کا انجام کیا ہوا۔ مصر میں لاشوں کو ممی کر کے محفوظ کرنے کا رواج تھا اور ایک فرعون کی ممی کی ہوئی لاش قاہرہ کے عجائب خانہ میں محفوظ ہے۔ اس لاش کے بارے میں اثریات کے ماہرین چاہے اختلاف کریں کہ یہ اسی فرعون کی لاش ہے یا کسی اور کی لیکن ان کے انکل پچو اندازوں کے مقابل میں قرآن کا یہ چودہ سو سال پرانا بیان زیادہ قابل اعتماد ہے۔ اس طرح قدرت نے اس کی لاش کو عبرت کی ایک ایسی نشانی بنا دیا جو آج کے فرعونوں کے لیے بھی محفوظ ہے لیکن دیکھنے کے لیے آنکھوں کی ضرورت ہے اور دنیا میں عبرت پذیر آنکھوں سے زیادہ کم یاب کوئی شئے تھی ہی نہیں وان کثیرا من الناس عن آیتنا لغفلون میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ (۲۹۱)

سید مودودیؒ لکھتے ہیں:

آج تک وہ مقام جزیرہ نمائے سینا کے مغربی ساحل پر موجود ہے جہاں فرعون کی لاش سمندر میں تیرتی ہوئی پائی گئی تھی۔ اس کو موجودہ زمانے میں جبل فرعون کہتے ہیں اور اسی کے قریب ایک گرم چشمہ ہے جو اس مقامی آبادی نے حمام فرعون کے نام سے موسوم کر رکھا ہے۔ اس کی جائے وقوع ابوزنیمہ سے چند میل اوپر شمال کی جانب ہے، اور علاقے کے باشندے اس جگہ کی نشاندہی کرتے ہیں کہ فرعون کی لاش یہاں پڑی ہوئی ملی تھی۔ اگر یہ ڈوبنے والا وہی فرعون منفتہ ہے جس کو زمانہ حال کی تحقیق نے فرعون موسیٰ قرار دیا ہے تو اس کی لاش آج تک قاہرہ کے عجائب خانے میں موجود ہے۔ ۱۹۰۷ء میں سر گرافٹن ایلیٹ سمتھ نے اس کی ممی پر سے جب پٹیاں کھولی تھیں تو اس کی لاش پر نمک کی ایک تہہ جمی ہوئی پائی گئی تھی جو کھاری پانی میں اس کی غرقابی کی ایک کھلی علامت تھی۔ (۲۹۲)

فرعون اور قوم فرعون کی ہلاکت دنیوی اعتبار سے بھی عبرت و بصیرت کا ذریعہ ہے لیکن قرآن نے اس طرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی توجہ دلائی ہے کہ اس قسم کے لوگوں کے لیے آخرت اور سرمدی وابدی زندگی میں کس قدر سخت عذاب اور خدا کی پھٹکار کے کیسے عبرت ناک سامان مہیا ہیں تا کہ سلیم اور صالح طبائع اور نیک نہاد اور نیک سرشت ہستیاں ان کا مطالعہ کریں اوران اعمال زشت سے خود کو بھی بچائیں اور دوسروں کو بچنے کی ترغیب دیں۔ (۲۹۳) قرآن مجید نے ان کی زندگی بعد موت کی کیفیات کو بیان کیا ہے۔ارشادربانی ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ o اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَاْئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِیْدٍ o یَقْدُمُ قَوْمَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ o وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّیَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ (۲۹۴)

اور موسیٰ کو ہم نے اپنی نشانیوں اور کھلی سند ماموریت کے ساتھ فرعون اور اس کے اعیان سلطنت کی طرف بھیجا مگر انہوں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا حکم راستی پر نہ تھا۔قیامت کے روز وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا اور اپنی پیشوائی میں انہیں دوزخ کی طرف لے جائے گا۔کیسی بدتر جائے ورود ہے یہ جس پر کوئی پہنچے۔اوران لوگوں پر دنیا میں بھی لعنت پڑی اور قیامت کے روز بھی پڑے گی کیسا برا صلہ ہے یہ جو کسی کو ملے۔

سورہ قصص میں ہے:

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ o وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ (۲۹۵)

اور ہم نے ان کو دنیا میں جہنم کی طرف دعوت دینے والے پیشوا بنایا اور قیامت کے دن ان کی کوئی مدد نہ ہوگی اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگادی ہے اور قیامت کے دن وہی خوار ہونے والوں میں سے ہوں گے۔

سورہ مومن میں فرمایا:

وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ o اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (۲۹۶)

اور فرعون کے ساتھی خود بدترین عذاب کے پھیر میں آگئے۔دوزخ کی آگ ہے جس کے سامنے صبح و شام وہ پیش کیے جاتے ہیں اور جب قیامت کی گھڑی آجائے گی تو حکم ہوگا کہ آل فرعون کو شدید تر عذاب میں داخل کرو۔

سید مودودی اس آیت کی تفسیر میں عذاب کی نوعیت کو واضح کرتے ہیں جو فرعون اور آل فرعون کو عالم برزخ میں درپیش ہے۔وہ لکھتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ آیت اس عذاب برزخ کا صریح ثبوت ہے جس کا ذکر بکثرت احادیث میں عذاب قبر کے عنوان سے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہاں صاف الفاظ میں عذاب کے دو مرحلوں کا ذکر فرما رہا ہے، ایک کم تر درجے کا عذاب جو قیامت کے آنے سے پہلے فرعون اور آل فرعون کو دیا جا رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ انہیں صبح و شام دوزخ کی آگ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جسے دیکھ کر وہ ہر وقت ہول کھاتے رہتے ہیں کہ یہ ہے وہ دوزخ جس میں آخر کار ہمیں جانا ہے۔ اس کے بعد جب قیامت آ جائے گی تو انہیں وہ اصلی اور بڑی سزا دی جائے گی جو ان کے لیے مقدر ہے یعنی وہ اسی دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے جس کا نظارہ انہیں غرقاب ہونے کے وقت سے آج تک کرایا جا رہا ہے اور قیامت کی گھڑی تک کرایا جاتا رہے گا اور یہ معاملہ صرف فرعون اور آل فرعون کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے تمام مجرموں کو موت کی ساعت سے لے کر قیامت تک وہ انجام بد نظر آتا رہتا ہے جو ان کا انتظار کر رہا ہے اور تمام نیک لوگوں کو اس انجام نیک کی حسین تصویر دکھائی جاتی رہتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مہیا کر رکھا ہے۔ بخاری، مسلم اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

ان احدکم اذا مات عرض علیه مقعده بالغداة و العشی ان کا ن من اهل الجنة فمن اهل الجنة عرض و ان کان من اهل النار فمن اهل النار فیقال هذا مقعدک حتی یبعثک الله عز و جل الیه یوم القیامة (۲۹۷)

تم میں سے جو شخص مرتا ہے اسے صبح و شام اس کی آخری قیام گاہ دکھائی جاتی رہتی ہے خواہ وہ جنتی ہو یا دوزخی۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں تو اس وقت جائے گا جب اللہ تجھے قیامت کے روز دوبارہ اٹھا کر اپنے حضور بلائے گا۔

گویا فرعون اور آل فرعون دنیا و آخرت میں سامان عبرت بنا دیئے گئے انہیں ہلاک و برباد کر کے اور ان کے لیڈر کی لاش کو محفوظ کر کے آنے والی انسانی نسلوں کے لیے عبرت و بصیرت کا نمونہ بنا دیا گیا ہے اور یوں غرور و نخوت، جبر و ظلم اور قہرمانیت و انانیت کی ذلت و رسوائی کر دی گئی تا کہ آئندہ کوئی عقلمند اس راہ پر نہ چلے۔

حضرت موسیٰؑ کی کامیابی

دعوت کے سلسلہ میں سنت اللہ یہ رہی ہے کہ داعی الی اللہ اپنی دعوت پیش کرتا ہے اور اس کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لیے دلائل و براہین اور آیات و معجزات پیش کرتا ہے۔ مخاطب قوم کا کچھ حصہ اسے قبول کرتا ہے جبکہ مستکبرین و مترفین انکار کرتے ہیں اور داعی الی اللہ کے درپے آزار ہوتے ہیں۔ جب ہدایت کو قبول کرنے کے آثار باقی نہیں رہتے اور داعی اپنی تمام کاوشیں پوری کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر اور اس کے متبعین کو محفوظ کرنے اور معاندین کو ان کے برے انجام تک پہنچانے کا سامان کرتا ہے۔ یہی کچھ موسیٰ علیہ السلام کے سلسلے میں بھی ہوا۔ فرعون نے دلائل و براہین سننے اور آیات و معجزات دیکھنے کے بعد بھی انکار و تکذیب اور استکبار و ادبار کی راہ اختیار کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بالآخر اپنے برے انجام کو پہنچا اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل اور دوسرے مومنین کو حضرت موسیٰؑ کی قیادت میں ظلم سے نجات دی اور خوشحال مستقبل کی طرف رہنمائی کی۔ بنی اسرائیل کی نجات موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا اہم جز تھا اس لیے اس نجات میں دعوت کی کامیابی کی روشن دلیل اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی تکمیل صاف دکھائی دیتی ہے۔ قرآن مجید نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ○ مِنْ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ○ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِينَ (۲۹۸)

اس طرح بنی اسرائیل کو ہم نے سخت ذلت کے عذاب، فرعون سے نجات دی جو حد سے گزر جانے والوں میں بڑے اونچے درجے کا آدمی تھا اور ان کی حالت جانتے ہوئے ان کو دوسری قوموں پر ترجیح دی۔

سورہ اعراف میں فرمایا:

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا. وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيٓ اِسْرَآءِيلَ بِمَا صَبَرُوا وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ (۲۹۹)

اس کی جگہ ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور بنا کر رکھے گئے تھے اس سرزمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا جسے ہم نے برکتوں سے مالا مال کیا تھا اس طرح بنی اسرائیل کے حق میں تیرے رب کا وعدہ خیر پورا ہوا کیونکہ انہوں نے صبر سے کام لیا تھا اور فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ برباد کر دیا گیا جو وہ بناتے اور چڑھاتے تھے۔

اس آیت میں جس زمین کی وراثت کی بات کی گئی ہے وہ ارض فلسطین ہے اگرچہ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ بنی اسرائیل مصر کے مالک بنا دیئے گئے لیکن اس کے لیے نہ تو قرآن کا واضح بیان موجود ہے اور نہ تاریخ و آثار سے اس کی شہادت ملتی ہے۔ بنی اسرائیل کا مصر سے بچ نکلنا اور فلسطین میں آباد ہونا حضرت موسیٰؑ کی کامیابی ہے۔ موسیٰؑ و فرعون کا یہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے بلکہ حق و باطل کے معرکوں میں ایک عظیم الشان معرکہ ہے، اور ایک جانب غرور و نخوت، جبر و ظلم اور قہرمانیت و انانیت کی ذلت و رسوائی ہے تو دوسری جانب مظلومیت، خداپرستی اور صبر و استقامت کی فتح و کامرانی کا عجیب و غریب منظر ہے۔ (۳۰۰) مشیت ایزدی نے اپنی خصوصی تائید سے موسیٰ علیہ السلام کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ ان کے دشمن کو ہلاک کیا اور ان کی قوم کو نجات دی۔

بائبل کا بیان

قرآن مجید نے موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا مقصد عبرت و نصیحت اور دعوت و ارشاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ واقعہ قرآن کی مختلف سورتوں میں پھیلا ہوا ہے اور ہر جگہ موقع کی مناسبت سے حکمت و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موعظت کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ ہمارے مفسرین نے واقعات کی تفصیل کے لیے اسرائیلی روایات پر بھروسہ کیا ہے۔ محققین نے ان روایات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور ان میں سے صرف قابل اعتماد روایات کو نقل کیا ہے۔ ہم نے گزشتہ صفحات میں تفہیم القرآن، تدبر قرآن اور قصص القرآن سے استفادہ کرتے ہوئے اس واقعہ کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ ان محترم مولفین نے اپنے اپنے انداز کے مطابق استفادہ کیا ہے اور بائبل کے بیانات کو اپنے ہاں جگہ دی ہے۔ ان میں سے مولانا امین احسن اصلاحی مقدمہ تدبر قرآن میں فہم قرآن کے خارجی وسائل میں قدیم آسمانی صحیفوں کو اہم مآخذ قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں جگہ جگہ قدیم آسمانی صحیفوں، تورات، زبور، انجیل کے حوالے ہیں۔ بہت سے مقامات پر انبیائے بنی اسرائیل کی سرگذشتیں ہیں۔ بعض جگہ یہود و نصاریٰ کی تحریفات کی تردید اور ان کی پیش کردہ تاریخ پر تنقید ہے۔ اس طرح کے مواقع میں میں نے ان روایات پر اعتماد نہیں کیا ہے جو ہماری تفسیر کی کتابوں میں منقول ہیں۔ یہ روایات زیادہ تر سنی سنائی باتوں پر مبنی ہیں اس وجہ سے نہ تو یہ اہل کتاب پر حجت ہو سکتی ہیں اور نہ ان سے خود اپنے ہی دل کے اندر اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ ایسے مواقع پر میں نے بحث و تنقید کی بنیاد اصل ماخذوں یعنی تورات و انجیل پر رکھی ہے۔ جس حد تک قرآن اور قدیم صحیفوں میں موافقت ہے وہ موافقت میں نے دکھا دی ہے اور جہاں فرق ہے وہاں قرآن کے بیان کی حجت و قوت واضح کر دی ہے...... یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جس طرح قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے اس طرح تورات، زبور اور انجیل بھی اللہ ہی کے اتارے ہوئے صحیفے ہیں۔ اگر ان کے بدقسمت حاملوں نے ان صحیفوں میں تحریفیں نہ کر دی ہوتیں تو یہ بھی اسی طرح ہمارے لیے رحمت و برکت تھے جس طرح قرآن ہے۔ لیکن ان تحریفات کے باوجود آج بھی اس کے اندر حکمت کے خزانے ہیں۔ اگر آدمی ان کو پڑھے تو یہ حقیقت آفتاب کی طرح سامنے آتی ہے کہ ان صحیفوں کا سرچشمہ بھی بلاشبہ وہی ہے جو قرآن کا ہے۔ میں ان کو بار بار پڑھنے کے بعد اس رائے کا اظہار کرتا ہوں کہ قرآن کی حکمت سمجھنے میں جو مدد ان صحیفوں سے ملتی ہے وہ مدد مشکل ہی سے کسی دوسری چیز سے ملتی ہے۔ خاص طور پر زبور، امثال اور انجیلوں کو پڑھیے تو ان کے اندر ایمان کو وہ غذا ملتی ہے جو قرآن و حدیث کے سوا اور کہیں بھی نہیں ملتی۔ حیرت ہوتی ہے کہ جن قوموں کے پاس یہ صحیفے موجود ہیں وہ قرآن اور پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے کیوں محروم ہیں۔ (۳۰۱)

اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا اصلاحی بائبل پر کس درجہ اعتماد کرتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں انہوں نے جگہ جگہ کتاب خروج سے حوالے دیئے ہیں۔ بعض مقامات پر اس کی معلومات کو اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ مولانا سیوہارویؒ ابن کثیر وغیرہ سے اسرائیلی روایات بھی نقل کرتے ہیں اور بائبل سے بھی نقل کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے انہوں نے نہ صرف کتاب خروج سے عبارات نقل کی ہیں بلکہ اس کی تفصیلات اپنے الفاظ میں بھی بیان کی ہیں۔ جہاں تطبیق ممکن تھی وہاں تطبیق کی کوشش کی ہے جہاں ممکن نہیں تھی وہاں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ سید مودودیؒ کا رویہ مختلف ہے۔ انہوں نے گہری تنقیدی نظر سے دیکھا ہے۔ قاری محسوس کرتا ہے کہ انہوں نے تنقیدی تقابلی جائزے سے بائبل کی تحریفات کو واضح کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کے ضمن میں ہم نے ان کی تنقیدات کو موقع بہ موقع نقل کیا ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ایک اور اقتباس نقل کیا جائے جس سے نہ صرف یہ کہ ان کے رویہ کا پتہ چلے گا بلکہ واقعہ کی علمی و تاریخی حیثیت بھی معلوم ہوگی۔ سورہ طٰہٰ کی آیت ۷۹ کے تحت واقعہ موسیٰؑ کے اختتام پر لکھتے ہیں:

" اس قصے کے خاتمے پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بائبل کے بیانات کا بھی جائزہ لیا جائے تا کہ ان لوگوں کے جھوٹ کی حقیقت کھل جائے جو کہتے ہیں کہ قرآن میں یہ قصے بنی اسرائیل سے نقل کر لیے گئے ہیں۔ بائبل کی کتاب خروج (Exodus) میں اس قصے کی جو تفصیلات بیان ہوئی ہیں ان کے حسب ذیل اجزاء قابل توجہ ہیں:

(۱) باب ۴، آیت ۲۔۵ میں بتایا گیا ہے کہ عصا کا معجزہ حضرت موسیٰؑ کو دیا گیا تھا اور آیت ۱۷ میں انہی کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ " تو اس لاٹھی کو اپنے ہاتھ میں لیے جا اور اس سے ان معجزوں کو دکھانا" مگر آگے جا کر نہ معلوم یہ لاٹھی کس طرح حضرت ہارون کے قبضے میں چلی گئی اور وہی اس سے معجزے دکھانے لگے۔ باب ۷ سے لے کر بعد کے ابواب میں مسلسل ہم کو حضرت ہارون ہی کی لاٹھی کے معجزے دکھائی دیتے نظر آتے ہیں۔

(۲) باب ۵ میں فرعون سے حضرت موسیٰؑ کی پہلی ملاقات کا حال بیان کیا گیا ہے اور اس میں سرے سے اس بحث کا کوئی ذکر ہی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ربوبیت کے مسئلے پر ان کے اور فرعون کے درمیان ہوئی تھی۔ فرعون کہتا ہے کہ " خداوند کون ہے کہ میں اس کی بات مانوں اور بنی اسرائیل کو جانے دوں؟ میں خداوند کو نہیں مانتا" مگر موسیٰؑ اور ہارونؑ اس کے سوا کچھ جواب نہیں دیتے کہ "عبرانیوں کا خدا ہم سے ملا ہے" (باب ۵ آیت ۲۔۳)

(۳) جادوگروں سے مقابلے کی پوری داستان بس ان چند فقروں میں سمیٹ دی گئی ہے:

"اور خداوند نے موسیٰ اور ہارون سے کہا کہ جب فرعون تم کو کہے کہ اپنا معجزہ دکھاؤ تو ہارون سے کہنا کہ اپنی لاٹھی لے کر فرعون کے سامنے ڈال دے تا کہ وہ سانپ بن جائے اور موسیٰؑ و ہارونؑ فرعون کے پاس گئے اور انہوں نے خداوند کے حکم کے مطابق کیا اور ہارونؑ نے اپنی لاٹھی فرعون اور اس کے خادموں کے سامنے ڈال دی اور وہ سانپ بن گئے۔ تب فرعون نے بھی داناؤں اور جادوگروں کو بلوایا اور مصر کے جادوگروں نے بھی اپنے جادو سے ایسا ہی کیا۔ انہوں نے بھی اپنی لاٹھی سامنے ڈال دی وہ سانپ بن گئیں لیکن ہارون کی لاٹھی ان کی لاٹھیوں کو نگل گئی۔ (باب ۷ آیت ۸۔۱۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بیان کا مقابلہ قرآن کے بیان سے کر کے دیکھ لیا جائے کہ قصے کی ساری روح یہاں کس بری طرح فنا کی گئی ہے سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ جشن کے دن کھلے میدان میں باقاعدہ چیلنج کے بعد مقابلہ ہونا، اور پھر شکست کے بعد جادوگروں کا ایمان لانا، جو قصے کی اصل جان تھا، سرے سے یہاں مذکور ہی نہیں۔

(۴) قرآن کہتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کا مطالبہ بنی اسرائیل کی رہائی اور آزادی تھی۔ بائبل کا بیان ہے کہ مطالبہ صرف یہ تھا کہ "ہم کو اجازت دے کہ ہم تین دن کی منزل بیاباں میں جا کر خداوند اپنے خدا کے لیے قربانی کریں" (باب۵۔ آیت۳)

(۵) مصر سے نکلنے اور فرعون کے غرق ہونے کا مفصل حال باب ۱۱۔۱۴ تک بیان کیا گیا ہے۔ اس میں بہت سی مفید معلومات اور قرآن کے اجمال کی تفصیلات بھی ہمیں ملتی ہیں اور ان کے ساتھ متعدد عجیب باتیں بھی۔ مثلاً باب ۱۴ کی آیات ۱۵۔۱۶ میں حضرت موسیٰ کو حکم دیا جاتا ہے کہ " تو اپنی لاٹھی (جی ہاں، اب لاٹھی حضرت ہارون سے لے کر حضرت موسیٰؑ کو دے دی گئی ہے) اٹھا کر اپنا ہاتھ سمندر کے اوپر بڑھا اور اسے دو حصے کر اور بنی اسرائیل سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر چل کر نکل جائیں گے" لیکن آگے چل کر آیت ۲۱۔۲۲ میں کہا جاتا ہے کہ "پھر موسیٰؑ نے اپنا ہاتھ سمندر کے اوپر بڑھایا اور خداوند نے رات بھر تند پوربی آندھی چلا کر اور سمندر کو پیچھے ہٹا کر اسے خشک زمین بنا دیا اور پانی دو حصے ہو گیا اور بنی اسرائیل سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر چل کر نکل گئے اور ان کے داہنے اور بائیں ہاتھ پانی دیوار کی طرح تھا۔" یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آیا یہ معجزہ تھا یا طبعی واقعہ؟ اگر معجزہ تھا تو عصا کی ضرب سے ہی رونما ہو گیا ہوگا، جیسا کہ قرآن میں کہا گیا ہے اور اگر طبعی واقعہ تھا تو عجیب صورت ہے کہ مشرقی آندھی نے سمندر کو بیچ میں سے پھاڑ کر پانی کو دونوں طرف دیوار کی طرح کھڑا کر دیا اور بیچ میں سے خشک راستہ بنا دیا کیا فطری طریقے سے ہوا کبھی ایسے کرشمے دکھاتی ہے؟

تلمود کا بیان نسبتاً بائبل سے مختلف اور قرآن سے قریب تر ہے۔ مگر دونوں کا مقابلہ کرنے سے صاف محسوس ہو جاتا ہے کہ ایک جگہ براہ راست علم وحی کی بناء پر واقعات بیان کیے جا رہے ہیں اور دوسری جگہ صدیوں کی سینہ بہ سینہ روایات میں واقعات کی صورت اچھی خاصی مسخ ہو گئی ہے۔ (۳۰۲) ملاحظہ ہو:

(The Talmud Selections H-Polano, pp, 150-155.

بائبل کے واقعات و بیانات کے بارے میں ان بزرگوں کے رجحانات کو اس لیے پیش کیا گیا ہے کہ قاری کے سامنے علماء کے علمی رویے آ جائیں تا کہ وہ ان بیانات کو پڑھتے ہوئے کسی الجھن کا شکار نہ ہو۔ ذیل میں ہم کتاب خروج کے متعلقہ ابواب کو نقل کرتے ہیں تا کہ واقعہ کی تفصیلات کو براہ راست معلوم کیا جا سکے اور انہیں پورے سیاق و سباق سے دیکھا جا سکے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ فرعون کے دربار میں

اس کے بعد موسیٰ اور ہارون نے جا کر فرعون سے کہا کہ خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ میرے لوگوں کو جانے دے تا کہ وہ بیاباں میں میرے لیے عید کریں۔ فرعون نے کہا کہ خداوند کون ہے کہ میں اس کی بات کو مان کر بنی اسرائیل کو جانے دوں؟ میں خداوند کو نہیں جانتا اور میں بنی اسرائیل کو جانے بھی نہیں دوں گا۔ تب انہوں نے کہا کہ عبرانیوں کا خدا ہم سے ملا ہے سو ہم کو اجازت دے کہ ہم تین دن کی منزل بیاباں میں جا کر خداوند اپنے خدا کے لیے قربانی کریں یہ نہ ہو کہ وہ ہم میں وبا بھیج دے یا ہم کو تلوار سے مروا دے۔ تب مصر کے بادشاہ نے ان سے کہا کہ اے موسیٰ اور اے ہارون تم کیوں ان لوگوں کو ان کے کام سے چھڑواتے ہو؟ تم جا کر اپنے اپنے بوجھ کو اٹھاؤ اور فرعون نے یہ بھی کہا کہ دیکھو یہ لوگ اس ملک میں بہت ہو گئے ہیں اور تم ان کو کام سے بٹھاتے ہو اور اسی دن فرعون نے بیگار لینے والوں اور سرداروں کو جو لوگوں پر تھے حکم کیا کہ اب آگے کو تم ان لوگوں کو اینٹیں بنانے کے لیے بھس نہ دینا جیسے اب تک دیتے رہے۔ وہ خود ہی جا کر اپنے لیے بھس بٹوریں اور ان سے اتنی ہی اینٹیں بنوانا جتنی وہ اب تک بناتے آئے ہیں تم اس میں سے کچھ نہ گھٹانا کیونکہ وہ کاہل ہو گئے ہیں اسی لیے چلا چلا کر کہتے ہیں کہ ہم کو جانے دو کہ ہم اپنے خدا کے لیے قربانی کریں۔ سو ان سے زیادہ سخت محنت لی جائے تا کہ کام میں مشغول رہیں اور جھوٹی باتوں سے دل نہ لگائیں تب بیگار لینے والوں اور سرداروں نے، جو لوگوں پر تھے، جا کر ان سے کہا کہ فرعون کہتا ہے میں تم کو بھس نہیں دینے کا۔ تم خود ہی جاؤ اور جہاں کہیں تم کو بھی بھس ملے وہاں سے لاؤ کیونکہ تمہارا کام کچھ بھی گھٹایا نہیں جائے گا چنانچہ وہ لوگ تمام ملک مصر میں مارے مارے پھرنے لگے کہ بھس کے عوض کھونٹی جمع کریں اور بیگار لینے والے یہ کہہ کر جلدی کراتے تھے کہ تم اپنا روز کا کام جیسے بھس پا کر کرتے تھے اب بھی کرو اور بنی اسرائیل میں سے جو جو فرعون کے بیگار لینے والوں کی طرف سے ان لوگوں پر سردار مقرر ہوئے ان پر مار پڑی اور ان سے پوچھا گیا کہ کیا سبب ہے کہ تم نے پہلے کی طرح آج اور کل پوری پوری اینٹیں نہیں بنوائیں۔ تب ان سرداروں نے جو بنی اسرائیل میں سے مقرر ہوئے تھے فرعون کے آگے جا کر فریاد کی اور کہا کہ تو اپنے خادموں سے ایسا سلوک کیوں کرتا ہے۔ تیرے خادموں کو بھس تو دیا نہیں جاتا اور وہ ہم سے کہتے رہتے ہیں کہ اینٹیں بناؤ اور دیکھ تیرے خادم مار بھی کھاتے ہیں پر قصور تیرے لوگوں کا ہے۔ اس نے کہا تم سب کاہل ہو کاہل۔ اسی لیے تم کہتے ہو کہ ہم کو جانے دے کہ خداوند کے لیے قربانی کریں۔ سو اب تم جاؤ کام کرو کیونکہ بھس تم کو نہیں ملے گا اور اینٹوں کو تمہیں اسی حساب سے دینا پڑے گا۔ جب بنی اسرائیل کے سرداروں سے یہ کہا گیا کہ تم اپنی اینٹوں اور روزمرہ کے کام میں کچھ بھی کمی نہیں کرنے پاؤ گے تو وہ جان گئے کہ وہ کیسے وبال میں پھنسے ہوئے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔جب وہ فرعون کے پاس سے نکلے آ رہے تھے تو ان کو موسیٰ اور ہارون ملاقات کے لیے راستہ پر کھڑے ملے۔تب انہوں نے ان سے کہا کہ خداوند ہی دیکھے اور تمہارا انصاف کرے کیونکہ تم نے ہم کو فرعون اور اس کے خادموں کی نگاہ میں ایسا گھنونا کیا ہے کہ ہمارے قتل کے لیے ان کے ہاتھ میں تلوار دے دی ہے۔تب موسیٰ خداوند کے پاس لوٹ کر گیا اور کہا کہ اے خداوند تو نے ان لوگوں کو کیوں دکھ میں ڈالا اور مجھے کیوں بھیجا کیونکہ جب سے میں فرعون کے پاس تیرے نام سے باتیں کرنے گیا تو اس نے ان لوگوں سے برائی ہی برائی کی اور تو نے ایسے لوگوں کو ذرا بھی رہائی نہیں بخشی۔ (۳۰۳)

خدا کے وعدوں کی تجدید

تب خداوند نے موسیٰؑ سے کہا کہ اب تو دیکھے گا کہ میں فرعون کے ساتھ کیا کرتا ہوں۔تب وہ زور آور ہاتھ کے سبب سے ان کو جانے دے گا اور زور آور ہاتھ ہی کے سبب سے وہ ان کو اپنے ملک سے نکال دے گا۔

پھر خدا نے موسیٰؑ سے کہا میں خداوند ہوں اور میں ابرہام اور اضحاق اور یعقوب کو خدائے قادر مطلق کے طور پر دکھائی دیا لیکن اپنے یہوداہ کے نام سے ان پر ظاہر نہ ہوا۔اور میں نے ان کے ساتھ اپنا عہد بھی باندھا ہے کہ ملک کنعان جو ان کی مسافرت کا ملک تھا اور جس میں وہ پردیسی تھے ان کو دوں گا اور میں نے بنی اسرائیل کے کراہنے کو بھی سن کر جن کو مصریوں نے غلامی میں رکھ چھوڑا ہے۔اپنے اس عہد کو یاد کیا ہے سو تو بنی اسرائیل سے کہہ کہ میں خداوند ہوں اور میں تم کو مصریوں کے بوجھ کے نیچے سے نکال لوں گا اور میں تم کو ان کی غلامی سے آزاد کروں گا اور میں اپنا ہاتھ بڑھا کر اور ان کو بڑی بڑی سزائیں دے کر تم کو رہائی دوں گا۔اور میں تم کو لے لوں گا کہ میری قوم بن جاؤ اور میں تمہارا خدا ہوں گا اور تم جان لو گے کہ میں خداوند تمہارا خدا ہوں جو تم کو مصریوں کے بوجھوں سے نیچے سے نکالتا ہوں اور جس ملک کو ابرہام اور اضحاق اور یعقوب کو دینے کی قسم میں نے کھائی تھی اس میں تم کو پہنچا کر اسے تمہاری میراث کر دوں گا۔ خداوند میں ہوں اور موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو یہ باتیں سنا دیں پر انہوں نے دل کی کڑھن اور غلامی کی سختی کے سبب سے موسیٰؑ کی بات نہ سنی۔

پھر خداوند نے موسیٰؑ سے فرمایا کہ جا کر مصر کے بادشاہ فرعون سے کہہ کہ بنی اسرائیل کو اپنے ملک میں سے جانے دے۔موسیٰؑ نے خداوند سے کہا کہ دیکھ بنی اسرائیل نے تو میری سنی نہیں پس میں جو نامختون ہونٹ رکھتا ہوں فرعون میری کیونکر سنے گا۔تب خداوند نے موسیٰ اور ہارون کو بنی اسرائیل اور مصر کے بادشاہ فرعون کے حق میں اس مضمون کا حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو ملک مصر سے نکال لے جائیں۔(۳۰۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ وہارون کا نسب نامہ

ان کے آبائی خاندانوں کے سردار یہ تھے روبن جو اسرائیل کا پہلوٹھا تھا۔ اس کے بیٹے حنوک اور فلو اور حسرون اور کرمی تھے۔ یہ روبن کے گھرانے تھے۔ بنی شمعون یہ تھے۔ یموئیل اور یمین اور اوہد اور یکین اور صحر اور ساؤل جو ایک کنعانی عورت سے پیدا ہوا تھا۔ یہ شمعون کے گھرانے تھے۔ بنی لاوی جس سے ان کی نسل چلی ان کے نام یہ ہیں۔ جیرسون اور قہات اور مراری۔ اور لاوی کی عمر ایک سو سینتیس برس کی ہوئی۔ بنی جیرسون لبنی اور سمعی تھے ان ہی سے ان کے خاندان چلے۔ اور بنی قہات عمرام اور اضہار اور حبرون اور عزیئل تھے اور قہات کی عمر ایک سو تینتیس برس کی ہوئی۔ اور بنی مراری محلی اور موشی تھے۔ لاویوں کے گھرانے جن سے ان کی نسل چلی یہی تھے اور عمرام نے اپنے باپ کی بہن یوکبد سے بیاہ کیا۔ اس عورت کے اس سے ہارون اور موسیٰ پیدا ہوئے اور عمران کی عمر ایک سو سینتیس برس کی ہوئی۔ بنی اضہار قورح اور نفج اور زکری تھے اور بنی عزیئل میسائل اور الصفن اور ستری تھے اور ہارون نے نحسون کی بہن عمیند اب کی بیٹی الیسبع سے بیاہ کیا۔ اس سے ندب اور ابیہو اور الیعزر اور اتمر پیدا ہوئے اور بنی قورح اسیر اور القنہ اور ابیاسف تھے اور یہ قورحیوں کے گھرانے تھے اور ہارون کے بیٹے الیعزر نے فوطیل کی بیٹیوں میں سے ایک کے ساتھ بیاہ کیا۔ اس سے فینحاس پیدا ہوا۔ لاویوں کے باپ دادا کے گھرانوں کے سردار جن سے ان کے خاندان چلے یہی تھے۔ یہ وہ ہارون اور موسیٰ ہیں جن کو خداوند نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو ان کے جتھوں کے مطابق ملک مصر سے نکال لے جاؤ۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے مصر کے بادشاہ فرعون سے کہا کہ ہم بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لے جائیں گے۔ یہ وہی موسیٰ اور ہارون ہیں۔ جب خداوند نے ملک مصر میں موسیٰ سے باتیں کیں تو یوں ہوا کہ خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ میں خداوند ہوں جو کچھ میں تجھے کہوں تو اسے مصر کے بادشاہ فرعون سے کہنا۔ موسیٰ نے خداوند سے کہا کہ دیکھ میرے تو ہونٹوں کا ختنہ نہیں ہوا۔ فرعون کیونکر میری سنے گا۔ (۳۰۵)

فرعون کے سامنے معجزات

www.KitaboSunnat.com

پہلا معجزہ

پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لیے گویا خدا ٹھہرایا اور تیرا بھائی ہارون تیرا پیغمبر ہوگا۔ جو جو حکم میں تجھے دوں سو تو کہنا اور تیرا بھائی ہارون اسے فرعون سے کہے کہ وہ بنی اسرائیل کو اپنے ملک سے جانے دے اور میں فرعون کے دل کو سخت کرلوں گا اور اپنے نشان اور عجائب ملک مصر میں کثرت سے دکھاؤں گا۔ تو بھی فرعون تمہاری نہ سنے گا۔ تب میں مصر کو ہاتھ لگاؤں گا اور اسے بڑی بڑی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سزائیں دے کر اپنے لوگوں، بنی اسرائیل کے جتھوں کو ملک مصر سے نکال لاؤں گا اور جب میں مصر پر ہاتھ چلاؤں گا اور بنی اسرائیل کو ان میں نکال لاؤں گا تب مصری جانیں گے کہ میں خداوند ہوں۔ موسیٰ اور ہارون نے جیسا خداوند نے ان کو حکم دیا، ویسا ہی کیا اور موسیٰ اسی برس اور ہارون تراسی برس کا تھا جب وہ فرعون سے ہم کلام ہوئے۔ اور خداوند نے موسیٰ اور ہارون سے کہا کہ جب فرعون تم کو کہے کہ اپنا معجزہ دکھاؤ تو ہارون سے کہنا کہ اپنی لاٹھی لے کر فرعون کے سامنے ڈال دے تاکہ وہ سانپ بن جائے اور موسیٰ اور ہارون فرعون کے پاس گئے اور انہوں نے خداوند کے حکم کے مطابق کیا اور وہ سانپ بن گئی۔ تب فرعون نے بھی داناؤں اور جادوگروں کو بلوایا اور مصر کے جادوگروں نے بھی اپنے جادو سے ایسا ہی کیا۔ کیونکہ انہوں نے بھی اپنی اپنی لاٹھی سامنے ڈالی اور وہ سانپ بن گئیں لیکن ہارون کی لاٹھی ان کی لاٹھیوں کو نگل گئی اور فرعون کا دل سخت ہو گیا اور جیسا خداوند نے کہہ دیا تھا اس نے ان کی نہ سنی۔ (۳۰۶)

پہلی آفت، پانی کا خون بن جانا

تب خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ فرعون کا دل متعصب ہے وہ ان لوگوں کو جانے نہیں دیتا۔ اب تو صبح کو فرعون کے پاس جا وہ دریا پر جائے گا سو تو اب دریا پر اس کی ملاقات کے لیے کھڑا رہنا اور جو لاٹھی سانپ بن گئی تھی اسے ہاتھ میں لے لینا اور اس سے کہنا کہ خداوند عبرانیوں کے خدا نے مجھے تیرے پاس یہ کہنے کو بھیجا ہے کہ میرے لوگوں کو جانے دے تاکہ وہ بیاباں میں میری عبادت کریں اور اب تک تو نے کچھ سماعت نہیں کی پس خداوند یوں فرماتا ہے کہ تو اسی سے جان لے گا کہ میں خداوند ہوں۔ دیکھ میں اپنے ہاتھ کی لاٹھی کو دریا کے پانی پر ماروں گا اور وہ خون ہو جائے گا۔ اور جو مچھلیاں دریا میں مر جائیں گی اور دریا سے تعفن اٹھے گا اور مصریوں کو دریا کا پانی پینے سے کراہیت ہوگی اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ ہارون سے کہہ اپنی لاٹھی لے اور مصر میں جتنا پانی ہے یعنی دریاؤں اور نہروں اور جھیلوں اور تالابوں پر اپنا ہاتھ بڑھا تاکہ وہ خون بن جائیں اور سارے ملک مصر میں پتھر اور لکڑی کے برتنوں میں بھی خون ہی خون ہوگا اور موسیٰ اور ہارون نے خداوند کے حکم کے مطابق کیا۔ اس نے لاٹھی اٹھا کر اسے فرعون اور اس کے خادموں کے سامنے دریا کے پانی پر مارا اور دریا کا پانی سب خون ہو گیا اور دریا کی مچھلیاں مر گئیں اور دریا سے تعفن اٹھنے لگا اور مصری دریا کا پانی پی نہ سکے اور تمام ملک مصر میں خون ہی خون ہو گیا۔ تب مصر کے جادوگروں نے بھی اپنے جادو سے ایسا ہی کیا پر فرعون کا دل سخت ہو گیا اور جیسا خداوند نے کہہ دیا تھا اس نے ان کی نہ سنی اور فرعون لوٹ کر اپنے گھر چلا گیا اور اس کے دل پر کچھ اثر نہ ہوا اور سب مصریوں نے دریا کے آس پاس پینے کے پانی کے لیے کوئیں کھود ڈالے کیونکہ وہ دریا کا پانی نہیں پی سکتے تھے اور جب سے خداوند نے دریا کو مارا اس کے بعد سات دن گزرے۔ (۳۰۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری آفت: مینڈک

پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ فرعون کے پاس جا اور اس سے کہہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ میرے لوگوں کو جانے دے تاکہ وہ میری عبادت کریں اور اگر تو ان کو جانے نہ دے گا تو دیکھ میں تیرے ملک کو مینڈکوں سے ماروں گا اور دریا بے شمار مینڈکوں سے بھر جائے گا اور وہ آکر تیرے گھر میں اور تیری آرمگاہ میں اور تیرے پلنگ پر اور تیرے ملازموں کے گھروں میں اور تیری رعیت پر اور تیرے تنوروں اور آٹا گوندھنے کے لگنوں میں گھستے پھریں گے اور تجھ پر اور تیری رعیت اور تیرے نوکروں پر چڑھ جائیں گے۔ اور خداوند نے موسیٰ سے فرمایا کہ ہارون سے کہہ اپنی لاٹھی لے کر اپنا ہاتھ دریاؤں اور نہروں اور جھیلوں پر بڑھا اور مینڈکوں کو مصر پر چڑھا لا۔ چنانچہ جتنا پانی مصر میں تھا اس پر ہارون نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور مینڈک چڑھ آئے اور ملک مصر کو ڈھانک لیا اور جادوگروں نے بھی اپنے جادو سے ایسا ہی کیا اور ملک مصر پر مینڈک چڑھا لائے۔ تب فرعون نے موسیٰ اور ہارون کو بلا کر کہا کہ خداوند سے شفاعت کرو کہ مینڈکوں کو مجھ سے اور میری رعیت سے دفع کرے اور میں ان لوگوں کو جانے دوں گا تاکہ وہ خداوند کے لیے قربانی کریں۔ موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ تجھے مجھ پر یہی فخر رہے! میں تیرے اور تیرے نوکروں اور تیری رعیت کے واسطے کب کے لیے شفاعت کروں کہ مینڈک تجھ سے اور تیرے گھر والوں سے دفع ہوں اور دریا ہی میں رہیں؟ اس نے کہا کل کے لیے۔ تب اس نے کہا تیرے ہی کہنے کے مطابق ہوگا تاکہ تو جانے کہ خداوند ہمارے خدا کی مانند کوئی نہیں اور مینڈک تجھ سے اور تیرے گھروں اور تیرے نوکروں سے اور تیری رعیت سے دور ہو کر دریا ہی میں رہا کریں گے۔ پھر موسیٰ اور ہارون فرعون کے پاس سے نکل کر چلے گئے اور موسیٰ نے خداوند سے مینڈکوں کے بارے میں جو اس نے فرعون پر بھیجے تھے فریاد کی اور خداوند نے موسیٰ کی درخواست کے موافق کیا اور سب گھروں اور صحنوں اور کھیتوں کے مینڈک مر گئے اور لوگوں نے ان کو جمع کر کر کے ڈھیر لگا دیئے اور زمین سے بدبو آنے لگی۔ پر جب فرعون نے دیکھا کہ چھٹکارا مل گیا تو اس نے اپنا دل سخت کر لیا اور جیسا خداوند نے کہہ دیا تھا ان کی نہ سنی۔ (۳۰۸)

تیسری آفت: جوئیں

تب خداوند نے موسیٰؑ سے کہا ہارون سے کہہ اپنی لاٹھی بڑھا کر زمین کی گرد کو مار تاکہ وہ تمام ملک مصر میں جوئیں بن جائے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ہارون نے اپنی لاٹھی لے کر اپنا ہاتھ بڑھایا اور زمین کی گرد کو مارا اور انسان اور حیوان پر جوئیں ہو گئیں اور تمام ملک مصر میں زمین کی سر گرد جوئیں بن گئیں اور جادوگروں نے کوشش کی کہ اپنے جادو سے جوئیں پیدا کر سکیں پر نہ کر سکے اور انسان اور حیوان دونوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر جوئیں چڑھی رہیں۔تب جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ یہ خدا کا کام ہے پر فرعون کا دل سخت ہوگیا اور جیسا خداوند نے کہہ دیا تھا اس نے ان کی نہ سنی۔ (۳۰۹)

چوتھی آفت: مچھر

تب خداوند نے موسیٰ سے کہا صبح سویرے اٹھ کر فرعون کے آگے جا کھڑا ہونا وہ دریا پر آئے گا سو تو اس سے کہنا خداوند یوں فرماتا ہے کہ میرے لوگوں کو جانے دے کہ وہ میری عبادت کریں ورنہ اگر تو ان کو جانے نہ دے گا تو دیکھ میں تجھ پر اور تیرے نوکروں اور تیری رعیت پر اور تیرے گھروں میں مچھروں کے غول کے غول بھیجوں گا اور مصریوں کے گھر اور تمام زمین جہاں جہاں وہ ہیں مچھروں کے غولوں سے بھر جائے گی۔اور میں اس دن جشن کے علاقہ کو جس میں میرے لوگ رہتے ہیں جدا کروں گا اور اس میں مچھروں کے غول نہ ہوں گے تاکہ تو جان لے کہ دنیا میں خداوند میں ہی ہوں۔اور میں اپنے لوگوں اور تیرے لوگوں میں فرق کروں گا اور کل تک یہ نشان ظہور میں آئے گا۔ چنانچہ خداوند نے ایسا ہی کیا اور فرعون کے گھر اور اس کے نوکروں کے گھروں اور سارے ملک مصر میں مچھروں کے غول کے غول بھر گئے اور ان مچھروں کے غولوں کے سبب سے ملک کا ناس ہوگیا۔تب فرعون نے موسیٰ اور ہارون کو بلوا کر کہا تم جاؤ اور اپنے خدا کے لیے اسی ملک میں قربانی کرو۔موسیٰ نے کہا ایسا کرنا مناسب نہیں کیونکہ ہم خداوند اپنے خدا کے لیے اس چیز کی قربانی کریں گے جس سے مصری نفرت رکھتے ہیں ہو اگر ہم مصریوں کی آنکھوں کے آگے اس چیز کی قربانی کریں جس سے وہ نفرت رکھتے ہیں تو کیا وہ ہم کو سنگسار نہ کر ڈالیں گے پس ہم تین دن کی راہ بیابان میں جا کر خداوند اپنے خدا کے لیے جیسا وہ ہم کو حکم دے گا قربانی کریں گے۔ فرعون نے کہا میں تم کو جانے دوں گا تاکہ تم خداوند کے لیے بیابان میں قربانی کرو لیکن تم بہت دور مت جانا اور میرے لیے شفاعت کرنا۔موسیٰ نے کہا دیکھ میں تیرے پاس سے جا کر خداوند سے شفاعت کروں گا کہ مچھروں کے غول فرعون اور اس کے نوکروں اور اس کی رعیت کے پاس سے کل ہی دور ہو جائیں فقط اتنا ہو کہ فرعون آگے کو دغا کر کے لوگوں کو خداوند کے لیے قربانی کرنے کو جانے دینے سے انکار نہ کردے۔اور موسیٰ نے فرعون کے پاس سے جا کر خداوند سے شفاعت کی۔خداوند نے موسیٰ کی درخواست کے موافق کیا اور اس نے مچھروں کے غولوں کو فرعون اور اس کے نوکروں اور اس کی رعیت کے پاس سے دور کر دیا یہاں تک کہ ایک بھی باقی نہ رہا۔فرعون نے اس بار بھی اپنا دل سخت کر لیا اور ان لوگوں کو جانے نہ دیا۔ (۳۱۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچویں آفت: مری

تب خداوند نے موسیٰ سے کہا فرعون کے پاس جا کر اس سے کہہ کہ خداوند عبرانیوں کا خدا یوں فرماتا ہے کہ میرے لوگوں کو جانے دے تا کہ وہ میری عبادت کریں کیونکہ اگر تو انکار کرے اور ان کو جانے نہ دے اور اب بھی ان کو روکے رکھے تو دیکھ خداوند کا ہاتھ تیرے چوپایوں پر جو کھیتوں میں ہیں یعنی گھوڑوں، گدھوں اونٹوں، گائے بیلوں اور بھیڑ بکریوں پر ایسا پڑے گا کہ ان میں بڑی بھاری مری پھیل جائے گی اور خداوند اسرائیل کے چوپایوں کو مصریوں کے چوپایوں سے جدا کرے گا اور جو بنی اسرائیل کے ہیں ان میں سے ایک بھی نہیں مرے گا۔ خداوند نے ایک وقت مقرر کر دیا اور بتا دیا کہ کل خداوند اس ملک میں یہی کام کرے گا اور خداوند نے دوسرے دن ایسا ہی کیا اور مصریوں کے سب چوپائے مر گئے لیکن بنی اسرائیل کے چوپایوں میں سے ایک بھی نہ مرا چنانچہ فرعون نے آدمی بھیجے تو معلوم ہوا کہ اسرائیلیوں کے چوپایوں میں سے ایک بھی نہیں مرا ہے لیکن فرعون کا دل متعصب تھا اور اس نے لوگوں کو جانے نہ دیا۔ (۳۱۱)

چھٹی آفت: پھوڑے

اور خداوند نے موسیٰ اور ہارون سے کہا کہ تم دونوں بھٹی کی راکھ اپنی مٹھیوں میں لے لو اور موسیٰ اسے فرعون کے سامنے آسمان کی طرف اڑا دے اور وہ سارے ملک مصر میں باریک گرد ہو کر مصر کے آدمیوں اور جانوروں کے جسم پر پھوڑے اور پھپھولے بن جائے گی۔ سو وہ بھٹی کی راکھ لے کر فرعون کے آگے جا کھڑے ہوئے اور موسیٰ نے اسے آسمان کی طرف اڑا دیا اور وہ آدمیوں اور جانوروں کے جسم پر پھوڑے اور پھپھولے بن گئی اور جادوگر پھوڑوں کے سبب سے موسیٰ کے آگے کھڑے نہ رہ سکے کیونکہ جادوگروں اور سب مصریوں کے پھوڑے نکلے ہوئے تھے اور خداوند نے فرعون کے دل کو سخت کر دیا اور اس نے جیسا خداوند نے موسیٰ سے کہہ دیا تھا ان کی نہ سنی۔ (۳۱۲)

ساتویں آفت: اولے

پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا صبح سویرے اٹھ کر فرعون کے آگے جا کھڑا ہو اور اسے کہہ کہ خداوند عبرانیوں کا خدا یوں فرماتا ہے کہ میرے لوگوں کو جانے دے تا کہ وہ میری عبادت کریں کیونکہ میں اب کی بار اپنی سب بلائیں تیرے دل اور تیرے نوکروں اور تیری رعیت پر نازل کروں گا تا کہ تو جان لے کہ تمام دنیا میں میری مانند کوئی نہیں ہے اور میں نے تو ابھی ہاتھ بڑھا کر تجھے اور تیری رعیت کو وبا سے مارا ہوتا اور تو زمین سے ہلاک ہو جاتا۔ پر میں نے تجھے فی الحقیقت اس لیے قائم رکھا ہے کہ اپنی قوت تجھے دکھاؤں تا کہ میرا نام ساری دنیا میں مشہور ہو جائے۔ کیا تو اب بھی میرے لوگوں کے مقابلہ میں تکبر کرتا ہے کہ ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو جانے نہیں دیتا؟ اور دیکھ میں کل اسی وقت ایسے بڑے بڑے اولے برساؤں گا جو مصر میں جب سے اس کی بنیاد پڑی ہے آج تک نہیں پڑے۔ پس آدمی بھیج کر اپنے چوپایوں کو اور جو کچھ تیرا مال کھیتوں میں ہے اس کو اندر کر لے کیونکہ جتنے آدمی اور جانور میدان میں ہوں گے اور گھر میں پہنچائے نہیں جائیں گے ان پر اولے پڑیں گے اور وہ ہلاک ہو جائیں گے سو فرعون کے خادموں میں جو جو خداوند کے کلام سے ڈرتا تھا وہ اپنے نوکروں اور چوپایوں کو گھر میں بھگا لے آیا اور جنہوں نے خداوند کے کلام کا لحاظ نہ کیا انہوں نے اپنے نوکروں اور چوپایوں کو میدان میں رہنے دیا۔

اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بڑھا تاکہ سب ملک مصر میں انسان اور حیوان اور کھیت کی سبزی پر جو ملک مصر میں ہے اولے گریں اور موسیٰ نے اپنی لاٹھی آسمان کی طرف اٹھائی اور خداوند نے رعد اور اولے بھیجے اور آگ زمین تک آنے لگی اور خداوند نے ملک مصر پر اولے برسائے۔ پس اولے گرے اور اولوں کے ساتھ آگ ملی ہوئی تھی اور وہ اولے ایسے بھاری تھے کہ جب سے مصری قوم آباد ہوئی تھی ایسے اولے ملک میں کبھی نہیں پڑے تھے اور اولوں نے سارے ملک مصر میں ان کو جو میدان میں تھے کیا انسان، کیا حیوان سب کو مارا اور کھیتوں کی ساری سبزی کو بھی اولے مار گئے اور میدان کے سب درختوں کو توڑ ڈالا مگر جشن کے علاقہ میں جہاں بنی اسرائیل رہتے تھے اولے نہیں گرے تب فرعون نے موسیٰ اور ہارون کو بلوا کر ان سے کہا کہ میں نے اس دفعہ گناہ کیا۔ خداوند صادق ہے اور میں اور میری قوم ہم دونوں بدکار ہیں۔ خداوند سے شفاعت کرو کیونکہ یہ زور کا گرجنا اور اولوں کا برسنا بہت ہو چکا اور میں تم کو جانے دوں گا اور تم اب رکے نہیں رہو گے۔ تب موسیٰ نے اس سے کہا کہ میں شہر سے باہر نکلتے ہی خداوند کے آگے ہاتھ پھیلاؤں گا اور رعد موقوف ہو جائے گا اور اولے بھی پھر نہ پڑیں گے تاکہ تو جان لے کہ دنیا خداوند ہی کی ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ تو اور تیرے نوکر اب بھی خداوند سے نہیں ڈریں گے۔ پس سن جو کو تو اولے مار گئے کیونکہ جو کی بالیں نکل چکی تھیں اور سن میں پھول لگے ہوئے تھے۔ پر گیہوں اور کٹھیا گیہوں مارے نہ گئے کیونکہ وہ بڑھے نہ تھے اور موسیٰ نے فرعون کے پاس سے شہر کے باہر جا کر خداوند کے آگے ہاتھ پھیلائے۔ سو رعد اور اولے موقوف ہو گئے اور زمین پر بارش تھم گئی جب فرعون نے دیکھا کہ مینہ اور اولے اور رعد موقوف ہو گئے ہیں تو اس نے اور اس کے خادموں نے اور زیادہ گناہ کیا کہ اپنا دل سخت کر لیا اور فرعون کا دل سخت ہو گیا اور اس نے بنی اسرائیل کو جیسا خداوند نے موسیٰ کی معرفت کہہ دیا تھا جانے نہ دیا۔ (۳۱۳)

آٹھویں آفت: ٹڈیاں

اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ فرعون کے پاس جا کیونکہ میں نے ہی اس کے دل اور اس کے نوکروں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دل کو سخت کر دیا ہے تاکہ میں اپنے یہ نشان ان کے بیچ دکھاؤں اور تو اپنے بیٹے اور اپنے پوتے کو میرے نشان اور وہ کام جو میں نے مصر میں ان کے درمیان کیے سنائے اور تم جان لو کہ خداوند میں ہی ہوں اور موسیٰ اور ہارون نے فرعون کے پاس جا کر اس سے کہا خدا عبرانیوں کا خدا یوں فرماتا ہے کہ تو کب تک میرے سامنے نیچا بننے سے انکار کرے گا؟ میرے لوگوں کو جانے دے کہ وہ میری عبادت کریں۔ ورنہ اگر تو میرے لوگوں کو جانے نہ دے گا تو دیکھ کل میں تیرے ملک میں ٹڈیاں لے آؤں گا اور وہ زمین کی سطح کو ایسا ڈھانک لیں گی کہ کوئی زمین کو دیکھ بھی نہ سکے گا اور تمہارا جو کچھ اولوں سے بچ رہا ہے وہ اسے کھا جائیں گی اور تمہارے جتنے درخت میدان میں لگے ہیں ان کو بھی چٹ کر جائیں گی اور وہ تیرے اور تیرے نوکروں بلکہ سب مصریوں کے گھروں میں بھر جائیں گی اور ایسا تیرے آباواجداد نے جب سے وہ پیدا ہوئے اس وقت سے آج تک نہ دیکھا ہوگا اور وہ لوٹ کر فرعون کے پاس سے چلا گیا۔ تب فرعون کے نوکر فرعون سے کہنے لگے کہ یہ شخص کب تک ہمارا لیے پھندا بنے رہے گا۔ ان لوگوں کو جانے دے تاکہ وہ خداوند اپنے خدا کی عبادت کریں۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ مصر برباد ہو گیا۔

تب موسیٰ اور ہارون فرعون کے پاس بلائے گئے اور اس نے ان کو کہا کہ جاؤ اور خداوند اپنے خدا کی عبادت کرو پر وہ کون کون ہیں جو جائیں گے؟ موسیٰ نے کہا کہ ہم اپنے جوانوں اور بڈھوں اور اپنے بیٹوں اور بیٹیوں اور اپنی بھیڑ بکریوں اور گائے بیلوں سمیت جائیں گے کیونکہ ہم کو اپنے خدا کی عید کرنی ہے۔ تب اس نے ان کو کہا کہ خداوند ہی تمہارے ساتھ رہے میں تو ضرور ہی تم کو بچوں سمیت جانے دوں گا۔ خبردار ہو جاؤ اس میں تمہاری خرابی ہے۔ نہیں۔ ایسا نہیں ہونے پائے گا سو تم مرد ہی مرد جا کر خداوند کی عبادت کرو کیونکہ تم یہی چاہتے تھے اور وہ فرعون کے پاس سے نکال دیئے گئے۔

تب خداوند نے موسیٰ سے کہا ملک مصر پر اپنا ہاتھ بڑھا تاکہ ٹڈیاں ملک مصر پر آئیں اور ہر قسم کی سبزی کو جو اس ملک میں اولوں سے بچ رہی ہے چٹ کر جائیں۔ پس موسیٰ نے ملک مصر پر اپنی لاٹھی بڑھائی اور خداوند نے اس سارے دن اور ساری رات پروا آندھی چلائی اور صبح ہوتے ہوتے پروا آندھی ٹڈیاں لے آئی اور ٹڈیاں سارے ملک مصر پر چھا گئیں اور وہیں مصر کی حدود میں بسیرا کیا اور ان کا دل ایسا بھاری تھا کہ نہ تو ان سے پہلے ایسی ٹڈیاں کبھی آئیں نہ ان کے بعد پھر آئیں گی۔ کیونکہ انہوں نے تمام روئے زمین کو ڈھانک لیا ایسا کہ ملک میں اندھیرا ہو گیا اور انہوں نے اس ملک کی ایک ایک سبزی کو اور درختوں کے میووں کو جو اولوں سے بچ گئے تھے چٹ کر لیا اور ملک مصر میں نہ تو کسی درخت کی نہ کھیت کی کسی سبزی کی ہریالی باقی رہی۔ تب فرعون نے جلد موسیٰ اور ہارون کو بلا کر کہا کہ میں خداوند تمہارے خدا کا اور تمہارا گنہگار ہوں۔ سو فقط اس بار میرا گناہ بخشو اور خداوند اپنے خدا سے شفاعت کرو کہ وہ صرف اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موت کو مجھ سے دور کر دے۔ سو اس نے فرعون کے پاس سے نکل کر خداوند سے شفاعت کی۔ اور خداوند نے پچھوا آندھی بھیجی جو ٹڈیاں اڑا کر لے گئی اور ان کو بحر قلزم میں ڈال دیا اور مصر کی حدود میں ایک ٹڈی بھی باقی نہ رہی۔ پر خداوند نے فرعون کے دل کو سخت کر دیا اور اس نے بنی اسرائیل کو جانے نہ دیا۔ (۳۱۴)

نویں آفت: تاریکی

پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بڑھا تاکہ ملک مصر میں تاریکی چھا جائے۔ ایسی تاریکی جسے ٹٹول سکیں۔ اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بڑھایا اور تین دن تک سارے ملک مصر میں گہری تاریکی رہی۔ تین دن تک نہ تو کسی نے کسی کو دیکھا اور نہ کوئی اپنی جگہ سے ہلا، پر سب بنی اسرائیل کے مکانوں میں اجالا رہا۔ تب فرعون نے موسیٰ کو بلوا کر کہا کہ تم جاؤ اور خداوند کی عبادت کرو فقط اپنی بھیڑ بکریوں اور گائے بیلوں کو یہیں چھوڑ جاؤ اور جو تمہارے بال بچے ہیں ان کو بھی ساتھ لیتے جاؤ۔ موسیٰ نے کہا تجھے ہم کو قربانیوں اور سوختنی قربانیوں کے لیے جانور دینے پڑیں گے تاکہ ہم خداوند اپنے خدا کے آگے قربانی کریں۔ سو ہمارے چوپائے بھی ہمارے ساتھ جائیں گے اور ان کا ایک کھر تک بھی پیچھے نہیں چھوڑا جائے گا کیونکہ ان ہی میں سے ہم کو خداوند اپنے خدا کی عبادت کا سامان لینا پڑے گا اور جب تک ہم وہاں پہنچ نہ جائیں ہم نہیں جانتے کہ کیا کیا لے کر ہم کو خداوند کی عبادت کرنی ہوگی۔ لیکن خداوند نے فرعون کے دل کو سخت کر دیا اور اس نے ان کو جانے ہی نہ دیا۔ اور فرعون نے اسے کہا میرے سامنے سے چلا جا اور ہوشیار رہ۔ پھر میرا منہ دیکھنے کو مت آنا کیونکہ جس دن تو نے میرا منہ دیکھا تو مارا جائے گا۔ تب موسیٰ نے کہا کہ تو نے ٹھیک کہا ہے میں پھر تیرا منہ کبھی نہ دیکھوں گا۔ (۳۱۵)

دسویں آفت کی دھمکی

اور خداوند نے موسیٰ سے کہا میں فرعون اور مصریوں پر ایک بلا اور لاؤں گا اس کے بعد وہ تم کو یہاں سے جانے دے گا اور جب وہ تم کو جانے دے گا تو یقیناً تم سب کو یہاں سے بالکل نکال دے گا۔ سو اب تم لوگوں کے کان میں یہ بات ڈال دے کہ ان میں سے ہر ایک شخص اپنے پڑوسی اور ہر عورت اپنی پڑوسن سے سونے چاندی کے زیور لے اور خداوند نے ان لوگوں پر مصریوں کو مہربان کر دیا اور یہ آدمی موسیٰ بھی ملک مصر میں فرعون کے خادموں کے نزدیک اور ان لوگوں کی نگاہ میں بڑا بزرگ تھا۔

پہلوٹھے تک اور سب چوپایوں کے پہلوٹھے مر جائیں گے۔ اور سارے ملک مصر میں ایسا بڑا ماتم ہوگا جیسا نہ کبھی پہلے ہوا اور نہ پھر کبھی ہوگا۔ لیکن اسرائیلیوں میں سے کسی پر خواہ انسان ہو یا خواہ حیوان ایک کتا بھی نہیں بھونکے گا تم جان لو کہ خداوند مصریوں اور اسرائیلیوں میں کیسا فرق کرتا ہے اور تیرے یہ سب نوکر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے پاس آ کر میرے آگے سرنگوں ہوں گے اور کہیں گے کہ تو بھی نکل اور تیرے سب پیرو بھی نکلیں اور اس کے بعد میں نکل جاؤں گا اور یہ کہہ کر وہ بڑے طیش میں فرعون کے پاس سے نکل کر چلا گیا۔
اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ فرعون تمہاری اسی سبب سے نہیں سنے گا تا کہ عجائب ملک مصر میں بہت زیادہ ہو جائیں۔ اور موسیٰ اور ہارون نے یہ کرامات فرعون کو دکھائیں اور خداوند نے فرعون کے دل کو سخت کر دیا کہ اس نے اپنے ملک سے بنی اسرائیل کو جانے نہ دیا۔ (۳۱۶)

فسح

پھر خداوند نے ملک مصر میں موسیٰ اور ہارون سے کہا کہ یہ مہینہ تمہارے لیے مہینوں کا شروع اور سال کا پہلا مہینہ ہو۔ پس اسرائیلیوں کی ساری جماعت سے کہہ دو کہ اسی مہینے کے دسویں دن ہر شخص اپنے آبائی خاندان کے مطابق گھر پیچھے ایک برہ لے۔ اور اگر کسی کے گھرانے میں برہ کو کھانے کے لیے آدمی کم ہوں تو وہ اور اس کا ہمسایہ جو اس کے گھر کے برابر رہتا ہو دونوں مل کر نفری کے شمار کے موافق ایک برہ لے رکھیں تم ہر ایک آدمی کے کھانے کی مقدار کے مطابق برہ کا حساب لگانا۔ تمہارا برہ بے عیب اور یکسالہ نر ہو اور ایسا بچہ ہو یا تو بھیڑوں میں سے چن کر لینا یا بکریوں میں سے۔ اور تم اسے اس مہینے کی چودھویں تک رکھ چھوڑنا اور اسرائیلیوں کے قبیلوں کی ساری جماعت شام کو اسے ذبح کرے اور تھوڑا سا خون لے کر جن گھروں میں وہ اسے کھائیں ان کے دروازوں کے دونوں بازوؤں اور اوپر کی چوکھٹ پر لگا دیں اور وہ اس کے گوشت کو اسی رات آگ پر بھون کر بے خمیری روٹی اور کڑوے ساگ پات کے ساتھ کھالیں۔ اسے کچا یا پانی میں ابال کر ہرگز نہ کھانا بلکہ اس کو سر اور پائے اور اندرونی اعضا سمیت آگ پر بھون کر کھانا اور اس میں سے کچھ بھی صبح تک باقی نہ چھوڑنا اور اگر کچھ اس میں سے صبح تک باقی رہ جائے تو اسے آگ میں جلا دینا اور تم اسے اس طرح کھانا اپنی کمر باندھے اور اپنی جوتیاں پاؤں میں پہنے اور اپنی لاٹھی ہاتھ میں لیے ہوئے تم اسے جلدی جلدی کھانا کیونکہ یہ فسح خداوند کی ہے اس لیے کہ میں اس رات ملک مصر سے ہو کر گزروں گا اور انسان اور حیوان کے سب پہلوٹھوں کو جو ملک مصر میں ہیں ماروں گا اور مصر کے سب دیوتاؤں کو بھی سزا دوں گا۔ میں خداوند ہوں اور جن گھروں میں تم ہو ان پر وہ خون تمہاری طرف سے نشان ٹھہرے گا اور میں اس خون کو دیکھ کر تم کو چھوڑتا جاؤں گا اور جب میں مصریوں کو ماروں گا تو وبا تمہارے پاس پھٹکنے کی بھی نہیں کہ تم کو ہلاک کرے۔ اور وہ دن تمہارے لیے ایک یادگار ہو گا اور تم اس کو خداوند کی عید کا دن سمجھ کر ماننا۔ تم اسے ہمیشہ کی رسم کر کے اس دن کو نسل در نسل عید کا دن ماننا۔ سات دن تک تم بے خمیری روٹی کھانا اور پہلے ہی دن سے خمیر اپنے اپنے گھر سے باہر کر دینا اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے کہ جو کوئی پہلے دن سے ساتویں دن وہ خمیری روٹی کھائے وہ شخص اسرائیل میں سے کاٹ ڈالا جائے گا اور پہلے دن تمہارا مقدس مجمع ہو اور ساتویں دن بھی مقدس مجمع ہو۔ ان دونوں دنوں میں کوئی کام نہ کیا جائے سوائے اس کھانے کے جسے ہر ایک آدمی کھائے فقط یہی کیا جائے اور تم بے خمیری روٹی کی یہ عید منانا کیونکہ میں اسی دن تمہارے جتھوں کو ملک مصر سے نکال لوں گا۔ اس لیے تم اس دن کو ہمیشہ کی رسم کر کے نسل درنسل ماننا۔ پہلے مہینے کی چودھویں تاریخ کی شام سے اکیسویں تاریخ کی شام تک تم بے خمیری روٹی کھانا۔ سات دن تک تمہارے گھروں میں کچھ بھی خمیر نہ ہو کیونکہ جو کوئی کسی خمیری چیز کو کھائے وہ خواہ مسافر ہو یا خواہ اس کی پیدائش اسی ملک کی ہو اسرائیل کی جماعت سے کاٹ ڈالا جائے گا تم کوئی خمیری چیز نہ کھانا بلکہ اپنی سب بستیوں میں بے خمیری روٹی کھانا۔

تب موسیٰ نے اسرائیل کے سب بزرگوں کو بلوا کر ان کو کہا کہ اپنے اپنے خاندان کے مطابق ایک ایک برہ نکال رکھو اور یہ فسح کا برہ ذبح کرنا اور تم زوفے کا ایک گچھا لے کر اس خون میں جو باسن میں ہوگا ڈبونا اور اس باسن کے خون میں سے کچھ اوپر کی چوکھٹ اور دروازہ کے دونوں بازوؤں پر لگا دینا اور تم میں سے کوئی صبح تک اپنے گھر کے دروازہ سے باہر نہ جائے کیونکہ خداوند مصریوں کو مارتا ہوا گزرے گا اور جب خداوند اوپر کی چوکھٹ اور دروازہ کے دونوں بازوؤں پر خون دیکھے گا تو وہ اس دروازہ کو چھوڑ جائے گا اور ہلاک کرنے والے کو تم کو مارنے کے لیے گھر کے اندر آنے نہ دے گا اور تم اس بات کو اپنے اور اپنی اولاد کے لیے ہمیشہ کی رسم کر کے ماننا اور جب تم اس ملک میں جو خداوند تم کو اپنے وعدہ کے موافق دے گا داخل ہو جاؤ تو اس عبادت کو برابر جاری رکھنا۔ اور جب تمہاری اولاد تم سے پوچھے کہ اس عبادت سے تمہارا مقصد کیا ہے؟ تو تم یہ کہنا کہ یہ خداوند کی فسح کی قربانی ہے جو مصر میں مصریوں کو مارتے وقت بنی اسرائیل کے گھروں کو چھوڑ گیا اور یوں ہمارے گھروں کو بچا لیا۔ تب لوگوں نے سر جھکا کر سجدہ کیا اور بنی اسرائیل نے جا کر جیسا خداوند نے موسیٰ اور ہارون کو فرمایا تھا ویسا ہی کیا۔ (۳۱۷)

دسویں آفت: پہلوٹھوں کا قتل

اور آدھی رات کو خداوند نے ملک مصر کے سب پہلوٹھوں کو فرعون جو اپنے تخت پر بیٹھا تھا اس کے پہلوٹھے سے لے کر وہ قیدی جو قید خانہ میں تھا اس کے پہلوٹھے تک بلکہ چوپایوں کے پہلوٹھوں کو بھی ہلاک کر دیا اور فرعون اور اس کے سب نوکر اور سب مصری رات ہی کو اٹھ بیٹھے اور مصر میں بڑا کہرام مچا کیونکہ ایک بھی ایسا گھر نہ تھا جس میں کوئی نہ مرا ہو تب اس نے رات ہی رات میں موسیٰ اور ہارون کو بلوا کر کہا کہ تم بنی اسرائیل کو لے کر میری قوم کے لوگوں میں سے نکل جاؤ اور جیسا کہتے ہو جا کر خداوند کی عبادت کرو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اپنے کہنے کے مطابق اپنی بھیڑ بکریاں اور گائے بیل بھی لیتے جاؤ اور میرے لیے بھی دعا کرنا اور مصری ان لوگوں سے بجد ہونے لگے تاکہ ان کو ملک مصر سے جلد باہر چلتا کریں کیونکہ وہ سمجھے کہ ہم سب مر جائیں گے۔ سو ان لوگوں نے اپنے گندھے گندھائے آٹے کو بغیر خمیر دیئے لگنوں سمیت کپڑوں میں باندھ کر اپنے کندھوں پر دھر لیا اور بنی اسرائیل نے موسیٰ کے کہنے کے موافق یہ بھی کیا کہ مصریوں سے سونے چاندی کے زیور اور کپڑے مانگ لیے اور خداوند نے ان لوگوں کو مصریوں کی نگاہ میں ایسی عزت بخشی کہ جو کچھ انہوں نے مانگا انہوں نے دے دیا۔ سو انہوں نے مصریوں کو لوٹ لیا۔ (۳۱۸)

بنی اسرائیل کی روانگی

اور بنی اسرائیل نے رعمیسس سے سکات تک پیدل سفر کیا اور بال بچوں کے علاوہ وہ کوئی چھ لاکھ مرد تھے اور ان کے ساتھ ایک ملی جلی گروہ بھی گئی اور بھیڑ بکریاں اور گائے بیل اور بہت چوپائے ان کے ساتھ تھے اور انہوں نے اس گندھے ہوئے آٹے کی جسے وہ مصر سے لائے تھے بے خمیری روٹیاں پکائیں کیونکہ وہ اس میں خمیر دینے نہ پائے تھے اس لیے کہ وہ مصر سے ایسے جبراً نکال دیئے گئے کہ وہاں ٹھہر نہ سکے اور نہ کچھ کھانا اپنے لیے تیار کرنے پائے اور بنی اسرائیل کو مصر میں بود و باش کرتے ہوئے چار سو تیس برس ہوئے تھے۔

اور ان چار سو تیس برسوں کے گذر جانے پر ٹھیک اسی روز خداوند کا سارا لشکر ملک مصر سے نکل گیا۔ یہ وہ رات ہے جسے خداوند کی خاطر ماننا بہت مناسب ہے کیونکہ اس میں وہ ان کو ملک مصر سے نکال لایا۔ خداوند کی یہ وہی رات ہے جسے لازم ہے کہ سب بنی اسرائیل نسل در نسل خوب مانیں۔

پھر خداوند نے موسیٰ اور ہارون سے کہا کہ فسح کی رسم یہ ہے کہ کوئی بیگانہ اسے کھانے نہ پائے لیکن اگر کوئی شخص کسی کا زر خرید غلام ہو اور تو نے اس کا ختنہ کر دیا ہو تو وہ اسے کھائے پر اجنبی اور مزدور اسے کھانے نہ پائے اور اسے ایک ہی گھر میں کھائیں یعنی اس کا ذرا بھی گوشت تو گھر سے باہر نہ لے جانا اور نہ تم اس کی کوئی ہڈی توڑنا۔ اسرائیل کی ساری جماعت اس پر عمل کرے اور اگر کوئی اجنبی تیرے ساتھ مقام ہو اور خداوند کی فتح ماننا چاہتا ہو تو اس کے ہاں کے سب مرد اپنا ختنہ کرائیں تب وہ پاس آ کر فسح کرے۔ یوں وہ ایسا سمجھا جائے گا گویا اسی ملک کی اس کی پیدائش ہے پر کوئی نامختون آدمی اسے کھانے نہ پائے۔ وطنی اور اس اجنبی کے لیے جو تمہارے بیچ مقیم ہو ایک ہی شریعت ہوگی پس سب بنی اسرائیل نے جیسا خداوند نے موسیٰ اور ہارون کو فرمایا ویسا ہی کیا اور ٹھیک اسی روز خداوند بنی اسرائیل کے سب جتھوں کو ملک مصر سے نکال لے لیا۔ (۳۱۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرع فطر

اور خداوند نے موسیٰ کو فرمایا کہ سب پہلوٹھوں کو یعنی جو بنی اسرائیل میں خواہ انسان ہو خواہ حیوان پہلوٹھی کے بچے ہوں ان کو میرے لیے مقدس ٹھہرا کیونکہ وہ میرے ہیں۔

اور موسیٰ نے لوگوں سے کہا کہ تم اس دن کو یاد رکھنا جس میں تم مصر سے جو غلامی کا گھر ہے نکلے کیونکہ خداوند اپنے زور بازو سے تم کو وہاں سے نکال لایا۔ اس میں خمیری روٹی کھائی نہ جائے۔ تم ابیب کے مہینے میں آج کے دن نکلے ہو۔ سو جب خداوند تجھ کو کنعانیوں اور حتیوں اور اموریوں اور حویوں اور یبوسیوں کے ملک میں پہنچادے جسے تجھ کو دینے کی قسم اس نے تیرے باپ دادا سے کھائی تھی اور جس میں دودھ اور شہد بہتا ہے تو تو اسی مہینے میں یہ عبادت کیا کرنا۔ سات دن تک تو بے خمیری روٹی کھانا اور ساتویں دن خداوند کی عید منانا۔ بے خمیری روٹی ساتویں دن کھائی جائے اور خمیری روٹی تیرے پاس دکھائی بھی نہ دے اور تیرے ملک کی حدود میں کہیں کچھ خمیر نظر آئے۔ اور تو اس روز اپنے بیٹے کو یہ بتانا کہ اس دن کو میں اس کام کے سبب سے مانتا ہوں جو خداوند نے میرے لیے اس وقت کیا جب میں مصر سے نکلا اور یہی تیرے پاس گویا تیرے ہاتھ میں ایک نشان اور تیری دونوں آنکھوں کے سامنے ایک یادگار ٹھہرے تاکہ خداوند کی شریعت تیری زبان پر ہو کیونکہ خداوند نے تجھ کو اپنے زور بازو سے ملک مصر سے نکالا۔ پس تو اس رسم کو اسی وقت معین میں سال بسال ماناکرنا۔ (۳۲۰)

پہلوٹھوں کی شرع

اور جب خداوند اس قسم کے مطابق جو اس نے تجھ سے اور تیرے باپ دادا سے کھائی تجھ کو کنعانیوں کے ملک میں پہنچا کر وہ ملک تجھ کو دے دے تو تو پہلوٹھی کے بچوں کو اور جانوروں کے پہلوٹھوں کو خداوند کے لیے الگ کر دینا۔ یہ سب نر بچے خداوند کے ہوں گے اور گدھے کے پہلے بچے کے فدیہ میں برہ دینا ہو اور اگر تو اس کا فدیہ نہ دے تو اس کی گردن توڑ ڈالنا اور تیرے بیٹوں میں جتنے پہلوٹھے ہوں ان سب کا فدیہ تجھ کو دینا ہوگا۔ اور جب آئندہ زمانہ میں تیرا بیٹا تجھ سے سوال کرے کہ یہ کیا ہے؟ تو تو اسے یہ جواب دینا کہ خداوند ہم کو مصر سے جو غلامی کا گھر ہے بزور بازو نکال لایا اور جب فرعون نے ہم کو جانے دینا نہ چاہا تو خداوند نے ملک مصر میں انسان اور حیوان دونوں کے پہلوٹھے ماردیئے اس لیے میں جانوروں کے سب نر بچوں کو جو اپنی ماں کے رحم کو کھولتے ہیں خداوند کے آگے قربانی کرتا ہوں لیکن اپنے بیٹوں کے سب پہلوٹھوں کا فدیہ دیتا ہوں۔ اور یہ تیرے ہاتھ پر ایک نشانی اور تیری پیشانی پر ٹیکوں کی مانند ہوں کیونکہ خداوند اپنے زور بازو سے ہم کو مصر سے نکال لایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جب فرعون نے ان لوگوں کو جانے کی اجازت دے دی تو خدا ان کو فلستیوں کے ملک کے راستہ سے نہیں لے گیا اگرچہ ادھر سے نزدیک پڑتا کیونکہ خدا نے کہا ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ لڑائی بھڑائی دیکھ کر پچھتانے لگیں اور مصر کو لوٹ جائیں۔

بلکہ خدا ان کو چکر کھلا کر بحر قلزم کے بیابان کے راستے سے لے گیا اور بنی اسرائیل ملک مصر سے مسلح نکلے تھے اور موسیٰ یوسفؑ کی ہڈیوں کو ساتھ لیتا گیا کیونکہ اس نے بنی اسرائیل سے یہ کہہ کر کہ خدا ضرور تمہاری خبر لے گا اس بات کی سخت قسم لی تھی کہ تم یہاں سے میری ہڈیاں اپنے ساتھ لیتے جانا اور انہوں نے سکات سے کوچ کر کے بیابان کے کنارے ایتام میں ڈیرا کیا۔ اور خداوند ان کو دن کو راستہ دکھانے کے لیے بادل کے ستون میں اور رات کو روشنی دینے کے لیے آگ کے ستون میں ہو کر ان کے آگے آگے چلا کرتا تھا تاکہ وہ دن اور رات دونوں میں چل سکیں۔ وہ بادل کا ستون دن کو اور آگ کا ستون رات کو ان لوگوں کے آگے سے ہٹتا نہ تھا۔ (۳۲۱)

بحر قلزم کا عبور

اور خداوند نے موسیٰ سے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو حکم دے کہ وہ لوٹ کر مجدال اور سمندر کے بیچ میں فی ہجزوت کے مقابل بعل صفون کے آگے ڈیرے لگائیں۔ اسی کے آگے سمندر کے کنارے کنارے ڈیرے لگانا۔ فرعون بنی اسرائیل کے حق میں کہے گا کہ وہ زمین کی الجھنوں میں آ کر بیاباں میں گھر گئے ہیں اور میں فرعون کے دل کو سخت کروں گا اور وہ ان کا پیچھا کرے گا اور میں فرعون اور اس کے سارے لشکر پر ممتاز ہوں گا اور مصری جان لیں گے کہ خداوند میں ہوں اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب مصر کے بادشاہ کو خبر ملی کہ وہ لوگ چل دیئے تو فرعون اور اس کے خادموں کا دل ان لوگوں کی طرف سے پھر گیا اور وہ کہنے لگے کہ ہم نے یہ کیا کیا کہ اسرائیلیوں کو اپنی خدمت سے چھٹی دے کر ان کو جانے دیا۔ تب اس نے اپنا رتھ تیار کروایا اور اپنی قوم کے لوگوں کو ساتھ لیا اور اس نے چھ سو چنے ہوئے رتھ بلکہ مصر کے سب رتھ لیے اور ان سبھوں میں سرداروں کو بٹھایا اور خداوند نے مصر کے بادشاہ فرعون کے دل کو سخت کر دیا اور اس نے بنی اسرائیل کا پیچھا کیا کیونکہ بنی اسرائیل بڑے فخر سے نکلے تھے اور مصری فوج نے فرعون کے سب گھوڑوں اور رتھوں اور سواروں سمیت ان کا پیچھا کیا اور ان کو جب وہ سمندر کے کنارے فی ہجزوت کے پاس بعل صفون کے سامنے ڈیرا لگا رہے تھے جا لیا۔ اور جب فرعون نزدیک آ گیا تب بنی اسرائیل نے آنکھ اٹھا کر دیکھا کہ مصری ان کا پیچھا کیے چلے آتے ہیں اور وہ نہایت خوف زدہ ہو گئے تب بنی اسرائیل نے خداوند سے فریاد کی اور موسیٰ سے کہنے لگے کہ کیا مصر میں قبریں نہ تھیں جو تو ہم کو وہاں سے مرنے کے لیے بیابان میں لے آیا ہے؟ تو نے ہم سے یہ کیا کیا کہ ہم کو مصر سے نکال لایا؟ کیا ہم تجھ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصر میں یہ بات نہ کہتے تھے کہ ہم کو رہنے دے کہ ہم مصریوں کی خدمت کریں؟ کیونکہ ہمارے لیے مصریوں کی خدمت کرنا بیابان میں مرنے سے بہتر ہوتا۔ تب موسیٰ نے لوگوں سے کہا ڈرو مت۔ چپ چاپ کھڑے ہو کر خداوند کی نجات کے کام کو دیکھو جو وہ آج تمہارے لیے کرے گا کیونکہ جن مصریوں کو تم آج دیکھتے ہو ان کو پھر کبھی ابد تک نہ دیکھو گے۔ خداوند تمہاری طرف سے جنگ کرے گا اور تم خاموش رہو گے۔

اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ تو کیوں مجھ سے فریاد کر رہا ہے۔ بنی اسرائیل سے کہہ کہ وہ آگے بڑھیں اور تو اپنی لاٹھی اٹھا کر اپنا ہاتھ سمندر کے اوپر بڑھا اور اسے دو حصے کر اور بنی اسرائیل سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر چل کر نکل جائیں گے اور دیکھ میں مصریوں کے دل سخت کر دوں گا اور وہ ان کا پیچھا کریں گے اور میں فرعون اور اس کی سپاہ اور اس کے ساتھ رتھوں اور سواروں پر ممتاز ہوں گا اور جب میں فرعون اور اس کے رتھوں اور سواروں پر ممتاز ہو جاؤں گا تو مصری جان لیں گے کہ میں ہی خداوند ہوں۔ اور خدا کا فرشتہ جو اسرائیلی لشکر کے آگے آگے چلا کرتا تھا جا کر ان کے پیچھے ہو گیا اور بادل کا وہ ستون ان کے سامنے سے ہٹ کر ان کے پیچھے جا ٹھہرا۔ یوں وہ مصریوں کے لشکر اور اسرائیلی لشکر کے بیچ میں ہو گیا۔ سو وہاں بادل بھی تھا اور اندھیرا بھی تو رات کو بھی اس سے روشنی رہی۔

پس وہ رات بھر ایک دوسرے کے پاس نہیں آئے۔ پھر موسیٰ نے اپنا ہاتھ سمندر کے اوپر بڑھایا اور خداوند نے رات بھر پوربی آندھی چلا کر اور سمندر کو پیچھے ہٹا کر اسے خشک زمین بنا دیا اور پانی دو حصے ہو گیا۔ اور بنی اسرائیل سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر چل کر نکل گئے اور ان کے داہنے اور بائیں ہاتھ پانی دیوار کی طرح تھا اور مصریوں نے تعاقب کیا اور فرعون کے سب گھوڑے اور رتھ اور سوار ان کے پیچھے پیچھے سمندر کے بیچ میں چلے گئے۔ اور رات کے پچھلے پہر خداوند نے آگ اور بادل کے ستون میں سے مصریوں کے لشکر پر نظر کی اور ان کے لشکر کو گھبرا دیا اور اس نے ان کے رتھوں کے پہیوں کو نکال ڈالا۔ سو ان کا چلانا مشکل ہو گیا تب مصری کہنے لگے آؤ ہم اسرائیلیوں کے سامنے سے بھاگیں کیونکہ خداوند ان کی طرف سے مصریوں کے ساتھ جنگ کرتا ہے۔

اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ اپنا ہاتھ سمندر کے اوپر بڑھا تا کہ پانی مصریوں اور ان کے رتھوں اور سواروں پر پھر بہنے لگے اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ سمندر کے اوپر بڑھایا اور صبح ہوتے ہوتے سمندر پھر اپنی اصلی قوت پر آ گیا اور مصری الٹے بھاگنے لگے۔ خداوند نے سمندر کے بیچ ہی میں مصریوں کو تہ و بالا کر دیا اور پانی پلٹ کر آیا اور اس نے رتھوں اور سواروں اور فرعون کے سارے لشکر کو جو اسرائیلیوں کا پیچھا کرتا ہوا سمندر میں گیا تھا غرق کر دیا اور ایک بھی ان میں سے باقی نہ چھوٹا۔ پر بنی اسرائیل سمندر کے بیچ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے خشک زمین پر چل کر نکل گئے اور پانی ان کے داہنے اور بائیں ہاتھ دیوار کی طرح رہا سو خداوند نے اس دن اسرائیلیوں کو مصریوں کے ہاتھ سے اس طرح بچایا اور اسرائیلیوں نے مصریوں کو سمندر کے کنارے مرے ہوئے پڑے دیکھا اور اسرائیلیوں نے وہ بڑی قدرت جو خداوند نے مصریوں پر ظاہر کی دیکھی اور وہ لوگ خداوند سے ڈرے اور خداوند پر اور اس کے بندہ موسیٰ پر ایمان لائے۔ (۳۲۲)

خروج کا پندرھواں باب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نغمہ نصرت پر مشتمل ہے۔ جس میں اللہ کی تعریف اور فرعون اور اس کے سرداروں کی ہلاکت اور غرقابی کی منظر کشی بھی ہے اور اس طرح اظہار مسرت بھی۔ بائبل کے اس طویل اقتباس کو پڑھتے وقت ان تنقیدی اشارات پر ایک مرتبہ پھر نظر ڈال لیں جو سید مودودیؒ کے حوالے سے ہم نے لکھے ہیں تا کہ قرآن پاک کے صاف ستھرے اسلوب کی حیثیت مزید واضح ہو جائے۔

موسیٰ علیہ السلام کی دعوتی ذمہ داریوں کا ایک دور یہاں ختم ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ جدوجہد کا ایک عظیم دور تھا انہیں تاریخ کے سب سے بڑے مجرم کا سامنا تھا جس کی مادی قوت اور جاہ وحشمت کی کوئی مثال نہ تھی لیکن اس فقیر کشور گیر نے تائید ایزدی سے اس کے کبر وغرور کو خاک میں ملا دیا اور عزم و ہمت اور صبر و استقامت کی شاندار مثال قائم کی۔ کارِ دعوت کا یہ دور اپنے اختصاص کے باعث ہمیشہ خصوصی مطالعے کا موضوع رہے گا۔ قلزم کو عبور کرنے کے بعد سے نیا دور شروع ہوتا ہے جو اس مطالعے کا دوسرا حصہ ہے لیکن اسے شروع کرنے سے پہلے اس حصہ کے دو ایک اہم موضوعات پر گفتگو ضروری ہے اور یہ ہیں معجزہ وسحر کا فرق اور ہامان کی شخصیت۔ علمی و دعوتی نقطہ نظر سے ان کے بارے میں مختصر گفتگو ضروری ہے۔

معجزہ وسحر کا فرق

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بار بار آیا ہے کہ وہ جادوگر ہیں۔ فرعون اور اس کے درباریوں نے نہ صرف انہیں جادوگر کہا بلکہ ان کے مقابلے کے لیے جادوگروں کو اکٹھا کیا۔ گو یہ جادوگر مسلمان ہو گئے لیکن پھر بھی فرعونی حضرت موسیٰؑ کو ساحر ہی کہتے رہے۔ اس لیے مناسب ہے کہ معجزہ اور سحر کے فرق کو اختصار کے ساتھ بیان کر دیا جائے۔

سحر

سحر کے لغوی معنی امر مخفی کے ہیں۔ چنانچہ صبح کے اول وقت کو سحر اس لیے کہتے ہیں کہ ابھی دن کی روشنی پوری طرح نمودار نہیں ہوئی اور قدرے تاریکی ہے۔ چونکہ اس کے مفہوم میں حقیقت اور ظاہر میں فرق شامل ہے اس لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ فریب اور فریفتہ کرنے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ علمی طور پر اس سے مراد ایسے عجیب وغریب امور کا اظہار ہے جن کے ظاہر ہونے کے اسباب مخفی ہوں اور بادی النظر میں محسوس نہ ہوتے ہوں۔ امام رازی کے الفاظ میں:

اعلم ان لفظ السحر في عرف الشرع مختص بكل امر يخفى سببه و يتخيل على غير حقيقة (۱)

جان لو کہ لفظ " سحر " شریعت کی اصطلاح میں ایسے امر کے لیے مخصوص ہے جس کا سبب پوشیدہ ہو اور وہ اصل حقیقت کے خلاف خیال میں آنے لگے۔

سحر کی حقیقت

سحر کی حقیقت کے بارے میں علماء کی مختلف آراء ہیں۔ جمہور اہلِ سنت کی یہ رائے ہے کہ سحر واقعی ایک حقیقت ہے اور مضرت رساں اثرات رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں اس طرح مضرت رساں اثرات رکھے ہیں جس طرح زہر یا دوسری نقصان رساں اشیاء میں ہیں لیکن قدرت الٰہی سے بے نیاز ہو کر اس کے موثر بالذات ہونے کا عقیدہ کفر ہے۔ امام ابوحنیفہ، ابوبکر جصاص، ابواسحاق، اسفرائنی، ابن حزم ظاہری اور معتزلہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ سحر بے حقیقت شے ہے یہ محض فریب خیال اور شعبدہ نظر بازی ہے چنانچہ ابوبکر رازی لکھتے ہیں:

ومتى اطلق فهو اسم لكل امر مموه باطل لاحقيقة له و لا ثبات (۲)

اور جب لفظ سحر کو کسی قید کے بغیر استعمال کیا جائے تو وہ ایک ایسے امر کا نام ہے جو محض دھوکہ اور باطل ہو کہ جس کی اس سے زیادہ نہ کوئی حقیقت ہو اور نہ اس کو ثبات حاصل ہو۔

ابن کثیر نے امام رازی کے حوالے سے سحر کے متعلق بعض تفصیلات ذکر کی ہیں۔ وہ اس کی حقیقت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و قد ذكر الوزير ابو المظفر يحيى بن محمد بن هبيره في كتابه الاشراف في مذهب الاشراف بابا في السحر فقال اجمعوا على ان السحر له حقيقة الا ابا حنيفة فانه قال لا حقيقة ...... قال ابوعبيده الله القرطبي وعندنا ان السحر حق و له حقيقة ويخلق الله عنده ما يشاء خلافا للمعتزلة و ابئ اسحاق الاسفرائيني من الشافعية حيث قالوا انه تسويه او تخيل (۳)

وزیر ابوالمظفر یحییٰ بن محمد بن هبیرہ نے اپنی کتاب " الاشراف في مذهب الاشراف " میں ایک باب سحر کے متعلق بھی لکھا ہے اس میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ سحر کی بھی حقائق کی طرح ایک حقیقت ہے مگر امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں...... ابوعبداللہ قرطبی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک سحر حقیقت ہے اور ایک واقعی شئے ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے جو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے۔ مگر معتزلہ اور شوافع میں سے ابو اسحاق اسفرائنی اس سے اختلاف کرتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ سحر محض فریب نظر اور خیال بندی کا نام ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی اس اختلاف رائے کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

واختلف في السحر فقيل هو تخيل فقط ولا حقيقة له و هذا اختيار ابي جعفر الاستر ابادي من الشافعية و ابي بكر الرازي من الحنيفة و ابن حزم الظاهري و طائفة قال النووي والصحيح ان له حقيقة و به قطع الجمهور و عليه عامة العلماء (۴)

اور سحر کے متعلق اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ وہ فقط تخیل کا نام ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہ ابو جعفر استرابادی شافعی، ابو بکر رازی حنفی اور ابن حزم ظاہری اور ایک چھوٹی جماعت کا خیال ہے۔ امام نووی کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ سحر حقائق میں سے ایک حقیقت ثابتہ ہے اور جمہور اسی پر یقین رکھتے ہیں اور عام علماء کا یہی مسلک ہے۔

علماء نے ایک اور پہلو سے بھی بحث کی ہے اور وہ ہے اشیاء کی ماہیت تبدیل ہونا۔ کیا سحر سے اشیاء کی ماہیت تبدیل ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر چہ ایک مختصر سے گروہ اس تبدیلی ماہیت کا قائل ہے لیکن جمہور علماء کی یہی رائے ہے کہ اس میں یہ تاثیر قطعاً نہیں ہے کہ وہ ماہیت کا انقلاب برپا کر دے۔ اس مرحلہ پر صرف نظر بندی اور شعبدہ بازی ہوتی ہے۔ حافظ ابن حجر اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لكن محل النزاع هل يقع بالسحر انقلاب عين اولا فمن قال انه تخييل فقط منع ذلك ومن قال ان له حقيقة اختلفوا هل له تاثير فقط بحيث يغير المزاج فيكون نوعا من الامراض اوينتهي الى حالة بحيث يصيرا الجماد حيوانا مثلا و عكسه فالذي عليه الجمهور هو الاول وذهبت طائفة قليلة الى الثاني (۵)

لیکن محل نزاع یہ امر ہے کہ سحر سے چیز کی حیثیت بدل جاتی ہے یا نہیں پس جس شخص نے یہ کہا ہے کہ محض تخیل کا نام ہے وہ تو انقلاب سے منکر ہیں اور جو سحر کو حقیقت مانتے ہیں ان کے ہاں بھی اختلاف ہے کہ آیا سحر کی تاثیر اسی حد تک ہے کہ مزاج میں اس قسم کے تغیرات پیدا کر دے جس طرح امراض میں ہوا کرتا ہے اور وہ بھی ایک مرض شمار ہو یا اس کی تاثیر اس سے زیادہ ہے کہ ایک شئے کی حقیقت کو بدل ڈالے مثلاً جماد کو حیوان بنا دے یا اس کا عکس کر دے۔ جمہور پہلی بات کے قائل ہیں جبکہ ایک چھوٹی سی جماعت دوسری بات کی۔

جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ کائنات کی مختلف اشیاء میں تاثیر اللہ ہی کی پیدا کردہ ہے۔ اس طرح اسباب کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحت نفع ونقصان پہنچانے میں قوانین الہی کے مطابق شیاطین انس وجن، اسباب کے تحت متصرف ہوتے ہیں، اشیاء کی طرح الفاظ وکلام میں بھی تاثیر ہوسکتی ہے۔ سید مودودی جادو کی تاثیر میں لکھتے ہیں:

" جادو دراصل ایک نفسیاتی اثر ہے جو نفس سے گزر کر جسم کو بھی اسی طرح متاثر کرسکتا ہے جس طرح جسمانی اثرات جسم سے گزر کر نفس کو متاثر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر خوف ایک نفسیاتی چیز ہے مگر اس کا اثر جسم پر یہ ہوتا ہے کہ رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور بدن میں تھرتھری چھوٹ جاتی ہے۔ دراصل جادو سے حقیقت تبدیل نہیں ہوتی مگر انسان کا نفس اور اس کے حواس اس سے متاثر ہوکر یہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ حقیقت تبدیل ہوگئی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح جادوگروں نے جو لاٹھیاں اور رسیاں پھینکی تھیں وہ واقعی سانپ نہیں بن گئی تھیں، لیکن ہزاروں کے مجمع کی آنکھوں پر ایسا جادو ہوا کہ سب نے انہیں سانپ ہی محسوس کیا اور حضرت موسیٰ تک کے حواس اس جادو کی تاثیر سے محفوظ نہ رہ سکے .... بلاشبہ یہ بات اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ بندوق کی گولی اور ہوائی جہاز سے گرنے والے بم کی طرح جادو کا موثر ہونا بھی اللہ کے اذن کے بغیر ممکن نہیں مگر جو چیز ہزار ہا سال سے انسان کے تجربے اور مشاہدے میں آرہی ہے اس کے وجود کو جھٹلا دینا محض ایک ہٹ دھرمی ہے۔ (۶)

قرآن مجید نے ساحران فرعون کے حوالے سے کہا کہ انہوں نے ہزاروں آدمیوں کے اس مجمع کی نگاہوں پر جادو کردیا جو وہاں مقابلہ دیکھنے کے لیے آئے تھے۔ سورہ اعراف میں ہے:

سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ (۷)

انہوں نے نگاہوں کو مسحور اور دلوں کو خوف زدہ کردیا اور بڑا ہی زبردست جادو بنا لائے۔

سورہ طہ میں ہے کہ جو لاٹھیاں اور رسیاں انہوں نے پھینکی تھیں ان کے متعلق عام لوگوں ہی نے نہیں حضرت موسیٰؑ نے بھی یہی سمجھا کہ وہ ان کی طرف سانپوں کی طرح دوڑی چلی آرہی ہیں۔ اور اس سے حضرت موسیٰؑ خوف زدہ ہوگئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل کی کہ خوف نہ کرو تم ہی غالب رہوگے ذرا اپنا عصا پھینکو، آیات کے الفاظ درج ذیل ہیں:

فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ٥ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ٥ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ٥ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ (۸)

یکایک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے موسیٰؑ کو دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگیں اور موسیٰؑ اپنے دل میں ڈر گیا۔ ہم نے کہا، مت ڈرو تم ہی غالب رہوگے، پھینک جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے ابھی [illegible]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سحر کی شرعی حیثیت

سحر میں چونکہ مختلف طریقے اختیار کیے جاتے ہیں اس لیے اس کے بارے میں شرعی فیصلہ کی نوعیت بھی مختلف ہے۔مثلاً جن اعمال سحر میں شیاطین اور غیر اللہ سے استعانت کی جائے اور ان کو متصرف مان کر منتروں کے ذریعے سے ان کی تسخیر اور ان سے امداد حاصل کی جائے تو یہ شرک کے مترادف ہے تو اس کا عامل کافر ہے اور جن اعمال میں ان کے علاوہ دوسرے طریقے استعمال کیے جائیں اور ان سے دوسروں کو نقصان پہنچایا جائے تو ان کا مرتکب حرام اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ (۹)

قرآن مجید میں عمل سحر کو کفر سے تعبیر کیا ہے:

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ (۱۰)

اور سلیمانؑ نے کبھی کفر نہیں کیا کفر کے مرتکب تو وہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے تھے۔

اسی طرح حضور اکرمؐ نے جن کبائر کا ذکر کیا ہے ان میں سحر بھی شامل ہے:

عن ابی هريرة ان رسول الله قال: اجتنبوا السبع الموبقات قالوا: یا رسول الله ، و ما هن قال: الشرک بالله و السحر وقتل النفس التي حرم الله الا بالحق و اكل الربا و اكل مال اليتيم و التولي يوم الزحف وقذف المحصنات المومنات الغافلات (۱۱)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات مہلک چیزوں سے بچو۔لوگوں نے کہا وہ کیا ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، جادو کا عمل کرنا، محترم جان کو قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ میں پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور بھولی بھالی پاک دامن عورتوں پر الزام لگانا۔

حافظ ابن حجرؒ حدیث سحر پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قال النووی :عمل السحر حرام و هو من الکبائر بالاجماع و قد عده النبی من السبع الموبقات و منه ما يكون كفرا ومنه مالا يكون كفرا بل معصية كبيرة . فان كان فيه قول او فعل يقتضي الكفر فهو كفر و الا فلا واما تعليمه و تعلمه فحرام (۱۲)

امام نووی کہتے ہیں کہ عمل سحر حرام ہے اور وہ بالا جماع کبائر میں سے ہے اور نبی کریمؐ نے اس کو سات مہلک چیزوں میں شمار کیا ہے سحر کی بعض صورتیں کفر ہیں اور بعض کفر تو نہیں ہیں مگر سخت معصیت ہیں پس اگر سحر کا کوئی منتر یا کوئی عمل کفر کا مقتضی ہے تو وہ کفر ہے ورنہ نہیں۔بہر حال سحر کا سیکھنا اور سکھانا قطعاً حرام ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے معجزات

انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ پر جو معجزات ظاہر ہوتے تھے انہیں ان کے مخالفین سحر کہتے تھے۔بلکہ ان کی تمام غیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معمولی صلاحیتوں اور قوتوں کو سحر سے تعبیر کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کو بھی جادوگر ہونے کا الزام دیا گیا اور حضرت موسیٰؑ کو تو واضح طور پر جادوگر کہا گیا۔ موسیٰؑ کی تائید میں جب فرعونیوں پر پے در پے اللہ کے عذاب نازل ہو رہے تھے تو جب بھی تازہ عذاب آتا تو فرعونی حضرت موسیٰؑ سے کہتے اے جادوگر اس عذاب کو ہم سے ٹلوا دے ہم ایمان لائیں گے۔ قرآن کے الفاظ ہیں:

وَقَالُوا يٰۤاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ (۱۳)

ہر عذاب کے موقع پر وہ کہتے، اے ساحر اپنے رب کی طرف سے جو منصب تجھے حاصل ہے اس کی بناء پر ہمارے لیے دعا کر ہم ضرور راہ راست پر آ جائیں گے۔

اس آیت میں ساحر کے خطاب سے پکارنے کو سید مودودیؒ نے تحقیر ہی پر محمول کیا ہے کہ فرعونیوں کا غرور انہیں عذاب کی صورت میں بھی ہدایت سے دور رکھے ہوئے تھا اور حقیقت جانتے ہوئے بھی وہ اسے جادو پر محمول کرتے تھے۔ (۱۴) لیکن مولانا اصلاحی اسے تحقیر پر مبنی نہیں سمجھتے وہ لکھتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یایھا السحر سے مخاطب کرنا کسی تحقیر یا سوءادب پر مبنی نہیں ہے۔ مصر میں اس وقت ساحروں کو سوسائٹی میں وہی مقام حاصل تھا جو کسی سوسائٹی میں علماء اور صوفیوں کو حاصل ہوتا ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ اے ساحر! ہمارے لیے دعا کیجئے تعظیم کا خطاب ہے۔ (۱۵)

ممکن ہے مصری سوسائٹی میں ساحروں کو بڑا مقام حاصل ہو لیکن موسیٰؑ کے ساتھ مکالمات میں فرعون نے کبھی عزت و احترام کا رویہ اختیار نہیں کیا اسی طرح سے معجزات کو جادوگری قرار دینا ان کی غیر معمولی نوعیت کم کرنے کے مترادف ہوتا تھا۔ چونکہ معجزہ اور سحر میں غیر معمولی مظاہر ہوتے ہیں اس لیے ان میں مماثلت تلاش کرنا مشکل نہیں ہے لیکن معجزہ اپنی حقیقت اور اپنے نتائج کے لحاظ سے جادوگری سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ اس لیے متوازن طبیعتوں کے لیے اس فرق کا سمجھنا مشکل نہیں ہوتا۔ ہمارے متکلمین نے نبوت کی بحث میں معجزات کی حیثیت و نوعیت پر مفصل گفتگوئیں کی ہیں اور نبوت کے ساتھ اس کے تعلق کو واضح کیا ہے۔ امام ابن تیمیہ کی کتاب النبوات ان بحثوں کا اہم ماخذ ہے۔

معجزہ کی حقیقت

معجزہ ایک ایسے واقعہ کا ظہور ہے جو عام حالات میں انسانی دسترس سے باہر ہے اور اس کی توجیہ و تعلیل کے لیے عقل انسانی اپنے آپ کو عاجز پاتی ہے اس کا ظہور ایسے شخص کے ذریعہ سے ہوتا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسے خالق کائنات سے خصوصی ارتباط حاصل ہے۔ یہ شخص نبی و رسول ہوتا ہے اور اپنے رب کی طرف سے خاص پیغام کا حامل ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کی شخصیت کا اخلاقی معیار اور اس کا پیغام اس کی صداقت پر واضح دلیل ہوتے ہیں تاہم اس پیغام کی حقانیت اور تعلق باللہ کی صداقت ثابت کرنے کے لیے کسی غیر معمولی واقعہ کا ظہور ہوتا ہے۔ اس واقعہ کا تعلق تجربہ و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشاہدہ سے ہوتا ہے اس لیے معجزہ ایک تجربی و مشاہداتی دلیل ہوتا ہے منطقی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کے سامنے معجزات پیش کیے گئے انہوں نے ان کے وقوع پذیر ہونے سے انکار نہیں کیا یا اس کے واقعہ ہونے کی منطقی بحثیں نہیں کیں بلکہ اس کا انکار اس بنیاد پر کیا کہ یہ جادو ہے اور حقیقی تغیر نہیں ہے۔ ہمارے متکلمین نے جو بحثیں کی ہیں ان کا تعلق معجزہ کے امکان و عدم امکان، معجزانہ واقعیت کا قابل اذعان ہونا اور معجزہ کی غرض و غایت وغیرہ ہے۔

مسلمان فلسفیوں میں سے فارابی، ابن سینا اور ابن رشد نے معجزہ کے مختلف پہلوؤں پر بحثیں کی ہیں جبکہ دوسرے متکلمین نے اس موضوع پر اظہار خیال کیا ہے۔ بالخصوص غزالی اور رازی کے ہاں دقیق بحثیں موجود ہیں۔ ہمارے پیش نظر چونکہ ان بحثوں کا احاطہ کرنا نہیں ہے اس لیے ہم اپنے آپ کو یہیں تک محدود رکھیں گے۔ تفصیل کا طالب ان مصنفین کی تحریروں کا مطالعہ کر سکتا ہے۔

معجزہ اور سحر کا فرق

قرآن کے مطابق ابراہیمؑ پر آگ سرد ہوگئی۔ موسیٰؑ کا عصا اژدھا بن گیا، حضرت عیسیٰؑ بے باپ پیدا ہوئے اور آنحضور ﷺ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک رات کے کچھ حصے میں سیر کر آئے۔ ان تمام واقعات کی توجیہ سے عقل عاجز ہے۔ ان میں ایک طرح کا غیب نظر آتا ہے اور جس شخص کے تعلق سے ان کا ظہور ہوا ہے عالم غیب کے ساتھ یہ اس کے روابط کی نشانی اور تائید غیبی ہے۔ اس قسم کے واقعات کو قرآن نے آیات، بینات، براہین اور اکثر اوقات آیات بینات کہا ہے چونکہ انسانی عقل اس کی توجیہ سے عاجز ہے اس لیے متکلمین اسلام کی زبان میں اسے معجزہ کہا گیا۔

لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی اپنی محنت و ریاضت اور توجہ و انہماک سے ایسی صلاحیت حاصل کر لیتا ہے کہ اس سے بعض غیر معمولی واقعات کا صدور ہوتا ہے۔ سحر، طلسم، نیرنگ، شعبدہ، مسمریزم، اور ہپناٹزم سے ایسے کرشمے دکھائے جا سکتے ہیں جو بظاہر ناممکن نظر آتے ہیں لہذا یہ فرق کیسے کیا جائے گا کہ ایک واقعہ معجزہ ہو اور دوسرا جادو کا کرشمہ۔ اس موضوع پر بھی ہمارے متکلمین نے طویل بحثیں کی ہیں چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں تو فرعونیوں کا کھلا الزام موجود ہے کہ موسیٰ ایک جادوگر ہے اس لیے مفسرین نے بھی اس مسئلے پر اظہار خیال کیا ہے۔ ان ساری بحثوں کا خلاصہ مندرجہ ذیل نکات میں پیش کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ علامہ ابن حزم کے مطابق معجزہ میں تبدیلی حقیقی ہوتی ہے جسے قلب ماہیت کہتے ہیں جبکہ سحر وغیرہ میں حقیقت تبدیل نہیں ہوتی بلکہ وہ فریب نظر ہوتا ہے۔

۲۔ حکماء اسلام کا مسلک یہ ہے کہ معجزہ اور سحر میں فرق یہ ہے کہ صاحب معجزہ اپنی قوت کو خیر میں خرچ کرتا ہے جبکہ ساحر شر میں۔

۳۔ معجزہ براہ راست خدا کا فعل ہوتا ہے جبکہ سحر وغیرہ سے وقوع پذیر ہونے والے عجائب امور اسالیب طبعی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ونفسی کے نتائج ہوتے ہیں۔

۴۔ معجزہ کا مقصد دعوت الی اللہ کے دشمنوں کی ہلاکت، داعی الی اللہ، رسول کی تائید اور مومنین صادقین کی حمایت و برکت ہوتی ہے۔ جبکہ سحر کا مقصد شعبدہ بازی ہوتا ہے یا ذاتی منفعت حاصل کرنا۔

۵۔ اور سب سے بڑھ کر جو معجزہ و سحر میں حد فاصل ہے وہ پیش کرنے والوں کا کردار اور ان کی شخصی زندگی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی معصوم زندگی، پاکیزہ اخلاق، مقدس اعمال، بے لوث خدمت اور دیگر پیغمبرانہ خصائص ان کی نبوت کے کھلے دلائل ہیں۔ اس کے مقابلے میں ساحر و بازی گر، شعبدہ باز و طلسم گر کرتب اور عجائبات تو دکھاتے ہیں لیکن ان کی زندگی میں طہارت وصفائی اور پاکیزگی کردار کا ہونا ضروری نہیں بلکہ ان کے مقاصد میں شریعت کی تبلیغ اور قلوب کا تزکیہ وتصفیہ شامل ہی نہیں ہوتا۔

معجزہ اور سحر کے فرق پر مولانا اصلاحی لکھتے ہیں:

"یہاں یہ نکتہ ملحوظ رہے کہ معجزہ اور سحر وشعبدہ میں امتیاز منطقی تعریف کے ذریعے سے نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ ان کا اصل فرق دو چیزوں سے نمایاں ہوتا ہے۔ اول تو باہمی تقابل ہے جس طرح مس خام اور کندن کو سامنے رکھ کر دیکھیے تو دونوں کا فرق صاف نمایاں ہو جائے گا اسی طرح جب ایک شخص معجزہ اور سحر کو ایک دوسرے کے مقابل میں دیکھتا ہے تو معجزے کی سطوت وجلالت، اس کے ظہور کا انداز، باطل پر اس کا غلبہ اور اس کی قہرمانیت پکار کر شہادت دیتی ہے کہ یہ کمہاروں کی مٹی سے بنا ہوا کھلونا نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق کہیں اور ہی سے ہے۔

جوہر جام جم از کان جہان دگر است

دوسری چیز پیش کرنے والی کی شخصیت اور کردار ہوتی ہے۔ سحر وشعبدہ دکھانے والے ہمیشہ سوسائٹی کے اراذل وانفار ہوتے ہیں جن کی ذلت ونکبت جن کے اخلاق کی پستی اور طبیعت کی دنائت و رذالت ہمیشہ ضرب المثل رہی ہے۔ برعکس اس کے معجزے ان لوگوں کے ہاتھوں ظاہر ہوئے ہیں جو انسانیت کے سرِ گل مانے گئے ہیں، جن سے دنیا نے علم وعمل اور حکمت ومعرفت کے سبق سیکھے ہیں۔ جن کی زندگی کا ہر دور اور جن کا ہر قول وفعل نمونہ قرار پایا ہے جو زندگی کی سخت سے سخت آزمائشوں میں بھی ہمیشہ سو فیصدی کھرے پائے گئے ہیں۔ (۱۶)

سید مودودیؒ سورہ اعراف کی آیت ۱۱۳ کے تحت لکھتے ہیں:

فرعونی درباریوں کے اس قول سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ذہن میں خدائی نشان اور جادو کے امتیازی فرق کا تصور بالکل واضح طور پر موجود تھا۔ وہ جانتے تھے کہ خدائی نشان سے حقیقی تغیر واقع ہوتا ہے اور جادو محض نظر اور نفس کو متاثر کرکے اشیاء میں ایک خاص طرح کا تغیر محسوس کراتا ہے۔ اس بناء پر انہوں نے حضرت موسیٰ کے دعوائے رسالت کو رد کرنے کے لیے کہا کہ یہ شخص جادوگر ہے یعنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عصا حقیقت میں سانپ نہیں بن گیا کہ اسے خدائی نشان مانا جائے بلکہ ہمیں ایسا نظر آیا کہ وہ گویا سانپ تھا جیسا کہ ہر جادوگر کر لیتا ہے۔ پھر انہوں نے مشورہ دیا کہ تمام ملک کے ماہر جادوگروں کو بلایا جائے اور ان کے ذریعہ سے لاٹھیوں اور رسیوں کو سانپوں میں تبدیل کر کے لوگوں کو دکھا دیا جائے تاکہ عامتہ الناس کے دلوں میں اس پیغمبرانہ معجزے سے جو ہیبت بیٹھ گئی ہے وہ اگر بالکل دور نہ ہو تو کم از کم شک ہی میں تبدیل ہو جائے۔ (۱۷)

مولانا سیوہاروی معجزہ و سحر کا فرق واضح کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اگر سحر اور معجزہ کا مقابلہ آن پڑے تو معجزہ غالب رہے گا اور اعلیٰ سے اعلیٰ سحر بھی مغلوب و عاجز، اور اس کا عکس محال و ناممکن ہے چنانچہ ساحرین اور انبیاء و رسل کے مقابلہ کی تاریخ اس کی شاہد عادل ہے۔ (۱۸)

☆☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی

۱۔ یوسف/۹۹
۲۔ پیدائش، (Genesis) ۴۷/۵۔۶
۳۔ ایضاً/۱۔۴
۴۔ ایضاً/۱۱۔۱۲
۵۔ ایضاً/۲۷۔۲۸
۶۔ ایضاً۴۹/۱۔۲۷
۷۔ ایضاً۴۸/۱۳۔۲۰
۸۔ بقرہ/۱۳۳
۹۔ پیدائش، (Genesis) ۵۰/۲۲۔۲۶
۱۰۔ خروج (Exodus) ۱۳/۱۹
۱۱۔ ایضاً/۷۔۱۶
۱۲۔ ایضاً، ۱/۱۷۔۲۰
۱۳۔ ایضاً، ۱/۲۲
۱۴۔ القصص/۴
۱۵۔ البقرہ/۴۹
۱۶۔ ابراہیم/۶
۱۷۔ تفہیم القرآن ۳/۶۱۴۔۶۱۵
۱۸۔ مختصر ابن کثیر، ۳/۶
۱۹۔ القصص/۵۔۶
۲۰۔ تدبر قرآن، ۵/۶۵۶
۲۱۔ ایضاً
۲۲۔ خروج (Exodud)، ۲۰/۱۔۱۰
۲۳۔ تفہیم القرآن، ۳/۶۱۶
۲۴۔ ایضاً بحوالہ اعمال ۷/۲۰
۲۵۔ تفہیم القرآن، ۳/۶۱۶
۲۶۔ القصص/۷۔۱۳
۲۷۔ طٰہٰ/۳۷۔۴۰
۲۸۔ یہاں وہ احسانات یاد دلائے جارہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر کیے جن سے مقصود حضرت موسیٰؑ کو یہ احساس دلانا ہے کہ تم اسی کام کے لیے پیدا کیے گئے ہو اور اسی کام کے لیے آج تک خاص طور پر سرکاری نگرانی میں پرورش پاتے رہے ہو جس پر اب تمہیں مامور کیا جارہا ہے۔ (تفہیم القرآن، ۳/۹۳)
۲۹۔ خروج ۴/۲، عبرانیوں، ۱۱/۲۳، اعمال، ۷/۲۰
۳۰۔ بائبل میں بیوی کے بجائے اس کی لڑکی کا ذکر آتا ہے۔
۳۱۔ تدبر قرآن، ۵/۴۴۔۴۵
۳۲۔ تفہیم القرآن، ۳/۶۱۸
۳۳۔ قصص القرآن، ۱/۱۷۳
۳۴۔ ایضاً
۳۵۔ خروج، ۱/۹
۳۶۔ التحریم/۱۱
۳۷۔ القصص/۱۰
۳۸۔ القصص/۱۱
۳۹۔ ایضاً
۴۰۔ تدبر قرآن، ۵/۴۶
۴۱۔ خروج، ۲/۷۔۹
۴۲۔ تفہیم القرآن، ۳/۶۱۹
۴۳۔ تدبر قرآن، ۵/۴۶
۴۴۔ خروج، ۲/۱۰
۴۵۔ اعمال، ۷/۲۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۶۔ تفہیم القرآن،۳/۶۲۱
۴۷۔ القصص/۱۴
۴۸۔ تفہیم القرآن،۳/۶۲۱،مولانا اصلاحی کی بھی یہی رائے ہے،تدبر قرآن،۵/۶۶۳
۴۹۔ ایضاً
۵۰۔ اعمال،۷/۲۳
۵۱۔ خروج ،۲/۱۱۔۲۲ ، عہد نامہ جدید کے کتاب اعمال، ۷/۲۳۔۲۹ میں بھی اس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے
۵۲۔ طٰہٰ/۴۰
۵۳۔ القصص/۱۵۔۲۸
۵۴۔ تدبر قرآن ، ۵/۶۶۳۔سید مودودیؒ لکھتے ہیں کہ "شہر میں داخل ہوا" ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ دارالسلطنت کے شاہی محلات عام آبادی سے باہر واقع ہوئے تھے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ شاہی محل میں رہتے تھے اس لیے شہر میں نکلنے کے بجائے شہر میں داخل ہوئے فرمایا۔(تفہیم القرآن ،۳/۶۲۲)
۵۵۔ تفہیم القرآن،۳/۶۲۱
۵۶۔ تدبر قرآن،۵/۶۶۴
۵۷۔ تفہیم القرآن،۳/۶۲۳۔۶۲۴
۵۸۔ ایضاً
۵۹۔ تدبر قرآن،۵/۶۶۶
۶۰۔ ایضاً،۵/۶۶۷
۶۱۔ تفہیم القرآن،۳/۶۲۵۔۶۲۶
۶۲۔ ایضاً
۶۳۔ ایضاً
۶۴۔ تدبر قرآن،۵/۶۶۸
۶۵۔ القصص/۲۴
۶۶۔ خروج،۲/۱۶۔۱۷
۶۷۔ خروج،۲/۱۸۔۲۰
۶۸۔ تدبر قرآن،۵/۶۶۹
۶۹۔ القصص/۲۵
۷۰۔ تدبر قرآن،۵/۶۷۰
۷۱۔ تفہیم القرآن،۳/۶۲۸
۷۲۔ تدبر القرآن،۵/۶۷۰
۷۳۔ ایضاً
۷۴۔ قصص القرآن،۱/۳۸۵
۷۵۔ تفہیم القرآن،۳/۶۳۰
۷۶۔ تدبر قرآن،۵/۶۷۱
۷۷۔ تفہیم القرآن،۳/۶۳۰
۷۸۔ قصص القرآن،۱/۳۸۷
۷۹۔ ابن کثیر
۸۰۔ تفہیم القران،۳/ ۶۲۷۔۶۲۸
۸۱۔ بخاری کتاب الشہادات ، باب من امر بانجاز الوعد، ۳/۱۹۲؛مختصر ابن کثیر،۳/۱۱
۸۲۔ خروج،۲/۲۱۔۲۲
۸۳۔ ایضاً،۲/۲۳۔۲۵
۸۴۔ ایضاً،۴/۱۸
۸۵۔ القصص/۲۹
۸۶۔ حاشیہ خازن،۵/۱۴۳،بحوالہ قصص القرآن،۱/۳۹۰
۸۷۔خروج،۳/۱۔۱۰
۸۸۔ القصص/۲۹
۸۹۔ الشعراء/۱۴
۹۰۔ قصص القرآن ۷/۳۹۰۔۳۹۱
۹۱۔ تدبر قرآن،۵/۶۷۱
۹۲۔ مولانا سیوہاروی لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت موسیٰ اپنے اہل وعیال کے سمیت بکریاں چراتے چراتے مدین سے بہت دور نکل گئے۔گلہ بان قبائل کے لیے یہ بات کوئی قابل تعجب نہ تھی ...... یہ سینا کا مشرقی گوشہ تھا اور مدین سے ایک روز کے فاصلہ پر بحر قلزم کے دوشاخے کے درمیان مصر کو جاتے ہوئے واقع تھا۔(قصص القرآن ،۱/۳۹۲) مولانا مرحوم کو اپنی تاویل اور اپنے استدلال کا احساس تھا اس لیے مصر کے راستے پر سینا تک جانے کو گلہ بانوں کا معمول قرار دے رہے ہیں جبکہ موسیٰ مع اہل وعیال ہیں۔
۹۳۔ تفہیم القرآن ۳/۶۳۲
۹۴۔ خروج،۳/۱۔۲۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۵۔ ایضاً،۴/۱-۳۱

۹۶۔ جوتا اتارنا طہارت اور تواضع کے لیے ہے۔ ہمارے ہاں مسجد کے احترام کے لیے اس کو ضروری قرار دیا۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر جوتے صاف ہوں تو ان کے ساتھ مسجد میں جانے میں کوئی حرج نہیں لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے اس لیے کہ یہ تواضع کے خلاف ہے اور مسجد کی حاضری کے لیے جس طرح طہارت شرط ہے اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ تواضع شرط ہے۔ (تدبر قرآن، ۳۱/۵)

۹۷۔ اس میں تشریف وتکریم کی طرف بھی اشارہ ہے جو منصب نبوت پر سرفراز ہونے کے سبب سے حضرت موسیٰ ؑ کو حاصل ہوئی اور عظیم ذمہ داری کی طرف بھی جو حضرت موسیٰ ؑ پر اس منصب کی بدولت عائد ہوئی۔ (ایضاً)

۹۸۔ طٰہٰ/۹-۱۶

۹۹۔ غالباً اسی واقعہ کی وجہ سے یہودیوں میں یہ شرعی مسئلہ بن گیا کہ جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ نبیؐ نے اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لیے فرمایا **خالفوا الیھود فانھم لا یصلون فی نعالھم ولا خفافھم** (یہودیوں کے خلاف عمل کرو کیونکہ وہ جوتے اور چمڑے کے موزے پہن کر نماز نہیں پڑھتے: ابوداؤد۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ضرور ہی جوتے پہن کر نماز پڑھنی چاہیے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے اس لیے دونوں پر عمل کرو۔ حضرت ابوداؤد میں حضرت عمرو بن العاصؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے نبیؐ کو دونوں طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ مسند احمد اور ابوداؤد میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو جوتے کو پلٹ کر دیکھ لے اگر کوئی گندگی لگی ہوئی ہو تو زمین سے رگڑ کر صاف کر لے اور انہی جوتوں کو پہنے ہوئے نماز پڑھ لے.......... ان کثیر التعداد روایات کی بنا پر امام ابوحنیفہؒ، امام یوسفؒ، امام اوزاعیؒ اور اسحاق بن راھویہؒ وغیرہ فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ جوتا ہر حال میں مٹی سے پاک ہو جاتا ہے ایک قول امام احمد اور امام شافعی کا بھی اس کی تائید میں ہے مگر امام شافعی کا مشہور قول اس کے خلاف ہے۔ غالباً وہ جوتا پہن کر نماز پڑھنے کو ادب کے خلاف سمجھ کر منع کرتے ہیں اگرچہ سمجھا یہی گیا ہے کہ ان کے نزدیک جوتا مٹی پر رگڑنے سے پاک نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں قابل ذکر یہ امر ہے کہ مسجد نبوی میں چٹائی تک کا فرش نہ تھا بلکہ کنکریاں بچھی ہوئی تھیں لہٰذا احادیث سے استدلال کر کے اگر کوئی شخص آج کی مسجدوں کے فرش پر جوتے لے کر جانا چاہے تو یہ صحیح نہ ہوگا البتہ گھاس پر یا کھلے میدان میں جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ رہے وہ لوگ جو میدان میں نماز جنازہ پڑھتے وقت بھی جوتے اتارنے پر اصرار کرتے ہیں وہ دراصل احکام سے ناواقف ہیں۔ (تفہیم القرآن، ۳/۸۹)

۱۰۰۔ النمل/۷-۹

۱۰۱۔ القصص/۲۹-۳۰

۱۰۲۔ سورہ طٰہٰ کی آیت ۴۰ کے الفاظ **وفتنک فتونا** (اور ہم نے تم کو خوب خوب پرکھا)۔ انہیں آزمائشوں کی طرف اشارہ ہے جو نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد انہیں پیش آئیں۔

۱۰۳۔ طٰہٰ/۱۲-۱۳

۱۰۴۔ ایضاً/۱۴

۱۰۵۔ النمل/۹

۱۰۶۔ القصص/۳۰

۱۰۷۔ تدبر قرآن، ۳۱/۵

۱۰۸۔ ایضاً

۱۰۹۔ طٰہٰ/۱۴

۱۱۰۔ تدبر قرآن، ۳۲/۵

۱۱۱۔ تفہیم القرآن، ۳/۸۹

۱۱۲۔ طٰہٰ/۱۵-۱۶

۱۱۳۔ تدبر قرآن، ۳۲/۵

۱۱۴۔ ایضاً، ۳۶/۵

۱۱۵۔ ایضاً، ۳۶/۵

۱۱۶۔ طٰہٰ/۲۲-۲۳

۱۱۷۔ النمل/۱۰-۱۲

۱۱۸۔ القصص/۳۱-۳۲

۱۱۹۔ تدبر قرآن، ۶۷۳/۵

۱۲۰۔ تفہیم القرآن، ۴۸۸/۳

۱۲۱۔ ایضاً

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲۲۔ ایضاً،۳/۹۱
۱۲۳۔ الاعراف/۱۳۳ (فارسلنا علیهم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم آیات مفصلات فاستکبروا و کانوا قوما مجرمین)
۱۲۴۔ طٰہٰ/۲۴
۱۲۵۔ الشعراء/۱۰۔۱۱
۱۲۶۔ النمل/۱۲
۱۲۷۔ القصص/۳۲
۱۲۸۔ طٰہٰ/۴۷
۱۲۹۔ الاعراف/۱۰۵
۱۳۰۔ الشعراء/۱۶۔۱۷
۱۳۱۔ النازعات/۱۷۔۱۹
۱۳۲۔ تفہیم القرآن،۲/۲۴۲
۱۳۳۔ تفہیم القرآن،۲/۶۴
۱۳۴۔ ایضاً
۱۳۵۔ قصص القرآن،۱/۳۶۱
۱۳۶۔ یونس/۹۲
۱۳۷۔ تفہیم القرآن،۲/۳۱۰
۱۳۸۔ مختصر ابن کثیر،۲/۴۸۴
۱۳۹۔ قصص القرآن،۱/۴۰۰
۱۴۰۔ تفہیم القرآن،۳/۹۲
۱۴۱۔ تدبر قرآن،۵/۳۹
۱۴۲۔ الزخرف/۵۲
۱۴۳۔ تفہیم القرآن،۳/۹۲
۱۴۴۔ طٰہٰ/۲۵۔۳۵
۱۴۵۔ الشعراء/۱۲۔۱۳
۱۴۶۔ القصص/۳۴
۱۴۷۔ تفہیم القرآن،۳/۹۲
۱۴۸۔ طٰہٰ/۳۶
۱۴۹۔ القصص/۳۵
۱۵۰۔ الشعراء/۱۴
۱۵۱۔ القصص/۳۳
۱۵۲۔ تفہیم القرآن،۳/۶۳۴
۱۵۳۔ الشعراء/۱۵
۱۵۴۔ طٰہٰ/۴۵۔۴۶
۱۵۵۔ سید مودودیؒ کے بقول معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت موسیٰؑ مصر پہنچ گئے اور حضرت ہارونؑ عملاً ان کے شریک کار ہو گئے اس وقت فرعون کے پاس جانے سے پہلے دونوں نے اللہ کے حضور یہ گذارش کی ہوگی۔ (تفہیم القرآن ۳/۹۵)
۱۵۶۔ تفہیم القرآن،۳/۵۹
۱۵۷۔ طٰہٰ/۴۲۔۴۴
۱۵۸۔ تدبر قرآن،۵/۵۲
۱۵۹۔ ایضاً،۵/۵۳
۱۶۰۔ ایضاً
۱۶۱۔ النازعات/۱۸۔۱۹
۱۶۲۔ الاعراف/۱۰۴۔۱۰۵
۱۶۳۔ الشعراء/۱۶۔۱۷
۱۶۴۔ طٰہٰ/۴۷۔سورہ شعراء میں دونوں کے لیے رسول کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جبکہ یہاں تثنیہ کا صیغہ ہے غالباً اس سے واضح کرنا مقصود ہے کہ حضرت ہارونؑ مددگار اور شریک رسالت تھے لیکن بعد ازاں تثنیہ کا صیغہ استعمال کر کے ان کی رسالت بھی بیان کر دی۔
۱۶۵۔ الدخان/۱۷۔۱۹
۱۶۶۔ الشعراء/۱۸۔۱۹
۱۶۷۔ الشعراء/۲۰۔۲۲
۱۶۸۔ تفہیم القرآن،۳/۴۸۵
۱۶۹۔ تدبر قرآن،۵/۵۱۰
۱۷۰۔ قصص القرآن،۱/۴۱۰
۱۷۱۔ الشعراء/۲۳
۱۷۲۔ ایضاً/۲۴۔۲۷
۱۷۳۔ ایضاً/۲۵۔۲۹
۱۷۴۔ طٰہٰ/۴۹۔۵۴۔ اس آیت کی تفسیر میں مولانا اصلاحیؒ اور سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے شاندار نوٹ لکھے ہیں۔ قرآن کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طالب علم کے لیے ان کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔

۱۷۵۔ القصص/۳۸
۱۷۶۔ غافر/۳۶۔۳۷
۱۷۷۔ النازعات/۲۱۔۲۲
۱۷۸۔ تدبر قرآن، ۳/۳۵۰
۱۷۹۔ تفہیم القرآن، ۳/۹۶۔۹۷
۱۸۰۔ ایضاً، ۳/۴۸۶۔۴۸۷
۱۸۱۔ القصص/۳۸
۱۸۲۔ تفہیم القرآن، ۳/۶۲۷۔۶۲۸
۱۸۳۔ الاعراف/۱۰۵۔۱۰۶
۱۸۴۔ الشعراء/۳۰۔۳۱
۱۸۵۔ الاعراف/۱۰۵۔۱۰۶
۱۸۶۔ الشعراء/۳۲۔۳۵
۱۸۷۔ القصص/۳۶
۱۸۸۔ یونس/۷۵۔۷۸
۱۸۹۔ طٰہٰ/۵۶۔۵۷
۱۹۰۔ النازعات/۲۰
۱۹۱۔ تدبر قرآن، ۵/۵۱۲
۱۹۲۔ خروج، ۱/۷۔۲۲
۱۹۳۔ تدبر قرآن، ۳/۳۴۴۔۳۴۵
۱۹۴۔ تفہیم القرآن، ۳/۴۸۹
۱۹۵۔ ایضاً، ۲/۶۶۔۶۷
۱۹۶۔ النازعات/۲۱۔۲۴
۱۹۷۔ القصص/۳۹
۱۹۸۔ الاعراف/۱۱۱۔۱۱۲
۱۹۹۔ یونس/۷۹
۲۰۰۔ طٰہٰ/۵۸۔۶۰
۲۰۱۔ الشعراء/۳۶۔۴۰
۲۰۲۔ الاعراف/۱۱۳۔۱۱۴
۲۰۳۔ الشعراء/۴۱۔۴۲
۲۰۴۔ تفہیم القرآن، ۳/۴۹۱
۲۰۵۔ طٰہٰ/۶۱۔۶۴
۲۰۶۔ قصص القرآن، ۱/۴۳۳
۲۰۷۔ الاعراف/۱۱۵۔۱۱۹
۲۰۸۔ طٰہٰ/۶۵۔۶۹
۲۰۹۔ الشعراء/۴۳۔۴۵
۲۱۰۔ یونس/۸۰۔۸۲
۲۱۱۔ قصص القرآن، ۱/۴۳۳
۲۱۲۔ الاعراف/۱۲۰۔۱۲۲
۲۱۳۔ طٰہٰ/۷۰
۲۱۴۔ الشعراء/۴۶۔۴۸
۲۱۵۔ قصص القرآن، ۱/۴۳۴
۲۱۶۔ الاعراف/۱۲۳۔۱۲۴
۲۱۷۔ طٰہٰ/۷۱
۲۱۸۔ الشعراء/۴۹
۲۱۹۔ تفہیم القرآن، ۳/۱۰۵
۲۲۰۔ تدبر قرآن، ۵/۶۸
۲۲۱۔ طٰہٰ/۷۲۔۷۳
۲۲۲۔ الشعراء/۵۰۔۵۱
۲۲۳۔ الاعراف/۱۲۵۔۱۲۶
۲۲۴۔ تدبر قرآن، ۳/۳۴۸۔۳۴۹
۲۲۵۔ قصص القرآن، ۱/۴۳۴
۲۲۶۔ یونس/۸۳
۲۲۷۔ تفہیم القرآن، ۲/۳۰۴
۲۲۸۔ مکہ کی آبادی میں سے بھی جو لوگ محمد ﷺ کا ساتھ دینے کے لیے آگے بڑھے تھے وہ قوم کے بڑے بوڑھے اور سن رسیدہ لوگ نہ تھے بلکہ چند باہمت نوجوان ہی تھے۔ وہ ابتدائی مسلمان جوان آیات کے نزول کے وقت ساری قوم کی شدید مخالفت کے مقابلے میں صداقت اسلامی کی حمایت کر رہے تھے اور ظلم و ستم کے اس طوفان میں جن کے سینے اسلام کے لیے سپر بنے ہوئے تھے ان میں مصلحت کوش بوڑھا کوئی نہ تھا سب کے سب جوان لوگ ہی تھے۔ علی ابن ابی طالبؓ، جعفر طیارؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، مصعب بن عمیرؓ، عبداللہؓ بن مسعود جیسے لوگ قبول اسلام کے وقت ۲۰ سال سے کم عمر تھے اور عمر فاروق ۳۰ اور ۳۵ سال

www.KitaboSunnat.com

کے درمیان عمر کے تھے۔ ابوبکر صدیقؓ کی عمر بھی ایمان لانے کے وقت ۳۸ سال سے زیادہ نہ تھی ۔ ابتدائی مسلمانوں میں صرف ایک صحابی کا نام ہمیں ملتا ہے جن کی عمر نبیؐ سے زیادہ تھی یعنی عبیدہؓ بن حارث مطلبی اور غالباً پورے گروہ میں ایک ہی صحابی حضورؐ کے ہم عمر تھے یعنی عمار بن یاسرؓ (تفہیم القرآن ۲/۳۰۴۔۳۰۵)

۲۲۹۔ تدبر قرآن، ۴/۷۹

۲۳۰۔ تفہیم القرآن ۲/۳۰۵۔۳۰۶

۲۳۱۔ تدبر قرآن، ۴/۷۹

۲۳۲۔ یونس/۸۴۔۸۶

۲۳۳۔ تفہیم القرآن ۲/۳۰۶۔۳۰۷

۲۳۴۔ الاعراف/۱۲۷

۲۳۵۔ المومن/۳۳۔۳۵

۲۳۶۔ تدبر قرآن، ۳/۳۵۰

۲۳۷۔ قصص القرآن، ۱/۴۳۸

۲۳۸۔ الاعراف/۱۲۸۔۱۲۹

۲۳۹۔ تدبر قرآن، ۳/۳۵۲

۲۴۰۔ یونس/۸۷

۲۴۱۔ تدبر قرآن، ۴/۸۱

۲۴۲۔ الاعراف/۱۳۰۔۱۳۵

۲۴۳۔ الزخرف/۴۷۔۵۰

۲۴۴۔ بنی اسرائیل/۱۰۱۔۱۰۲

۲۴۵۔ طٰہٰ/۵۶

۲۴۶۔ النمل/۱۲۔۱۴

۲۴۷۔ ابن عباسؓ سے جو قول مروی ہے اس کے مطابق نقصِ ثمرات بھی ایک معجزہ ہے (ابن کثیر، ۲/۱۱۱) جادوگروں کی برسرِ عام شکست تو لاٹھی کے اژدھا بننے کا نتیجہ ہے لہٰذا یہ شاید مستقل بالذات نشانی نہیں ہے۔

۲۴۸۔ تفہیم القرآن ۴/۵۴۲

۲۴۹۔ القصص/۳۶۔۳۷

۲۵۰۔ القمر/۴۱۔۴۲

۲۵۱۔ قصص القرآن، ۱/۴۵۳

۲۵۲۔ تفہیم القرآن، ۴/۵۴۴

۲۵۳۔ الزخرف/۵۱۔۵۴

۲۵۴۔ بعض مفسرین نے اسے لکنت پر اعتراض قرار دیا ہے حالانکہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ شخص الجھی الجھی باتیں کرتا ہے جو فرعون کی سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔

۲۵۵۔ قصص القرآن، ۱/۴۴۰

۲۵۶۔ المومن/۲۶۔۲۷

۲۵۷۔ تفہیم القرآن، ۴/۴۰۵۔۴۰۶

۲۵۸۔ تفہیم القرآن، ۴/۴۰۴

۲۵۹۔ نوح/۲۱۔۲۷

۲۶۰۔ تدبر قرآن، ۴/۸۲

۲۶۱۔ قصص القرآن، ۱/۴۳۹

۲۶۲۔ یونس/۸۸

۲۶۳۔ الدخان/۲۲

۲۶۴۔ ھود/۳۷

۲۶۵۔ یونس/۸۹

۲۶۶۔ الشعراء/۵۲

۲۶۷۔ تفہیم القرآن، ۳/۴۹۵

۲۶۸۔ الشعراء/۵۳۔۵۶

۲۶۹۔ تفہیم القرآن، ۳/۴۹۵۔۴۹۶

۲۷۰۔ الشعراء/۵۷۔۵۹

۲۷۱۔ الدخان/۲۵۔۲۹

۲۷۲۔ خروج، ۴/۱۱۔۱۲

۲۷۳۔ یونس/۹۱

۲۷۴۔ قصص القرآن، ۱/۲۵۷۔۲۵۸

۲۷۵۔ ایضاً، ۱/۴۵۹

۲۷۶۔ الشعراء ۶۰۔۶۶

۲۷۷۔ طٰہٰ/۷۷۔۷۹

۲۷۸۔ الاعراف/۱۳۶

۲۷۹۔ یونس/۹۰۔۹۱

۲۸۰۔ القصص/۳۹۔۴۰

۲۸۱۔ بنی اسرائیل/۱۰۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۸۲۔ الذاریات/۴۰
۲۸۳۔ الشعراء/۶۵۔۶۸
۲۸۴۔ تفہیم القرآن، ۳/۴۹۹
۲۸۵۔ تفہیم القرآن، ۳/۴۰۸
۲۸۶۔ قصص القرآن، ۱/۴۷۲
۲۸۷۔ تدبر قرآن، ۵/۷۱
۲۸۸۔ ایضاً، ۵/۵۱۸۔ بائبل میں اس معجزے کے وقوع کی نوعیت بیان کی گئی ہے جسے مولانا اصلاحی نے قبول کیا ہے لیکن وہ بہر کیف واقعہ کی معجزانہ حیثیت کو تسلیم کرتے ہیں۔
۲۸۹۔ یونس/۹۲
۲۹۰۔ النازعات/۲۰۔۲۶
۲۹۱۔ تدبر قرآن، ۴/۸۴۔۸۵
۲۹۲۔ تفہیم القرآن، ۲/۳۱۰
۲۹۳۔ قصص القرآن، ۱/۴۷۴
۲۹۴۔ ھود/۹۶۔۹۹
۲۹۵۔ القصص/۴۱۔۴۲
۲۹۶۔ المومن/۴۵۔۴۶
۲۹۷۔ تفہیم القرآن، ۴/۴۱۳
۲۹۸۔ الدخان/۳۰۔۳۲
۲۹۹۔ الاعراف/۱۳۷
۳۰۰۔ قصص القرآن، ۱/۴۷۴
۳۰۱۔ تدبر قرآن، ۱/۳۳
۳۰۲۔ تفہیم القرآن، ۳/۱۰۹۔۱۱۱
۳۰۳۔ خروج، ۵/۱۔۲۳
۳۰۴۔ ایضاً، ۶/۱۔۱۳
۳۰۵۔ ایضاً، ۶/۱۴۔۳۰
۳۰۶۔ ایضاً، ۷/۱۔۱۳
۳۰۷۔ ایضاً، ۷/۱۴۔۲۵
۳۰۸۔ ایضاً، ۸/۱۔۱۵
۳۰۹۔ ایضاً، ۸/۱۶۔۱۹
۳۱۰۔ ایضاً، ۸/۲۰۔۳۲
۳۱۱۔ ایضاً، ۹/۱۔۷
۳۱۲۔ ایضاً، ۹/۸۔۱۲
۳۱۳۔ ایضاً، ۹/۱۳۔۳۵
۳۱۴۔ ایضاً، ۱۰/۱۔۲۰
۳۱۵۔ ایضاً، ۱۰/۲۱۔۲۹
۳۱۶۔ ایضاً، ۱۱/۱۔۱۰
۳۱۷۔ ایضاً، ۱۲/۱۔۲۸
۳۱۸۔ ایضاً، ۱۲/۲۹۔۳۶
۳۱۹۔ ایضاً، ۱۲/۳۷۔۵۱
۳۲۰۔ ایضاً، ۱۳/۱۔۱۰
۳۲۱۔ ایضاً، ۱۳/۱۱۔۲۲
۳۲۲۔ ایضاً، ۱۴/۱۔۳۱

حواشی (معجزہ وسحر کا فرق)

۱۔ تفسیر کبیر، ۱/۴۲۰
۲۔ احکام القرآن، ۱/۴۸
۳۔ ابن کثیر، ۱/۱۴۷
۴۔ فتح الباری، ۱۰/۱۸۲
۵۔ ایضاً، ۱۰/۱۸۴، احکام القرآن، ۱/۵۰
۶۔ تفہیم القرآن، ۶/۵۵۶۔۵۵۷
۷۔ الاعراف/۱۱۶
۸۔ طٰہٰ/۶۶۔۶۹
۹۔ فتح الباری، ۱۰/۱۸۳
۱۰۔ البقرہ، ۱۰۲/۱
۱۱۔ بخاری، کتاب الوصایا، باب فی بطونھم نارا، ۳/۱۹۵
۱۲۔ فتح الباری، ۱۰/۱۸۳
۱۳۔ الزخرف/۴۹
۱۴۔ تفہیم القرآن، ۴/۵۴۳
۱۵۔ تدبر قرآن، ۷/۲۳۶
۱۶۔ ایضاً، ۳/۳۴۳۔۳۴۴، سورہ طہٰ میں بھی اس موضوع پر لکھا ہے۔
۱۷۔ تدبر قرآن، ۵/۶۵
۱۸۔ قصص القرآن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ